ماورائی نمبر

عمران سیریز

ڈیول ہاؤس



ارشاد العصر جعفری



محترم قارئین

السلام علیکم!

میرا نیا ناول ''ڈیول ہاؤس'' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ غیر مسلم اور خاص طور پر یہودی مسلمانوں کے خلاف ایسی سازشیں کرتے رہتے ہیں کہ سن کر ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ ناول بھی یہودیوں کی ایک ایسی ہی سازش کی کہانی پر مبنی ہے۔

ڈیئر قارئین! آپ بھی جانتے ہوں گے کہ مسلمانوں کے آپس کے اتحاد و اتفاق کی اس وقت جتنی ضرورت ہے شاید پہلے کبھی نہیں تھی اور اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے مسلمانوں کے چند عالمی رہنماؤں نے مسلم اُمہ کو ایک لڑی میں پرونے کا بیڑا اٹھایا اور وہ اپنی اس کوشش میں مصروف بھی ہو گئے اور یہ بات مسلم اُمہ کے دشمنوں کو بھلا کہاں گوارا تھی۔ انہوں نے تو اربوں، کھربوں ڈالرز مسلمانوں میں نفاق پیدا کرنے کے لئے خرچ کئے ہوئے ہیں۔ سو انہوں نے اس مرتبہ شیطان کے پیروکاروں سے مدد لینے کا فیصلہ کیا اور شیطان کے سب سے بڑے پیروکار ڈاکٹر شیان نے اپنی شرائط پر یہودیوں کی مدد کرنے کا فیصلہ بھی کر لیا۔ یہودی اپنی اس سازش

پر یہودیوں کی مدد کرنے کا فیصلہ بھی کر لیا۔ یہودی اپنی اس سازش میں کہاں تک کامیاب ہوئے یہ تو آپ کو ناول پڑھنے کے بعد ہی معلوم ہو گا۔ میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ میں آپ کے لئے ایک بالکل نئے انداز کا ناول لکھنے میں کامیاب ہو گیا ہوں اور میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے کہ میں آپ کے لئے نت نئے موضوعات پر ناول لکھوں۔

میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ میری تحریر کو سنوارنے اور نکھارنے میں اپنا کردار ادا کرتے رہیں اور مجھے اپنے مشوروں سے نوازتے رہیں کیونکہ آپ کے مشورے میرے لئے مشعل راہ ہیں۔ اگر ناول کا کوئی حصہ اچھا لگتا ہے تو دل کھول کر تعریف کریں اور اگر کہیں مجھ سے کوتاہی ہوتی ہے، تحریر میں کمی رہ گئی ہے تو تنقید کریں۔ آپ کی تعریف اور تنقید کی روشنی میں، میں بہتر سے بہتر لکھوں گا اور انشاء اللہ آپ کے معیار کے مطابق ناول لکھنے کی کوشش کروں گا۔ مجھے آپ کے خطوط کا شدت سے انتظار رہے گا۔ انشاء اللہ آئندہ مزید باتیں ہوں گی۔

اب اجازت دیجئے۔

والسلام

ارشاد العصر جعفری

میٹنگ ہال میں چند لوگ موجود تھے۔ صدر پاکیشیا، پرائم منسٹر آف پاکیشیا، خارجہ سیکرٹری سر سلطان، ہوم سیکرٹری، ہوم منسٹر، فارن منسٹر اور ڈائریکٹر جنرل سر عبدالرحمٰن۔ یہ میٹنگ پاکیشیائی صدر نے طلب کی تھی اور اس میٹنگ میں چند لوگوں کو ہی بلایا گیا تھا۔ صدر صاحب اور پرائم منسٹر صاحب کی نظریں بار بار میٹنگ ہال کے دروازے کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ صدر صاحب اور پرائم منسٹر صاحب کی کرسیوں کے درمیان ایک کرسی خالی تھی اور ایسا اس میٹنگ میں ہوتا تھا جس میٹنگ میں ایکسٹو نے شرکت کرنی ہوتی تھی۔ میٹنگ میں موجود تمام افراد ایکسٹو کا انتظار کر رہے تھے۔ پھر ان کے انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں۔ داخلی دروازہ کھلا اور ایکسٹو اپنے مخصوص لباس اور نقاب میں ملبوس میٹنگ ہال میں داخل ہوا۔

ایکسٹو کو میٹنگ ہال میں داخل ہوتے دیکھ کر میٹنگ کے تمام

شرکاء احتراماً کھڑے ہو گئے اور جب ایکسٹو اپنی کرسی پر بیٹھ گیا تو صدر اور پرائم منسٹر کے ساتھ ساتھ دیگر افراد بھی اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"میرا خیال ہے اب آج کے اجلاس کی کارروائی شروع کی جائے"...... صدر صاحب نے میٹنگ ہال میں موجود تمام افراد کا جائزہ لیتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے ہوم سیکرٹری کی طرف دیکھا تو وہ فوراً ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

"ہمارا آج کا اجلاس محترم جناب ایکسٹو کی زیر صدرات منعقد ہو رہا ہے"...... ہوم سیکرٹری نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ جس اجلاس میں ایکسٹو شریک ہوتا تھا اس اجلاس کی صدارت صدر یا پرائم منسٹر کی بجائے ایکسٹو ہی کرتا تھا اور یہ بھی قانون تھا کہ ایکسٹو سب سے آخر میں اجلاس میں شریک ہو گا اور اجلاس کے اختتام پر سب سے پہلے اٹھ کر جائے گا۔ صدر اور پرائم منسٹر کے لئے ضروری تھا کہ وہ اٹھ کر ایکسٹو کا استقبال کریں اور آج بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ ایکسٹو سب سے آخر میں میٹنگ ہال میں داخل ہوا تھا۔ صدر اور پرائم منسٹر صاحب نے اٹھ کر اس کا استقبال کیا تھا۔

"محترم جناب ایکسٹو اور معزز شرکاء میٹنگ۔ آج کی خصوصی میٹنگ صدر پاکیشیا نے بلائی ہے اور آج کی میٹنگ کے اغراض و مقاصد پر بھی محترم صدر صاحب روشنی ڈالیں گے"...... ہوم سیکرٹری نے بدستور مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر صدر صاحب کی طرف

دیکھا۔ صدر صاحب نے اثبات میں سر ہلایا تو ہوم سیکرٹری اپنی کرسی پر بیٹھ گئے۔

"معزز شرکاء میٹنگ"...... صدر صاحب نے اتنا کہا اور حاضرین پر ایک نظر ڈالی۔ صدر صاحب کی آواز سن کر تمام شرکاء میٹنگ ہمہ تن گوش ہو گئے۔

"آپ جانتے ہیں کہ آج مسلم اُمہ نفاق کا شکار ہے اور اس نفاق کا بیج اغیار نے ہم میں بویا ہے۔ اغیار مسلم اُمہ کو متحد نہیں دیکھ سکتے کیونکہ مسلم اُمہ کے متحد ہونے سے اغیار کے مفادات کو ٹھیس پہنچتی ہے لہٰذا مسلم اُمہ کے دشمنوں کی ہمیشہ سے کوشش رہی ہے کہ مسلمان متحد نہ ہونے پائیں"...... صدر صاحب نے اتنا کہا اور خاموش ہو کر اپنے سامنے میز پر رکھا ہوا پانی کا گلاس اٹھایا اور نصف گلاس پانی پی کر گلاس دوبارہ میز پر رکھ دیا۔

"آج مسلم اُمہ کو اتحاد کی سخت ضرورت ہے کیونکہ اغیار کی ریشہ دوانیوں کی بدولت اکثر مسلم ممالک معاشی طور پر غیر مستحکم ہو چکے ہیں۔ سیاسی ابتری، دہشت گردی اور بدامنی جیسے لاتعداد سنگین مسائل کا شکار ہو چکے ہیں۔ اگر مسلمان ان مسائل کا خاتمہ کر دیں اور اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کر لیں تو تمام مسلم ممالک خوشحال اور ترقی یافتہ بن سکتے ہیں اور اتحاد پیدا کرنے کے لئے چند عالمی رہنماؤں کی ضرورت ہے جو دنیا بھر کے مسلمانوں میں ایک نئی روح پھونک دیں اور انہیں احساس دلا دیں کہ اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی

سے تھامنے میں ہی ان کی اور ان کی آنے والی نسلوں کی بھلائی ہے اور مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ ہمارے پرائم منسٹر صاحب ایک ایسے ہی عالمی رہنما ہیں جو مسلمانوں کو متحد کرنے میں ایک اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ ان کے ساتھ ساتھ اردن کے پرائم منسٹر جناب منصور بن عادل، فلسطین کے رہنما ذوق خرازی اور مصری مسلم رہنما طلال بن جلال بھی ایسے ہی عالمی رہنما ہیں جو مسلم اُمہ میں اتحاد پیدا کر سکتے ہیں۔ ان کی کوششوں سے مسلمان اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں''...... صدر صاحب نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''جناب صدر۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ان عالمی رہنماؤں کو کیا کرنا ہوگا''...... ہوم منسٹر نے پوچھا۔

''یہ مسلم رہنما تمام مسلم ممالک کے دورے کریں گے۔ ان مسلم ممالک کی عوام سے خطاب کریں گے۔ پریس ریلیز جاری کریں گے۔ ٹیلی فونک خطاب کا سلسلہ شروع کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ آئندہ سال اسلامی سربراہی کانفرنس پاکیشیا میں ہو گی جو ایک نئے جذبے اور ولولے کے ساتھ منعقد ہو گی۔ انشاء اللہ ہمارے ان اقدامات سے مسلم اُمہ ایک بار پھر اتحاد کی لڑی میں پروئی جائے گی''...... صدر صاحب نے کہا۔

''جناب صدر۔ آپ درست فرما رہے ہیں۔ انشاء اللہ آئندہ برس ہونے والی اسلامی سربراہی کانفرنس فروری سن انیس سو چوہتر

کی فضاء کو دوبارہ پیدا کر دے گی اور مسلمان ایک بار پھر متحد ہو کر اغیار کی سازشوں کو ناکام بنا دیں گے''...... سیکرٹری خارجہ سر سلطان نے اپنی کرسی سے کھڑے ہو کر مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''انشاء اللہ ایسا ہی ہو گا۔ لیکن مسلم اُمہ کے دشمن ہمیں ناکام کرنے کی کوشش کریں گے۔ خاص طور پر وہ پاکیشیا کے خلاف سازشوں میں مصروف ہو جائیں گے۔ ہم اندرونی اور بیرونی خطرات میں گھر جائیں گے اس لئے میں نے سیکرٹ سروس کے سربراہ محترم جناب ایکسٹو اور انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سر عبدالرحمٰن کو میٹنگ میں زحمت دی ہے کہ ملک کے اندرونی حالات پر سر عبدالرحمٰن کی ایجنسی نظر رکھے گی اور عالمی سطح پر اگر پاکیشیا کے خلاف کوئی سازش ہوتی ہے تو محترم ایکسٹو اس سازش کے خلاف حرکت میں آئیں گے''...... صدر صاحب نے ایکسٹو اور سر عبدالرحمٰن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''جناب صدر۔ آپ اور اس میٹنگ کے تمام شرکاء جانتے ہیں کہ انٹیلی جنس کے جانباز کارکنوں نے اپنے فرائض میں کبھی بھی غفلت نہیں برتی۔ اگر اب بھی کوئی مجرم پاکیشیا کا رخ کرتا ہے تو یہ اس مجرم کی بدقسمتی ہو گی''...... سر عبدالرحمٰن نے اپنی کرسی سے اٹھتے ہوئے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''ہم سب کو آپ کے محکمے پر فخر ہے''...... صدر صاحب نے سر

عبدالرحمٰن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تھینک یو سر۔ انشاء اللہ آپ کے فخر میں اضافہ ہو گا"...... سر عبدالرحمٰن نے خوش ہو کر کہا۔

"میرے خیال میں محترم جناب ایکسٹو کچھ نہ بھی کہیں تب بھی ہم جانتے ہیں کہ عالمی سطح پر اگر کہیں بھی پاکیشیا کے خلاف کوئی سازش تیار ہونے لگی تو اس کے آغاز سے پہلے ہی جناب ایکسٹو اس سازش کا خاتمہ کر دیں گے"...... صدر صاحب نے ایکسٹو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جبکہ میٹنگ کے تمام شرکاء بھی ایکسٹو کی طرف دیکھ رہے تھے۔ میٹنگ میں موجود تمام شرکاء اکثر ایکسٹو کی پراسرار شخصیت کے متعلق سوچتے رہتے تھے۔ اکثر ان کے دل میں یہ خواہش جنم لیتی تھی کہ وہ ایکسٹو کے بارے میں جان سکیں کہ وہ کون ہے لیکن پھر ان کا دماغ کہتا کہ ایکسٹو کی شخصیت کا پوشیدہ رہنا ہی ملک و قوم کے مفاد میں ہے تو ان کی یہ خواہش دل میں ہی دم توڑ دیتی۔ ویسے بھی وہ ایکسٹو سے خوفزدہ رہتے تھے۔ اکثر تو ایکسٹو کی موجودگی میں صحیح طریقے سے بات بھی نہیں کر سکتے تھے۔

"جناب صدر۔ آپ کے اس اعتماد کا شکریہ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایسا ہی ہو گا جیسا آپ نے فرمایا ہے"...... ایکسٹو نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

"آج کی میٹنگ کا یہی ایجنڈا تھا۔ اس سلسلے میں جب ضرورت محسوس ہوئی تو میں دوبارہ میٹنگ کال کر لوں گا۔ آج کی

میٹنگ اختتام پذیر ہوتی ہے"......صدر صاحب نے میٹنگ کے اختتام کا اعلان کرتے ہوئے کہا اور اس اعلان کے ساتھ ہی سب سے پہلے ایکسٹو اپنی کرسی سے کھڑا ہوا اور تیز تیز چلتا ہوا میٹنگ ہال سے باہر چلا گیا۔ جب ایکسٹو کی مخصوص کار حرکت میں آئی تو صدر اور پرائم منسٹر بھی اپنی اپنی کرسیوں سے اٹھے اور ساتھ ساتھ چلتے ہوئے وہ بھی میٹنگ ہال سے باہر نکل گئے۔

سوپر فیاض کے چہرے پر یتیمی ٹپک رہی تھی اور وہ سر جھکائے بیٹھا تھا جبکہ سلمٰی کے چہرے پر شدید غصے کے تاثرات تھے۔ سلمٰی نے سوپر فیاض کو ایک لڑکی کے ساتھ مارکیٹ میں دیکھا تھا۔ سلمٰی تو اسی وقت مارکیٹ میں ہی سوپر فیاض کو پکڑ لیتی لیکن سوپر فیاض اور وہ لڑکی اس دوران کار میں بیٹھ کر آگے بڑھ گئے تھے۔ سلمٰی نے سوپر فیاض کے پیچھے بھی جانے کا فیصلہ کیا لیکن یہ فیاض کی خوش قسمتی تھی کہ اس کی کار نکل گئی جبکہ سلمٰی کی کار مارکیٹ سے نکل کر سڑک پر آئی تو کچھ دیر کے لئے ٹریفک بلاکنگ میں پھنس گئی اور اسی دوران سوپر فیاض کی کار نظروں سے اوجھل ہوگئی۔

''آپ سچ سچ کیوں نہیں بتاتے۔ کون تھی وہ لڑکی''...... سلمٰی نے سوپر فیاض کی طرف دیکھتے ہوئے غصیلے لہجے میں کہا۔

''اب میں تمہیں کیا بتاؤں۔ تم عورتیں تو ہوتی ہی وہمی ہو''۔ سوپر فیاض نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''یہ میرا وہم نہیں ہے۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے آپ کو مارکیٹ میں اس لڑکی کے ساتھ دیکھا ہے''...... سلمٰی نے بدستور غصیلے لہجے میں کہا تو سوپر فیاض نے سر جھکا لیا۔ اسی لمحے کمرے میں ان کی ملازمہ داخل ہوئی۔ سوپرفیاض سوالیہ نگاہوں سے ملازمہ کی طرف دیکھنے لگا۔

''صاحب جی۔ عمران صاحب آئے ہیں''...... ملازمہ نے سوپر فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔

''عمران۔ عمران آیا ہے۔ اچھا۔ اسے ڈرائینگ روم میں بٹھاؤ''۔ سوپر فیاض نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ حیرت اسے اس بات پر ہو رہی تھی کہ عمران شاذونادر ہی اس سے ملنے کے لئے آتا تھا۔

''ڈرائینگ روم میں نہیں۔ انہیں یہاں لے آؤ''...... ملازمہ جانے لگی تو سلمٰی نے جلدی سے کہا۔

''یہاں۔ بیڈ روم میں''...... سوپر فیاض نے سلمٰی کو گھورتے ہوئے کہا۔

''جی ہاں۔ وہ آپ کے دوست اور میرے بھائی ہیں۔ وہ یہاں بیڈ روم میں آ سکتے ہیں اور اس وقت وہ میرے بلانے پر ہی آئے ہیں۔ سمجھے آپ''...... سلمٰی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''تم نے اسے بلایا ہے۔ لیکن کیوں''...... سوپر فیاض نے غصیلے

لہجے میں کہا۔

''اس لئے کہ عمران بھائی نے مجھ سے کہا ہوا ہے کہ اگر کبھی مجھے آپ سے کوئی شکایت ہو جائے تو میں براہ راست کوئی اقدام نہ کروں بلکہ انہیں بتاؤں۔ تم ابھی تک یہیں کھڑی ہو۔ جاؤ عمران بھائی کو لے آؤ''...... سلمیٰ نے پہلے سوپر فیاض اور پھر ملازمہ سے مخاطب ہو کر کہا۔

''جی بہتر بیگم صاحبہ''...... ملازمہ نے کہا اور پھر وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔ چند لمحوں بعد وہ واپس آئی تو عمران بھی اس کے ساتھ تھا۔ اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی دونوں کو سلام کیا۔

''السلام علیکم یا اہل''...... عمران نے شوخ لہجے میں اور پھر اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا کیونکہ سلمیٰ اور سوپر فیاض کے چہروں پر موجود تاثرات نے اسے بتا دیا تھا کہ یہاں حالات ٹھیک نہیں ہیں۔

''وعلیکم السلام عمران بھائی''...... سلمیٰ نے عمران کے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا جبکہ سوپر فیاض خاموش رہا۔

''خیریت تو ہے سلمیٰ بھابھی۔ کیا فیاض کو بدہضمی کی شکایت ہو گئی ہے''...... عمران نے سوپر فیاض کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا تو سوپر فیاض نے ایسے منہ بنایا جیسے اس نے کونین چبا لی ہو۔

''عمران بھائی۔ آپ نے اپنے اس دوست کے کرتوت دیکھے ہیں''...... سلمیٰ نے شکایتی لہجے میں کہا۔

''فیاض کے کرتوت۔ کہاں ہیں۔ مجھے تو نظر نہیں آ رہے''۔ عمران نے غور سے سوپر فیاض کو دیکھتے ہوئے کہا۔ عمران چونکہ جانتا تھا کہ سوپر فیاض کو لڑکیوں سے دوستی کرنے اور ان سے گپ شپ کرنے کا شوق ہے اس لئے وہ سمجھ گیا تھا کہ سلمیٰ بھابھی نے اسے کسی لڑکی کے ساتھ دیکھ لیا ہو گا اور اسی لئے وہ اس وقت غصے میں ہے۔

''ہاں۔ آپ کو ان کے کرتوت کہاں نظر آئیں گے۔ یہ آپ کے دوست جو ہوئے۔ میں تو آپ کی کچھ بھی نہیں لگتی''...... عمران کی بات سن کر سلمیٰ نے روٹھے ہوئے لہجے میں کہا تو عمران کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''اس کا تو میں صرف دوست ہوں لیکن آپ کا تو بھائی ہوں۔ چلیں بتائیں کیا بات ہے''...... عمران نے کہا۔

''عمران بھائی۔ یہ غیر لڑکیوں کے ساتھ شاپنگ اور ہوٹلنگ کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ گھومتے پھرتے ہیں اور اس دوران انہیں ذرا بھی احساس نہیں ہوتا کہ یہ صاحب اولاد ہیں۔ چند سالوں میں ان کے بچے بڑے ہو جائیں گے اور بچوں نے انہیں غیر لڑکیوں کے ساتھ دیکھ لیا تو کیا ان پر اچھا اثر پڑے گا۔ کیا انہیں اپنے باپ سے نفرت نہیں ہو جائے گی''...... سلمیٰ کا لہجہ آخر میں جذباتی ہو گیا تھا۔

''سلمیٰ بھابھی۔ آپ کہہ تو ٹھیک رہی ہیں لیکن ہو سکتا ہے کہ

آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہو کیونکہ میں سوپر فیاض کو جانتا ہوں۔ یہ تو مضبوط کردار کا مالک ہے''...... عمران نے کہا اور پھر اس نے سوپر فیاض کی طرف دیکھا۔ سلمیٰ کی بات سن کر اس کے چہرے پر شرمندگی کے تاثرات پیدا ہو گئے تھے۔

''عمران بھائی۔ میں نے انہیں خود ماڈرن مارکیٹ میں ایک لڑکی کے ساتھ دیکھا ہے''...... سلمیٰ نے کہا۔

''تو فیاض نے وضاحت نہیں دی کہ وہ لڑکی کون تھی اور اس کے ساتھ کیوں تھی''...... عمران نے اس سے پوچھا۔

''اس نے مجھے وضاحت کا موقع ہی کب دیا ہے۔ اتنی دیر سے خود ہی بولے جا رہی ہے''...... سوپر فیاض نے کہا۔

''میں نے کئی بار پوچھا ہے کہ مجھے سچ سچ بتائیں کہ وہ لڑکی کون تھی''...... سلمیٰ نے کہا۔

''ہاں۔ یہ پوچھا تو ہے لیکن مجھے بولنے کا موقع نہیں دیا''۔ سوپر فیاض نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''اچھا اب بتا دو کہ ماڈرن مارکیٹ میں جو تمہارے ساتھ لڑکی تھی وہ کون تھی''...... عمران نے سوپر فیاض کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''وہ۔ وہ لڑکی نائلہ تھی۔ اب یہ بھی میں بتاؤں کہ نائلہ کون ہے''...... سوپر فیاض نے منہ بناتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے عمران کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں التجاء تھی کہ

عمران کوئی بات بنا لے اور عمران نے اس کی آنکھوں میں موجود التجاء پڑھ لی۔

عمران جانتا تھا کہ یہ بات بڑھی تو سلمیٰ بھابھی اور سوپر فیاض کے درمیان تلخی بھی بڑھ جائے گی اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ سلمیٰ کی زندگی میں تلخیاں پیدا ہوں۔ وہ سلمیٰ کو ثریا کی طرح ہی سمجھتا تھا اس لئے اس نے اس معاملے کو یہیں پر ختم کر دینے کا فیصلہ کیا۔ اگر کوئی اور موقع ہوتا تو وہ سوپر فیاض کو ضرور زچ کرتا لیکن اب سلمیٰ کی وجہ سے اس نے فیاض کی جان بخشی کر دی تھی۔

''اچھا نائلہ تھی وہ۔ لیکن اس نے مجھے بتایا کیوں نہیں اور تم نے بھی مجھے نہیں بتایا کہ تم نے نائلہ کو شاپنگ کرا دی ہے''...... عمران نے سوپر فیاض کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''اب میں کیا کہتا''...... سوپر فیاض نے مختصر سا جواب دیا جبکہ سلمیٰ حیرت سے ان دونوں کی طرف دیکھنے لگی۔

''کیا آپ جانتے ہیں نائلہ کو لیکن مجھے بھی تو بتائیں کہ یہ کیا معاملہ ہے''...... سلمیٰ نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

''جس بلڈنگ میں میرا فلیٹ ہے اس بلڈنگ میں نائلہ بھی رہتی ہے۔ اپنے بوڑھے والدین، ایک بڑی اور ایک چھوٹی بہن کے ساتھ۔ اس کی بڑی بہن کی شادی کی عمر نکلی جا رہی ہے کیونکہ اس کے پاس جہیز میں دینے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔ نائلہ اور اس کی بڑی بہن ایک پرائیویٹ سکول میں پڑھاتی ہیں جہاں سے

انہیں اتنی تنخواہ ملتی ہے کہ وہ دو وقت کی روٹی بھی مشکل سے کر پاتی ہیں۔ ایسے میں جہیز کہاں سے دیں۔ بہت عرصے تک تو انہوں نے خودداری کا مظاہرہ کیا اور کسی سے کچھ نہیں مانگا مگر اب پانی سر سے اونچا ہو گیا ہے اور اس کی بڑی بہن کے سر میں چاندی اتر آئی ہے تو اس نے مجبور ہو کر مجھ سے مدد مانگی اور میں نے اسے سوپر فیاض کے پاس بھیج دیا تاکہ فیاض اس کی شادی کے سلسلے میں ان کی کچھ مدد کر دے''...... عمران نے ایک کہانی بناتے ہوئے کہا۔ عمران کی کہانی سن کر سلمیٰ تو کچھ مطمئن ہو گئی لیکن سوپر فیاض مکمل طور پر مطمئن نظر آنے لگا۔

''تو یہ بات آپ مجھے نہیں بتا سکتے تھے''...... سلمیٰ نے ایک بار پھر غصیلے لہجے میں کہا۔

''میں خود تمہیں یہ بتا کر اپنی نیکی برباد کر ڈالتا''...... سوپر فیاض نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''اگر آپ بتا دیتے تو میں کم از کم عمران بھائی کو تو تنگ نہ کرتی۔ سوری عمران بھائی''...... سلمیٰ نے عمران سے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

''بھائیوں کو تنگ کرنا بہنوں کا حق ہوتا ہے۔ اس میں سوری کیسی''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اب یونہی باتیں کئے جاؤ گی یا اپنے اس بھائی کو چائے بھی پلاؤ گی۔ تمہیں پتہ ہے کہ تمہارا یہ بھائی چائے کا بہت شوقین ہے۔

بے چارہ سلیمان تو چائے بنا بنا کر عاجز آ جاتا ہے''...... سوپر فیاض نے سلمیٰ سے کہا۔

''سوری عمران بھائی۔ آپ جب یہاں آئے تو یہاں کا ماحول ہی اتنا گرم تھا کہ میں آپ سے چائے کا پوچھ ہی نہ سکی۔ اب میں اپنے ہاتھوں سے آپ کے لئے چائے بنا کر لاتی ہوں''...... سلمیٰ نے مسکراتے ہوئے کہا اور اٹھ کر کمرے سے باہر چلی گئی۔ جب وہ کمرے سے باہر چلی گئی تو سوپر فیاض نے اطمینان کا گہرا سانس لیا اور ساتھ ہی اس نے ممنون نگاہوں سے عمران کی طرف دیکھا۔

''ظالم نظروں سے نہ تم مجھ کو دیکھو مر جاؤں گا''...... عمران نے گنگناتے ہوئے کہا تو سوپر فیاض کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''تھینک یو عمران۔ آج تم نے میرے اگلے پچھلے تمام شکوے دور کر دیئے ہیں''...... سوپر فیاض نے عمران کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

''باقی سب باتیں ٹھیک ہیں فیاض لیکن تم نے سلمیٰ بھابھی کی بات پر غور نہیں کیا''...... عمران نے یکدم سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''کون سی بات پر''...... سوپر فیاض نے چونک کر پوچھا۔

''یہی کہ دو چار سال بعد جب بچے کچھ بڑے ہو جائیں گے تو انہوں نے تمہیں کسی غیر عورت کے ساتھ دیکھ لیا تو وہ تمہارے بارے میں کیا سوچیں گے اور اس بات کا ان پر کیا اثر پڑے گا''...... عمران نے کہا۔

"عمران۔ تم تو جانتے ہو کہ میں صرف دوستی کی حد تک رہتا ہوں۔ اس حد سے آگے تو کبھی نہیں گیا"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"یہ وضاحت تم کس کس سے کرو گے اور ضروری تو نہیں ہے کہ ہر کوئی تمہاری وضاحت سے مطمئن بھی ہو جائے"...... عمران نے کہا تو سوپر فیاض کے ماتھے پر شکنیں نمودار ہو گئیں اور وہ سوچ میں گم ہو گیا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو عمران۔ اب مجھے لڑکیوں سے دوستی بھی چھوڑ دینی چاہئے"...... چند لمحوں بعد سوپر فیاض نے کہا۔

"ہاں۔ اب تم بوڑھے ہوتے جا رہے ہو اور بڑھاپے میں یہ حرکتیں بالکل اچھی نہیں لگتیں"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میری عمر تم سے بہت زیادہ تو نہیں ہے۔ ہاں یہ ہے کہ میں تمہاری طرح عمر چور نہیں ہوں"...... سوپر فیاض نے منہ بناتے ہوئے کہا تو عمران نے ایک زور دار قہقہہ لگایا اور اسی لمحے سلمیٰ کمرے میں داخل ہوئی۔ اس نے بھی سوپر فیاض کے آخری الفاظ سن لئے تھے اور اس کے چہرے پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میرا بھائی عمر چور نہیں ہے۔ اس کی عمر ہی اتنی ہے"...... سلمیٰ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ ہاں۔ میں ساٹھ سال کا ہو گیا ہوں اور عمران ابھی اٹھارہ سال کا لڑکا ہے"...... سوپر فیاض نے ایک بار پھر منہ بنا کر کہا تو عمران اور سلمیٰ کے چہرے پر موجود مسکراہٹ میں مزید اضافہ ہو

گیا۔ اس کے ساتھ ہی سلمیٰ نے چائے کا ایک کپ عمران کی طرف اور دوسرا سوپر فیاض کی طرف بڑھا دیا۔

"اٹھارہ سال کا تو نہیں میرا بھائی پچیس چھبیس سال کا نوجوان ہے اور اب میں نے اپنے بھائی کے ہاتھوں پر مہندی بھی لگانی ہے۔ ثریا سے میری بات ہو چکی ہے۔ بہت جلد ہم اپنے بھائی کی شادی کرنے والی ہیں"...... سلمیٰ نے لاڈ بھرے انداز میں کہا۔

"ارے باپ رے"...... سلمیٰ کی بات سن کر عمران نے بے ساختہ کہا تو سوپر فیاض کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہاں۔ بالکل عمران۔ اب تمہاری شادی بھی ہو جانی چاہئے"...... سوپر فیاض نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ابھی تم مجھ سے شادی کے متعلق کیا کہہ رہے تھے"...... عمران نے یکدم سنجیدہ لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"میں نے شادی کے بارے میں تم سے کہا تھا"...... سوپر فیاض نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"ابھی تو تم نے مجھ سے کہا تھا کہ شادی کر کے انسان مصیبت کو گلے لگا لیتا ہے"...... عمران نے سوپر فیاض کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا۔ کیا۔ میں مصیبت ہوں جو آپ کے گلے لگ گئی ہوں"۔ سلمیٰ نے سوپر فیاض کو گھورتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ نہیں۔ میں نے ایسا کچھ نہیں کہا۔ عمران اپنی طرف سے

کہہ رہا ہے“...... سوپر فیاض نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”لو۔ میں کیوں کہنے لگا۔ مجھے کیا معلوم کہ شادی مصیبت ہوتی ہے۔ یہ تو شادی شدہ حضرات کو ہی پتہ ہو گا“...... عمران نے سوپر فیاض کی بوکھلاہٹ سے محظوظ ہوتے ہوئے معصوم سے لہجے میں کہا۔

”بالکل۔ بھلا عمران بھائی کو کیا معلوم“...... سلمٰی نے جلدی سے کہا لیکن جلد ہی اسے احساس ہو گیا کہ اس نے کیا کہہ دیا ہے تو اس نے عمران کو آنکھیں دکھائیں۔ عمران کے چہرے پر معصوم سی مسکراہٹ نمودار پھیل گئی۔

”جی سلمٰی بھابھی۔ میں نے کوئی غلط بات کہہ دی ہے“۔ عمران نے معصوم سے لہجے میں کہا۔

”اب تمہیں معلوم ہوا کہ یہ عمران کس طرح سے لوگوں کو زچ کرتا ہے“...... سوپر فیاض نے جلدی سے کہا۔

”جی نہیں۔ یہ بہن بھائی کا معاملہ ہے“...... سلمٰی نے کہا تو سوپر فیاض کا ایک بار پھر منہ بن گیا۔

”عمران جو بھی بات کرے وہ مذاق ہے۔ یہ بھائی جو ہوا اور میں تمہارا دشمن ٹھہرا“...... سوپر فیاض نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”جلو مت۔ کالے ہو جاؤ گے“...... عمران نے اسے چڑانے کے لئے کہا۔ اس دوران وہ چائے بھی ختم کر چکا تھا۔ عمران نے کپ میز پر رکھا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

”آپ جانے لگے ہیں بھائی جان“...... عمران کو اٹھتے دیکھ کر سلمٰی نے کہا۔

”ہاں۔ اس وقت تو جاتا ہوں۔ پھر کسی دن چکر لگاؤں گا“۔ عمران نے سلمٰی سے کہا۔

”میں نے آپ کے لئے من موہنی سی صورت والی ایک لڑکی ڈھونڈ لی ہے۔ کسی دن ثریا کو بلاؤں گی اور پھر ہم لڑکی کے والدین سے ملنے جائیں گے اور ہاں۔ اس بار آپ نے انکار نہیں کرنا“...... سلمٰی نے کہا۔

”اگر لڑکی نے مجھے دیکھ کر انکار کر دیا تو“...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ایسا ممکن نہیں ہے۔ آپ اتنے خوبرو ہیں کہ دنیا کی کوئی بھی لڑکی آپ سے شادی کرنے سے انکار نہیں کر سکتی۔ آپ کو کسی ملک کی شہزادی بھی دیکھ لے تو وہ بھی آپ پر مر مٹے“...... سلمٰی نے عمران کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

”میری عمر کی وجہ سے اگر لڑکی انکار کر دے تو“...... عمران نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

”عمر کی وجہ سے۔ آپ کی عمر کو کیا ہوا ہے۔ اچھے بھلے نوجوان تو ہیں آپ“...... سلمٰی نے کہا۔

”ابھی آپ کے سرتاج نے فرمایا تھا کہ ساٹھ سال کے ہو چکے ہیں اور میں ان سے کوئی نو دس سال چھوٹا ہوں گا۔ یوں پچاس

سال کے قریب تو میں بھی ہو جاتا ہوں''...... عمران نے کہا۔

''یہ تو ہم پر طنز کر رہے تھے اور یہ تو میں جانتی ہوں کہ یہ ابھی چالیس کے بھی نہیں ہوئے''...... سلمٰی نے کہا۔

''دیکھا۔ یہ ہوتی ہے بہن۔ تمہیں تیس سال سے بھی کم عمر ثابت کرنے کے لئے اس نے میری عمر میں بھی دو تین سال کی ڈنڈی مار دی ہے''...... سوپر فیاض نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''جلو مت۔ کالے ہو جاؤ گے''...... جواب میں عمران نے بھی مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ بیڈ روم سے باہر نکل آیا۔

اسرائیل کے صدر اس وقت اپنے آفس میں بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے چہرے سے صاف محسوس ہو رہا تھا کہ وہ کسی گہری سوچ میں گم ہیں۔ سوچوں میں گم بیٹھے انہیں نجانے کتنی دیر گزر گئی تھی کہ ان کی میز پر رکھے ہوئے انٹرکام کی مترنم بیل بجنے لگی۔ بیل کی آواز سن کر وہ یکدم چونک پڑے۔

''یس''...... اسرائیلی صدر نے ہاتھ بڑھا کر انٹرکام کا رسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

''سر۔ مسٹر رولف تشریف لائے ہیں''...... دوسری طرف سے ان کی پرسنل سیکرٹری کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''اوکے۔ انہیں اندر بھیج دیں''...... صدر نے کہا اور انٹرکام کا رسیور رکھ دیا۔ رولف ان کا کلاس فیلو اور دوست تھا اور جب وہ صدر بنے تھے تو انہوں نے رولف کو اپنا خصوصی مشیر مقرر کر دیا تھا۔

رولف کو مشیر مقرر کرنے کی دو وجوہات تھیں۔ ایک تو رولف کے دل میں بچپن ہی سے مسلمانوں کے خلاف نفرت تھی اور دوسری وجہ اس کی ذہانت اور قابلیت تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ بے حد قوم پرست بھی تھا۔

''ہیلو سر۔ گڈ مارننگ''...... آفس کا دروازہ کھلا اور رولف کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔ ویسے تو وہ بچپن کے دوست تھے اور انتہائی بے تکلف بھی تھے لیکن جب سے مسٹر رابرٹ اسرائیل کے صدر بنے تھے رولف ان سے مؤدبانہ لہجے میں بات کرتا تھا اور صدر نے بھی اس کے مؤدبانہ لہجے پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ ان کے منصب کا تقاضا بھی یہی تھا کہ ان سے مؤدبانہ لہجے میں ہی بات کی جائے۔ رولف کی آواز سن کر انہوں نے دروازے کی طرف دیکھا۔

''یس کم ان''...... صدر صاحب نے باوقار لہجے میں کہا تو رولف ان کے قریب آ گیا۔

''پلیز تشریف رکھیں''...... صدر صاحب نے صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو رولف صوفے پر بیٹھ گیا۔

''تھینک یو سر''...... صوفے پر بیٹھتے ہوئے رولف نے صدر صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ صدر نے ایک لمحے کے لئے اسے غور سے دیکھا اور پھر انٹرکام کا رسیور اٹھا کر دو نمبر پریس کر دیئے۔

''چائے بھجوا دیں اور اس کے بعد آپ نے مجھے بالکل ڈسٹرب نہیں کرنا کیونکہ میں میٹنگ میں مصروف ہوں''...... صدر نے اپنی سیکرٹری کو ہدایات دیتے ہوئے کہا اور پھر انٹرکام کا رسیور رکھ دیا۔ چند لمحوں بعد ہی انہیں چائے سرو کر دی گئی۔ اس دوران ان کے درمیان خاموشی رہی تھی۔

''رولف۔ لگتا ہے ہماری تمام تر کوششیں بے کار جا رہی ہیں اور ہمارے تمام منصوبے ناکام ہو رہے ہیں''...... صدر نے چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے رولف سے کہا تو اس نے چونک کر صدر کو دیکھا۔

''سر۔ آپ کا اشارہ کس طرف ہے''...... رولف نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''مسلم قوم ہماری دشمن نمبر ون ہے۔ یہ واحد قوم ہے جو ہم پر غلبہ پا سکتی ہے کیونکہ یہ نظریاتی اور طاقتور قوم ہے اور اس قوم کی اصل طاقت ان کا اتحاد ہے۔ سو ہم ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے لئے منصوبے بناتے رہتے ہیں اور ان منصوبوں پر اربوں کھربوں ڈالرز خرچ کرتے ہیں۔ بہت عرصے سے ہمارے یہ منصوبے کامیابی سے ہمکنار ہو رہے ہیں۔ ہم نے مسلمان قوم کو رنگ و نسل، مختلف گروہوں اور فرقوں میں تقسیم کر کے ان کے اتحاد کے فلسفے کو ختم کر کے انہیں آپس میں لڑایا ہے اور اپنے کئی مفادات حاصل کئے ہیں''...... صدر نے کہا۔

''یس سر۔ ہم اپنے منصوبوں میں کامیاب ہیں۔ ہم نے اتحاد بین المسلمین کے فلسفے کو ختم کر کے بہادرستان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی ہے۔ اراق کو تباہ کر دیا ہے۔ وادی مشکبار کے مسلمانوں پر زمین تنگ کر دی ہے۔ روسیاہ سے آزادی حاصل کرنے والی مسلم ریاستوں میں خون کے دریا بہا دیئے ہیں۔ اب کوئی مسلمان ہمارے خلاف آواز نہیں اٹھا سکتا۔ اسلام کے قلعے پاکیشیا کو ہم نے معاشی طور پر غیر مستحکم کر دیا ہے۔ اب پاکیشیا کا وجود ہی خطرے میں ہے اور جس دن پاکیشیا صفحہ ہستی سے مٹ گیا اس دن پوری دنیا پر اسرائیل کی حکومت قائم ہو جائے گی۔ پوری دنیا پر اسرائیلی اجارہ داری کی راہ میں صرف پاکیشیا رکاوٹ بنا ہوا ہے''...... رولف نے مؤدبانہ لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔ اسے حیرت اس بات پر تھی کہ ان کے تمام منصوبے کامیابی سے ہمکنار ہو رہے تھے اور صدر صاحب نے اس کے برعکس بات کی تھی۔

''ہمارے اکثر منصوبے اب تک کامیاب ہوئے لیکن اب ہمارے منصوبے خطرے سے دوچار ہیں۔ مسلمانوں میں سویا ہوا اتحاد بین المسلمین کا جذبہ بیدار ہو رہا ہے اور اگر ایسا ہوگیا تو پھر پاکیشیا کی بجائے اسرائیل صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا''...... اسرائیلی صدر نے کہا۔

''سر۔ ایسا نہیں ہوسکتا۔ اسرائیل کو نہیں پاکیشیا کو صفحہ ہستی سے مٹنا ہے۔ آپ یہ فرمائیے کہ آپ کو کیا تشویش لاحق ہے''۔ رولف

نے جذباتی لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

''مسلمانوں میں چند ایسے لیڈر پیدا ہو گئے ہیں جو ان میں نیا جذبہ اور ولولہ پیدا کر رہے ہیں''...... صدر صاحب نے رولف سے کہا۔ ان کے لہجے سے پریشانی کا اظہار ہو رہا تھا۔

''کون سے لیڈر اور وہ کیا کر رہے ہیں''...... رولف نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

''ایسے ہر کام میں پاکیشیا تو آگے آگے ہوتا ہے''...... صدر نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

''یس سر۔ آپ درست فرما رہے ہیں''...... رولف نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''پاکیشیا کے پرائم منسٹر نے چند ملکوں کے رہنماؤں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا ہے جن میں اردن کے پرائم منسٹر منصور بن عادل، فلسطین کے رہنما ذوق خرازی اور مصری رہنما طلال بن جلال شامل ہیں۔ اب یہ تمام مسلمان رہنما عالمی سطح پر مسلمانوں میں مقبولیت حاصل کر رہے ہیں۔ مسلمان ان رہنماؤں کی تقریروں سے بہت متاثر ہو رہے ہیں۔ یہی حالات رہے تو آئندہ چند سالوں میں تمام مسلمان یک جان ہو جائیں گے اور پھر پوری دنیا پر یہودیوں کی نہیں مسلمانوں کی حکومت ہوگی اور ہمارا خواب صرف خواب ہی رہ جائے گا''...... صدر نے تشویش بھرے لہجے میں تو رولف بھی پریشان دکھائی دینے لگا۔

"سر۔ یہ تو ہمارے لئے بہت پریشانی کی بات ہے"...... رولف نے پریشان لہجے میں کہا۔

"صرف یہی نہیں۔ پاکیشیا اگلے سال اسلامی سربراہ کانفرنس منعقد کرا رہا ہے۔ اس کانفرنس کی کارروائی کو تمام مسلمان ممالک کے تمام ٹی وی چینلز براہ راست ٹیلی کاسٹ کریں گے۔ مسلم ممالک کا تمام میڈیا خصوصی پروگرام ریکارڈ کرے گا۔ ایسے نغمات، ڈرامے اور فلمیں پیش کی جائیں گی جو مسلمانوں میں نئی روح پھونک دیں گی"...... صدر نے کہا۔

"ویری بیڈ۔ سر یہ تو بہت ہی خطرناک منصوبہ ہے"...... رولف نے اور زیادہ پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ ہم نے مسلمانوں کے اس پلان کو ختم کرنا ہے"۔ صدر نے کہا۔

"سر۔ اگر پاکیشیا کے پرائم منسٹر کو ان کے ساتھی رہنماؤں جن کے ابھی آپ نے نام لئے ہیں، سمیت ختم کرا دیا جائے تو پھر یہ خطرہ ٹل سکتا ہے"...... رولف نے کہا۔

"ہاں۔ آپ کی بات درست ہے اور اس مسئلے کا حل بھی یہی ہے کہ ان رہنماؤں کو راستے سے ہٹا دیا جائے۔ جب ان اچھے رہنماؤں کا خاتمہ ہو جائے گا تو پھر مسلمانوں میں قیادت کا فقدان پیدا ہو جائے گا اور جب تک اچھی قیادت نہ ہو کوئی قوم بھی اپنے مقاصد حاصل نہیں کر سکتی"...... صدر نے کہا۔

"سر۔ ہماری ایجنسیاں بہت ہی فعال اور تیز ہیں۔ ان رہنماؤں کے خاتمے کا مشن آپ ان ایجنسیوں کے سپرد کر دیں۔ ہماری ایجنسیاں یقیناً اپنے مشنز میں کامیاب رہیں گی"...... رولف نے کہا۔

"ہماری ایجنسیاں واقعی فعال، تیز اور اعلیٰ کارکردگی کی حامل ہیں۔ لیکن پاکیشیا سیکرٹ سروس کی کارکردگی ہماری ایجنسیوں سے کہیں بڑھ کر ہے۔ ایک دو بار نہیں ہمیں کئی بار تجربہ ہو چکا ہے۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ہوتے ہوئے ہم اپنے مشن میں کامیاب نہیں ہو سکتے"...... صدر نے کہا تو رولف نے حیرت بھرے انداز میں صدر کی طرف دیکھا۔

"اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں ہے۔ جو بات میں جانتا ہوں وہ میں نے کہہ دی ہے"...... صدر نے کہا۔

"یس سر۔ آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں"...... رولف نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میں چاہتا ہوں کہ کوئی ایسا طریقہ اپنایا جائے کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے"...... صدر نے کہا تو رولف سر جھکا کر سوچنے لگا اور پھر وہ کافی دیر تک سوچتا رہا۔

"سر۔ ایک طریقہ ہے تو سہی۔ لیکن شاید آپ اس پر یقین نہ کریں"...... رولف نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں بھلا آپ کی بات پر یقین کیوں نہیں کروں گا۔ آپ

بتائیں کیا طریقہ ہے''...... صدر نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''سر۔ میرا ایک واقف کار ہے۔ ڈاکٹر شیان۔ یہ نہ صرف سائنس دان ہے بلکہ سفلی علوم کا بہت بڑا ماہر بھی ہے۔ پہلے یہ یہودی تھا لیکن اب یہ شیطان کا پیروکار ہے اور شیطان نے اسے اپنی بہت سی طاقتیں دی ہوئی ہیں۔ اب اس سے بات کر لیتے ہیں۔ ہوسکتا ہے یہ ہمارے مسئلے کا کوئی حل نکال دے''...... رولف نے کچھ دیر تک سوچنے کے بعد صدر سے کہا۔

''اگر ایسی بات ہے تو بلوائیں ڈاکٹر شیان کو۔ کہاں رہتا ہے وہ''...... صدر نے کہا۔

''سر۔ پہلے تو یہ اسرائیل میں رہتا تھا لیکن آج کل ایکریمیا میں رہ رہا ہے۔ میرے پاس اس کا فون نمبر ہے۔ میں اس سے بات کرتا ہوں''...... رولف نے کہا اور میز پر رکھے ہوئے ٹیلی فون سیٹوں کی طرف دیکھا۔ صدر صاحب سمجھ گئے کہ رولف ان کے ٹیلی فون سے کال کرنا چاہتا ہے۔

''آپ سرخ رنگ کے فون سے کال کر لیں۔ اس سیٹ سے میری سیکرٹری کا کوئی تعلق نہیں ہے''...... صدر نے کہا تو رولف نے اثبات میں سر ہلایا اور سرخ رنگ کا فون اپنی طرف کھسکایا اور نمبر پریس کرنے لگا۔

''یس۔ شیان پیلس''...... رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے

ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''رولف بول رہا ہوں۔ اسرائیل سے۔ اسرائیل کے محترم صدر صاحب کا مشیر خاص۔ مجھے ڈاکٹر شیان صاحب سے بات کرنی ہے''...... رولف نے اپنا مکمل تعارف کراتے ہوئے کہا۔

''او کے۔ سر۔ ایک منٹ ہولڈ کیجئے''...... دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر لائن پر خاموشی طاری ہو گئی۔

''ہیلو۔ ڈاکٹر شیان سپیکنگ''...... چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ایک بھاری آواز سنائی دی۔

''ڈاکٹر صاحب۔ میں رولف بول رہا ہوں۔ اسرائیل سے۔ آپ مجھے بھولے تو نہیں''...... رولف نے کہا۔

''ارے نہیں رولف صاحب۔ اپنے دوستوں کو بھلا کون بھول سکتا ہے''...... ڈاکٹر شیان کی مسکراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

''شکریہ ڈاکٹر صاحب کہ آپ نے مجھے یاد رکھا''...... رولف نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ چونکہ رولف نے لاؤڈر آن کر دیا تھا اس لئے صدر صاحب بھی ان دونوں کی آوازیں سن رہے تھے۔

''جی رولف صاحب۔ آپ نے اس ناچیز کو کیسے یاد کیا''۔ ڈاکٹر شیان نے رولف سے پوچھا۔

''ڈاکٹر شیان۔ اسرائیل کے عزت مآب صدر آپ سے ملاقات کے خواہش مند ہیں''...... رولف نے کہا۔

"وہ مجھ سے کہاں اور کس وقت ملنا چاہتے ہیں"...... دوسری طرف سے ڈاکٹر شیان نے پوچھا۔

"صدر صاحب کو چونکہ آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے اس لئے وہ آپ سے جلد از جلد ملنا چاہتے ہیں"...... رولف نے کہا اور پھر وہ صدر صاحب کی طرف دیکھنے لگا تو صدر نے اثبات میں سر ہلایا جس کا مطلب تھا کہ رولف نے ڈاکٹر شیان سے صحیح بات کی ہے۔

"کیا صدر صاحب مجھ سے چند سیکنڈ کے اندر اندر ملنا چاہتے ہیں"...... ایک مرتبہ پھر ڈاکٹر شیان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جس قدر بھی جلد ممکن ہو سکے آپ تشریف لے آئیں"۔ رولف نے کہا۔

"اوکے۔ آپ پریذیڈنٹ آفس کی سیکورٹی کو میرے متعلق بتا دیں۔ میں چند منٹوں میں پریذیڈنٹ آفس پہنچ رہا ہوں"...... ڈاکٹر شیان نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ منقطع ہو گیا تو رولف نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

"کیا واقعی ڈاکٹر شیان چند منٹوں میں یہاں پہنچ جائے گا"۔ صدر نے رولف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"سر۔ میں نے آپ کو بتایا تھا نا کہ شیطان نے ڈاکٹر شیان کو بہت سی طاقتیں دی ہوئی ہیں۔ ان طاقتوں سے وہ نجانے کیسے کیسے کام لیتا ہے"...... رولف نے مؤدبانہ لہجے میں بات کرتے ہوئے

کہا۔

"ہونہہ"...... صدر نے کہا اور پھر انہوں نے انٹرکام کا رسیور اٹھایا اور دو نمبر پریس کر دیئے۔

"دیکھو۔ کچھ ہی دیر میں ڈاکٹر شیان یہاں پہنچنے والے ہیں۔ جیسے ہی وہ تمہارے پاس پہنچے تم نے فوراً اسے میرے پاس لے آنا ہے"...... صدر نے سیکورٹی آفیسر سے کہا۔

"او کے سر۔ رائٹ سر"...... سیکورٹی آفیسر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو صدر صاحب نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

"سفلی علوم کے ماہر ایسے ایسے کام کر جاتے ہیں کہ سائنس اور عقل ایسے کاموں کو مانتی ہی نہیں"...... صدر نے کہا۔

"یس سر۔ آپ بالکل درست فرما رہے ہیں۔ اس کائنات میں ایسے ایسے اسرار بکھرے ہوئے ہیں کہ انسانی ذہن ابھی تک ان اسرار تک پہنچ ہی نہیں سکا۔ ان اسرار کو سمجھنا تو دور کی بات ہے"...... رولف نے صدر صاحب کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا۔ صدر صاحب نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ وہ ڈاکٹر شیان کے متعلق سوچنے لگے۔ ڈاکٹر شیان کا نام انہوں نے رولف سے ہی نہیں اور بھی کئی لوگوں سے سنا تھا۔ ڈاکٹر شیان بہت بڑا سائنس دان اور بہت بڑا عامل تھا۔ اپنے سفلی علوم کی وجہ سے وہ ناممکن کو بھی ممکن بنا دیتا تھا۔

چونکہ صدر صاحب سوچ میں گم تھے اس لئے رولف بھی خاموش

ہو گیا۔ پھر تقریباً تین منٹ بعد ہی انٹرکام کی بیل بجنے لگی۔ صدر صاحب چونکے اور انہوں نے انٹرکام کا ریسور اٹھا لیا۔

"یس"...... صدر صاحب نے اپنی مخصوص بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"سر۔ سیکورٹی آفیسر صاحب ڈاکٹر شیان کے ہمراہ آئے ہیں"۔ ان کی سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔

"اوکے۔ انہیں آنے دیں"...... صدر صاحب نے کہا اور انٹرکام کا ریسور رکھ دیا۔ پھر چند لمحوں بعد ان کے آفس کا دروازہ کھلا اور ان کا سیکورٹی آفیسر ڈاکٹر شیان کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ ڈاکٹر شیان کو دیکھ کر صدر صاحب اور رالف دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔

ڈاکٹر شیان کا سر انڈے کی طرح سفید اور چمکدار تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک خاص قسم کی چمک تھی اور چہرہ بلڈاگ جیسا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر مکروہ سی ہنسی تھی۔

"ویلکم۔ ویلکم۔ ڈاکٹر شیان"...... صدر صاحب نے اس کا استقبال کرتے ہوئے کہا اور ڈاکٹر شیان مسکراتا ہوا آگے بڑھا۔ اس نے پہلے صدر صاحب اور پھر رولف سے ہاتھ ملایا۔

"اوکے۔ تم جا سکتے ہو"...... صدر نے اپنے سیکورٹی آفیسر سے کہا تو وہ سیلوٹ کرنے کے بعد آفس سے باہر نکل گیا۔

"تشریف رکھیئے ڈاکٹر شیان"...... صدر صاحب نے ڈاکٹر شیان سے کہا تو وہ صوفے پر بیٹھ گیا۔

"تھینک یو جناب صدر"...... صوفے پر بیٹھنے کے بعد ڈاکٹر شیان نے صدر صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ صدر صاحب نے اخلاقاً اسے مسکرا کر دیکھا اور پھر انٹرکام کا ریسور اٹھا کر اپنی سیکرٹری کے نمبر پریس کئے۔

"آپ کیا پینا پسند کریں گے۔ چائے، کافی یا کولڈ ڈرنک"۔ صدر نے ڈاکٹر شیان سے پوچھا۔

"وسکی منگوا لیجئے"...... ڈاکٹر شیان نے صدر صاحب سے کہا تو انہوں اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اعلیٰ قسم کی شراب اور تین گلاس بھجوا دیں"...... صدر صاحب نے اپنی سیکرٹری کو ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"اوکے سر"...... دوسری طرف سے سیکرٹری کی مؤدبانہ آواز سنائی دی تو صدر صاحب نے انٹرکام کا ریسور رکھ دیا۔

"جناب صدر۔ شراب تو آتی رہے گی آپ فرمائیں کہ آپ نے مجھے کیسے یاد کیا"...... جب صدر صاحب ریسور رکھ چکے تو ڈاکٹر شیان نے ان سے پوچھا۔

"رولف صاحب۔ آپ ڈاکٹر شیان کو تمام تفصیل بتائیں"۔ صدر صاحب نے رولف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ رولف ابھی بات شروع کرنا ہی چاہتا تھا کہ اسی وقت آفس کا دروازہ کھلا اور ان کی سیکرٹری ایک ملازم کے ہمراہ آفس میں داخل ہوئی۔ ملازم نے ٹرے اُٹھائی ہوئی تھی جس میں شراب کی ایک بوتل اور تین

خوبصورت گلاس رکھے ہوئے تھے۔ ملازم نے ٹرے میز پر رکھی اور خود خاموشی سے باہر چلا گیا جبکہ سیکرٹری نے بوتل کھول کر گلاس بھرے اور پھر ایک ایک گلاس ان تینوں کے سامنے رکھ دیا۔

’’تھینک یو۔ اب آپ جا سکتی ہیں‘‘...... صدر صاحب نے اپنی سیکرٹری سے کہا تو وہ بھی باہر چلی گئی۔

’’جی رولف صاحب۔ آپ ڈاکٹر شیان صاحب کو تفصیل بتا رہے تھے‘‘...... صدر نے رولف سے کہا۔

’’یس سر‘‘...... رولف نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر اس نے ڈاکٹر شیان کو صدر صاحب کی تشویش سے آگاہ کیا۔ اس دوران ڈاکٹر شیان خاموشی سے رولف کی باتیں سنتا رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ تینوں شراب بھی پیتے رہے۔ رولف، ڈاکٹر شیان کو پوری تفصیل بتا کر خاموش ہو گیا اور امید بھری نظروں سے ڈاکٹر شیان دیکھنے لگا۔

’’اب آپ چاہتے ہیں کہ میں پرائم منسٹر آف پاکیشیا، پرائم منسٹر آف اردن، فلسطین کے رہنما ذوق فرازی اور مصری رہنما طلال بن جلال کا خاتمہ اپنی شیطانی طاقتوں کے ذریعے کر دوں‘‘...... رولف کی بات سننے کے بعد ڈاکٹر شیان نے صدر صاحب کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

’’جی ہاں۔ اگر ان رہنماؤں کا خاتمہ نہ کیا گیا تو یہ یہودیوں کے لئے بہت خطرناک ثابت ہوں گے‘‘...... صدر صاحب نے

ڈاکٹر شیان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

’’ان کے خاتمے سے مجھے کیا فائدہ ہو گا‘‘...... ڈاکٹر شیان نے صدر صاحب سے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

’’آپ یہودی ہیں۔ اپنی قوم کے مفاد کے لئے کام کرنا آپ کے فرائض میں شامل ہے‘‘...... صدر نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

’’میں پہلے کبھی یہودی تھا اب نہیں۔ اب میں شیطان کا پیروکار ہوں‘‘...... ڈاکٹر شیان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

’’آپ جتنی دولت چاہیں ہم آپ کو دے سکتے ہیں‘‘...... صدر صاحب نے ڈاکٹر شیان سے کہا۔

’’رانڈو‘‘...... صدر صاحب کی بات سن کر ڈاکٹر شیان نے کسی کو آواز دیتے ہوئے کہا اور ڈاکٹر شیان کی آواز سنتے ہی صدر صاحب اور رولف نے ایک اجڑی صورت کے بوڑھے کو کمرے میں حاضر ہوتے دیکھا۔ اس کی شکل انتہائی بھیانک تھی اور رنگت کوے جیسی کالی تھی۔

’’حکم آقا‘‘...... اس خوفناک شکل والے نے ڈاکٹر شیان کے سامنے جھکتے ہوئے کہا۔

’’اس سارے کمرے کو ڈالرز سے بھر دو‘‘...... ڈاکٹر شیان نے تحکمانہ لہجے میں رانڈو سے کہا۔

’’جی آقا‘‘...... رانڈو نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور اس نے آفس

کے ایک کونے کی طرف دیکھا تو اس کونے میں ڈالرز کی گڈیاں ظاہر ہونے لگیں۔ فرش سے چھت تک ڈالرز ہی ڈالرز نظر آنے لگے۔

"اوکے۔ اوکے۔ ہمیں معلوم ہو گیا کہ آپ کو مال و دولت کی پرواہ نہیں ہے۔ اب آپ ہمیں بتائیں کہ ہم آپ کے لئے کیا کر سکتے ہیں"...... صدر صاحب نے ڈاکٹر شیان سے مخاطب ہو کہا۔

ڈاکٹر شیان نے رانڈو کو اشارہ کیا تو رانڈو غائب ہو گیا اور اس کے غائب ہوتے ہی ڈالرز بھی غائب ہو گئے۔

"آپ نے ٹھیک کہا مجھے مال و دولت کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ اس دنیا میں بہت سے مذاہب اور فرقے موجود ہیں"...... ڈاکٹر شیان نے صدر صاحب کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں۔ آپ نے ٹھیک کہا"...... صدر نے ڈاکٹر شیان کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

"بہت سے مذاہب کی طرح ہمارا شیطانی مذہب بھی اس دنیامیں موجود ہے۔ بہت سے ملکوں میں شیطان آقا کے پیروکار موجود ہیں لیکن دیگر مذاہب کے لوگوں کی طرح ہمیں تحریر و تقریر اور تبلیغ کی اجازت نہیں ہے۔ ہم آزادانہ کسی سے بات نہیں کر سکتے۔ کسی کو اپنی بات نہیں سنا سکتے۔ ہم شیطان آقا کی پوجا کے لئے کوئی پوجا گھر نہیں بنا سکتے۔ آپ نے اتنا کرنا ہو گا کہ ہمیں اسرائیل میں آزادی دینی ہو گی تا کہ ہم اپنا مندر بنا سکیں۔ ہم کھلم

کھلا شیطانی مذہب کی تعلیم دیں اور اپنی رسومات ادا کریں۔ ہمیں کسی قسم کی رکاوٹ یا بندش کا سامنا نہ کرنا پڑے"...... ڈاکٹر شیان نے کہا۔

"اوہ۔ یہ تو بہت مشکل ہو جائے گا۔ پوری دنیا کے مذاہب ہمارے خلاف ہو جائیں گے"...... صدر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"بس۔ میری تو یہی ایک شرط ہے۔ اگر آپ یہ شرط پوری کر سکتے ہیں تو میں آپ کا یہ کام کرنے کو تیار ہوں ورنہ مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں ہے اور آپ کو مجھ ے کوئی شکایت نہیں ہو گی"...... ڈاکٹر شیان نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ کو سو فیصد یقین ہے کہ آپ ہمارا یہ کام کر دیں گے"...... اس مرتبہ رولف نے ڈاکٹر شیان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ مجھے سو فیصد یقین ہے اگر آپ ہمارا یہ کام کر دیں"۔ ڈاکٹر شیان نے کہا۔

"رولف صاحب۔ ساری دنیا کا ردعمل بہت شدید ہو گا۔ ہمیں سفارتی سطح پر بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا"...... صدر نے رولف سے کہا۔ ان کے لہجے سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ ڈاکٹر شیان کی شرط ماننے کو تیار ہیں لیکن انہیں دنیا بھر کے مذاہب کی مخالفت کا خطرہ ہے۔

''سر۔ ہم انہیں تحریری اجازت نہیں دیں گے۔ بس ان کی طرف سے آنکھیں بند کرلیں گے اور ان کے کسی کام میں مداخلت نہیں کریں گے۔ کیوں ڈاکٹر شیان۔ اس طرح آپ کا کام چل جائے گا''...... رولف نے پہلے صدراور پھر ڈاکٹر شیان سے مخاطب ہو کر کہا۔

''جی ہاں۔ ہمارا اس طرح بھی کام چل سکتا ہے''...... ڈاکٹر شیان نے کہا۔

''چلیں۔ طے ہوا کہ آپ ہمارا کام کریں گے اور اس کے بدلے میں آپ اسرائیل میں اپنے مذہب کا پرچار کریں گے اور اپنی مذہبی رسومات اور پوجا کے لئے پوجا گھر بنائیں گے''۔ رولف نے کہا۔ رولف کی بات سن کر صدر صاحب سوچ میں پڑ گئے۔

شیطانی مذہب کے پرچار کا مطلب تھا کہ ان کے اپنے مذہب کو بھی ٹھیس پہنچ سکتی تھی اور دنیا بھر میں اسرائیل کی بدنامی ہو سکتی تھی۔ وہ یہ بات جانتے تھے کہ اس وقت بھی دنیا بھر میں شیطانی مذہب کے پیروکاروں کی بڑی تعداد موجود ہے لیکن یہ لوگ کھلے عام اپنے مذہب کا اعلان نہیں کرتے تھے اور دنیا کے کسی بھی ملک میں شیطانی مذہب کے پرچار کی اجازت نہیں تھی۔

''جناب صدر۔ آپ کن سوچوں میں گم ہیں''...... رولف نے صدر صاحب کو سوچ میں ڈوبے دیکھ کر کہا۔

''رولف۔ شیطانی مذہب کے پرچار سے ہمارے اپنے مذہب کو

ٹھیس پہنچتی ہے۔ یہودی نوجوان اس مذہب کی طرف راغب ہو سکتے ہیں''...... صدر نے اپنے خدشے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

''جناب صدر۔ آپ جانتے ہیں کہ یہودی کٹڑ ہوتا ہے۔ اس کا جھکاؤ کسی دوسرے مذہب کی طرف نہیں ہو سکتا اور اگر چند لوگ یہودیت چھوڑ کر شیطانی مذہب اختیار کر بھی لیتے ہیں تو یہ اتنی خوفناک بات نہیں ہے۔ بڑے نقصان سے بچنے کے لئے ہمیں تھوڑا سا نقصان برداشت کرنا ہو گا''...... رولف نے صدر کو قائل کرتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ آپ کہہ تو ٹھیک رہے ہیں لیکن ہم پر عالمی دباؤ پڑا تو ہم کیا جواب دیں گے''...... صدر نے نیم رضامند ہوتے ہوئے کہا تو رولف کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''سر۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی عرض کیا کہ ہم انہیں سرکاری طور پر تو اجازت نہیں دیں گے۔ یہ اپنا کام کرتے رہیں گے اور ہم ان سے لاتعلقی ظاہر کرتے رہیں گے۔ جب ہم پر بہت زیادہ دباؤ پڑا تو ہم ان سے گزارش کریں گے اور یہ چند ہفتوں کے لئے انڈر گراؤنڈ ہو جائیں گے۔ چند ہفتوں بعد یہ پھر اپنا کام شروع کر دیں گے۔ اس طرح سے یہ سلسلہ طویل عرصے تک چلایا جا سکتا ہے اور دوسری بات یہ کہ ہم عالمی دباؤ کی زیادہ پرواہ کرتے ہی نہیں۔ ہمیں تو یہودیت کا مفاد عزیز ہے۔ عالمی برادری نہیں۔ فلسطین کے مسئلے پر بھی تو ہم عالمی دباؤ برداشت کر رہے ہیں''۔

رولف نے کہا تو صدر صاحب مطمئن انداز میں مسکرا دیئے۔

''ہاں۔ اب آپ نے تمام معاملہ کلیئر کر دیا ہے۔ میں اب مطمئن ہو گیا ہوں''...... صدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تھینک یو جناب صدر۔ مسلمان صرف آپ کے ہی نہیں ہمارے بھی سب سے بڑے دشمن ہیں۔ ان کے خلاف ہمیں مشترکہ کوششیں کرنی چاہئیں''...... ڈاکٹر شیان جو کہ کافی دیر سے خاموش بیٹھا ہوا تھا، نے اس مرتبہ مسکراتے ہوئے کہا تو اسرائیل کے صدر اور رولف نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''جناب ڈاکٹر شیان۔ آپ یہ بتائیں کہ آپ کو شیطانی مذہب میں کیا حیثیت حاصل ہے''...... رولف نے پوچھا۔

''میں اس دنیا میں شیطانی مذہب کا سب سے بڑا پیشوا ہوں''۔ ڈاکٹر شیان نے کہا۔

''ہندوؤں کے پوجا گھر کو مندر، عیسائیوں کی عبادت گاہ کو گرجا گھر کہتے ہیں۔ آپ لوگ اپنے پوجا گھر کو کیا کہتے ہیں''۔ رولف نے ڈاکٹر شیان سے پوچھا۔

''ہم اپنی مذہبی رسومات کے لئے عمارت مخصوص کرتے ہیں اور اسے ڈیول ہاؤس کہتے ہیں''...... ڈاکٹر شیان نے کہا۔

''اچھا۔ اب آپ بتائیں کہ آپ کیا اقدامات کریں گے کہ ہمارا کام بھی ہو جائے اور کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہو کہ یہ کام ہم نے کرایا ہے''...... صدر صاحب نے کہا۔

''آپ کچھ دیر کے لئے مجھے ایک علیحدہ کمرہ دیں اور میں آپ کو ایک ہزار ڈالر دے رہا ہوں۔ مجھے کالے رنگ کا ایک کتا منگوا دیں۔ فوری طور پر''...... ڈاکٹر شیان نے کہا اور ایک ہزار ڈالر ان کی طرف بڑھا دیئے۔

''کتا ابھی آپ کو مل جاتا ہے۔ اس کی قیمت دینے کی کیا ضرورت ہے''......صدر نے کہا۔

''جو کچھ میں جانتا ہوں آپ تو نہیں جانتے''...... ڈاکٹر شیان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''او کے۔ یہ ہزار ڈالر آپ رولف صاحب کو دے دیں۔ یہ آپ کو کتا بھی منگوا دیتے ہیں اور آپ کے لئے الگ کمرے کا انتظام بھی کر دیتے ہیں''...... صدر نے کہا تو ڈاکٹر شیان نے ہزار ڈالر رولف کی طرف بڑھا دیئے۔ رولف نے ہزار ڈالر لئے اور اٹھ کھڑا ہوا۔

''میں پانچ منٹ میں حاضر ہوتا ہوں''...... رولف نے صدر اور ڈاکٹر شیان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو ان دونوں نے ہی اثبات میں سر ہلا دیا تو رولف آفس سے باہر چلا گیا۔

''جناب صدر۔ کچھ دیر پہلے رولف صاحب نے فرمایا تھا کہ بڑے نقصان سے بچنے کے لئے چھوٹے نقصان برداشت کرنے پڑتے ہیں''...... ڈاکٹر شیان نے اس مرتبہ صدر صاحب کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں۔ یہ بات تو رولف صاحب نے بالکل درست کہی ہے"...... صدر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"جو مقصد آپ نے میرے ذمے لگایا ہے یہ مقصد تو بہت عظیم ہے۔ اس کے لئے ہمیں بہت کچھ برداشت کرنا پڑے گا"...... ڈاکٹر شیان نے کہا۔

"جی ہاں۔ مجھے اندازہ ہے۔ اب کچھ بھی ہو جائے ہم نے اپنا مقصد حاصل کرنا ہے"...... صدر نے کہا۔

"مجھے الگ کمرے میں تقریباً آدھ گھنٹہ لگ جائے گا۔ اس آدھ گھنٹے کے بعد میری آپ سے ملاقات ہو گی اور اس میں، میں آپ کو تمام تفصیلات بتاؤں گا۔ اس دوران آپ کو بھی ایک کام کرنا ہو گا"...... ڈاکٹر شیان نے صدر صاحب کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی بتائیں۔ میرے بس میں ہوا تو میں آپ کا کام ضرور کروں گا"...... صدر نے ڈاکٹر شیان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ پریشان نہ ہوں۔ میں کبھی کسی کو ایسا کام نہیں کہتا جو اس کے بس سے باہر ہو"...... ڈاکٹر شیان نے صدر صاحب کو پریشان ہوتے دیکھا تو اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ نہیں۔ میں پریشان نہیں ہوں۔ آپ فرمائیں مجھے کیا کرنا ہے"...... صدر نے ڈاکٹر شیان سے کہا۔

"رولف صاحب کی ایک بیٹی ہے کوشیلا۔ میں اس سے شادی

کرنا چاہتا ہوں۔ آپ میری اس سے شادی کرا دیں"...... ڈاکٹر شیان نے کہا۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ رولف صاحب کو آپ سے بہتر داماد تو نہیں مل سکتا۔ میں ان سے بات کرتا ہوں"...... صدر نے ڈاکٹر شیان سے کہا اس نے مطمئن انداز میں اپنا سر ہلا دیا۔

ڈاکٹر شیان الگ کمرے میں قالین پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور اس کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ اس کے پیچھے ایک کالے رنگ کا کتا بیٹھا ہوا تھا جس کی قیمت ڈاکٹر شیان نے ایک ہزار ڈالر ادا کی تھی۔ کچھ دیر تک اس کے ہونٹ ہلتے رہے اور پھر اس کے ہونٹ ہلنا بند ہوئے اور اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ جیسے ہی اس کی آنکھیں کھلیں کمرے میں بلی کی چیخ سنائی دی۔ بلی کی چیخ سن کر کتا ایک دم چونکا جبکہ ڈاکٹر شیان کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کے بعد کمرے میں تیز بو پھیلی اور ایک مکروہ شکل والی بوڑھی عورت نمودار ہوئی۔ اس بوڑھی عورت کو دیکھ کر ڈاکٹر شیان کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی جبکہ کتا بے چین ہو گیا تھا۔ مکروہ چہرے والی بوڑھی عورت نے للچائی ہوئی نظروں سے کتے کی طرف دیکھا۔ اس کے منہ سے رالیں بہنے لگیں۔

"مرونہیں رگھی۔ یہ کتا میں نے تیرے لئے ہی خریدا ہے"۔ ڈاکٹر شیان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شکریہ۔ شکریہ آقا۔ تم بہت اچھے ہو"...... مکروہ شکل والی بوڑھی رگھی نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"تو اس کی بھینٹ لے لے۔ پھر میں تجھ سے بات کرتا ہوں"...... ڈاکٹر شیان نے رگھی سے کہا تو رگھی نے خوشی سے چیخ ماری یہ چیخ بلی کی چیخ سے مشابہ تھی۔ پھر وہ اچھل کر کتے پر جا پڑی اور اس نے کتے کو قابو کر لیا۔ کمرے میں کتے کی غراہٹیں گونجنے لگیں۔ کتے نے اپنے آپ کو چھڑانے کی بہت کوشش کی لیکن وہ بوڑھی رگھی کی گرفت سے باہر نہ نکل سکا۔ رگھی کے سامنے کے دو دانت بڑے ہو گئے اور اس کا مکروہ چہرہ اور بھیانک ہو گیا۔ پھر اس نے اپنے دونوں دانت کتے کے گردن میں پیوست کر دیئے۔ کتے کی غراہٹیں اور مدافعت کم ہو گئی اور کچھ ہی دیر بعد کتے کی حرکت بالکل بند ہو گئی۔

رگھی نے اس کتے کا سارا خون پی لیا۔ جب کتا دم توڑ چکا تو رگھی نے اپنے لمبے لمبے تیز ناخن خنجر کی طرح کتے کے سینے پر پھیرے اور کتے کا سینہ کٹتا چلا گیا۔ رگھی نے کتے کا دل نکالا اور چبانے لگی۔ ڈاکٹر شیان، رگھی کو دلچسپ نظروں دیکھ رہا تھا۔ تقریباً پندرہ منٹ میں رگھی ہڈیوں سمیت کتا ہڑپ کر گئی۔ ڈاکٹر شیان اس دوران خاموش بیٹھا اسے دیکھتا رہا۔

"آقا تم بہت عظیم ہو"...... کتا کھانے کے بعد رگھی نے کہا۔

"اب تو نے میرے چند سوالوں کے جواب دینے ہیں"۔ ڈاکٹر شیان نے رگھی سے کہا اور پھر اس نے جیب سے لائٹر نکال لیا۔

"آ اور آگ کے اس شعلے پر انگلی رکھ دے"...... ڈاکٹر شیان نے لائٹر جلاتے ہوئے کہا۔

"یہ۔ یہ کیا کرنے لگے ہو آقا۔ بجھاؤ اسے۔ میں فنا ہو جاؤں گی"...... رگھی نے انتہائی خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"ابھی تو، تو کہہ رہی تھی کہ آقا میری جان لے لو"...... ڈاکٹر شیان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب یہ تو نہیں آقا کہ تم مجھے سچ مچ فنا کر ڈالو"۔ رگھی نے منہ بناتے ہوتے کہا تو ڈاکٹر شیان نے لائٹر بجھا کر جیب میں رکھ لیا اور پھر رگھی کی طرف متوجہ ہوا۔

"میں نے تجھ سے چند سوال پوچھنے ہیں"...... ڈاکٹر شیان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی آقا۔ میں تیار ہوں۔ تم پوچھو کیا پوچھنا ہے"...... رگھی نے بھی سنجیدہ لہجے میں ڈاکٹر شیان سے کہا اور پھر ڈاکٹر شیان اس سے مختلف سوال پوچھنے لگا اور رگھی اسے جواب دینے لگی۔

"ہونہہ۔ ٹھیک ہے رگھی۔ اب تو واپس جا سکتی ہے"...... ڈاکٹر شیان جب تمام سوال پوچھ چکا تو اس نے رگھی سے کہا تو رگھی نے ایک مرتبہ پھر چیخ ماری جو کہ بلی کی چیخ کے مشابہ تھی اور پھر وہ

غائب ہو گئی۔ اس کے غائب ہوتے ہی کمرے سے تیز بو بھی ختم ہو گئی۔ ڈاکٹر شیان کمرے کا دروازہ کھول کر باہر آ گیا کیونکہ اسے کمرہ پریذیڈنٹ آفس کے قریب ہی دیا گیا تھا اس لئے وہ اس کمرے سے نکل کر پریذیڈنٹ آفس میں پہنچ گیا۔ آفس میں اسرائیل کے صدر اور رولف اس کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ آفس میں داخل ہوا تو ان دونوں نے کھڑے ہو کر اس کا استقبال کیا۔ وہ صدر صاحب کے سامنے والے صوفے پر جا کر بیٹھ گیا۔ صدر صاحب اور رولف بھی بیٹھ گئے۔

"جی ڈاکٹر شیان۔ اب آپ کیا فرماتے ہیں۔ کیا ہمارا کام ہو جائے گا"...... صدر صاحب نے اس سے پوچھا۔

"ڈاکٹر شیان کے لئے کوئی کام بھی مشکل نہیں ہوتا"...... ڈاکٹر شیان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ کیا اقدامات کریں گے ڈاکٹر شیان"...... اس مرتبہ رولف نے ڈاکٹر شیان سے پوچھا۔

"آپ پہلے شراب منگوائیں۔ مجھے پیاس لگ رہی ہے۔ اس کے بعد میں آپ کو تفصیل بتاتا ہوں"...... ڈاکٹر شیان نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا تو صدر صاحب نے انٹرکام اٹھا کر اپنی سیکرٹری کو شراب لانے کی ہدایت کی۔ ڈاکٹر شیان کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات دیکھ کر وہ بھی مطمئن ہو گئے تھے۔

"رولف صاحب۔ میں نے صدر صاحب سے ایک گزارش کی

ہے"...... ڈاکٹر شیان نے رولف سے سوالیہ انداز میں کہا۔

"صدر صاحب نے مجھ سے ذکر کیا ہے۔ مجھے بھلا کیا اعتراض ہوسکتا ہے"...... رولف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تھینک یو سر۔ یہ میرے لئے اعزاز کی بات ہے کہ مس کوشیلا سے میری شادی ہو"...... ڈاکٹر شیان نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا اور اسی وقت صدر صاحب کی سیکرٹری ایک ملازم کے ساتھ آفس میں داخل ہوئی۔ ملازم نے ٹرے اٹھائی ہوئی تھی جس میں شراب کی بوتل اور تین گلاس موجود تھے۔ ملازم نے ٹرے میز پر رکھی اور آفس سے باہر نکل گیا جبکہ سیکرٹری نے بوتل کھول کر تین گلاس تیار کئے اور ان تینوں کے سامنے رکھ دیئے۔

"اوکے۔ اب آپ جا سکتی ہیں"...... صدر نے اپنی سیکرٹری سے کہا تو وہ باہر چلی گئی۔

"آپ نے جو چار نام لئے ہیں پاکیشیا اور اردن کے پرائم منسٹر، فلسطینی رہنما ذوق خرازی اور مصری رہنما طلال بن جلال، ان کا کام میرے لئے بہت آسان ہے لیکن اس کے لئے مجھے ایک طویل پراسس سے گزرنا پڑے گا"...... ڈاکٹر شیان نے کہا اور اپنے سامنے رکھا ہوا شراب کا گلاس اٹھا کر اپنے منہ سے لگا لیا۔

"کیا آپ ہمیں وہ پراسس بتانا پسند کریں گے"...... رولف نے سنجیدہ لہجے میں ڈاکٹر شیان سے کہا۔

"جی ہاں۔ آپ کو بتانے میں کوئی قباحت نہیں لیکن اس کے

لئے ضروری ہے کہ آپ میری تمام باتوں پر یقین کریں گے۔ میری تقریباً تمام باتیں انسانی عقل سے ماوراء ہوں گی"۔ ڈاکٹر شیان نے کہا۔

"ڈاکٹر شیان صاحب۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ دنیا عجیب وغریب باتوں سے بھری ہوئی ہے۔ یہاں انسانوں، جانوروں اور درختوں کے علاوہ بھی بے شمار مخلوقات ہیں۔ جنہیں ہم ہوائی مخلوقات یا ماورائی مخلوقات کہہ سکتے ہیں۔ اس دنیا میں اسرار ہی اسرار ہیں۔ آپ بات کریں ہمیں آپ پر مکمل اعتماد ہے"...... اسرائیلی صدر نے کہا۔

"سب سے پہلے مجھے افریقہ کے جنگلوں میں موجود آدمخور قبائل میں سے ایک وحشی کو اٹھا کر لانا پڑے گا۔ اس کے بعد میں تین دن تک اس وحشی کو بھوکا پیاسا رکھوں گا اور اس پر ایک سفلی عمل کروں گا۔ یہ سفلی عمل مکمل کر کے میں اسے بے ہوش کر دوں گا۔ چوتھے دن اس کے جسم میں ایک آدمی کا خون منتقل کروں گا اور اپنا عمل جاری رکھوں گا۔ اس خون کی منتقلی کے بعد اس میں اتنی پراسرار طاقتیں آ جائیں گی کہ اس کے لئے تمام حدود و قیود ختم ہو جائیں گی۔ اس رات میں اسے چار مطلوبہ افراد میں سے کسی ایک کے پاس بھیج دوں گا۔ وہ اس کا خون پی کر واپس آ جائے گا اور ایک مرتبہ پھر بے ہوش ہو جائے گا۔ اس کے بے ہوش ہو جانے کے بعد میرا عمل دوبارہ شروع ہو جائے گا۔ پانچویں دن مجھے ایک اور آدمی کا خون

اس کے جسم میں داخل کرنا پڑے گا۔ اس دن بھی وہ وحشی ایک رات کے لئے ہوش میں لایا جائے گا اور میں اسے آپ کے دوسرے ٹارگٹ کی طرف بھیج دوں گا۔ پانچ دنوں میں آپ کے دو مطلوبہ آدمیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ پھر چھٹے دن مجھے اس وحشی کے جسم میں دو آدمیوں کا خون منتقل کرنا پڑے گا اور پھر میرا عمل دوبارہ شروع ہو جائے گا۔ اس کے بعد وہ ہوش میں آئے گا تو ایک عفریت بن چکا ہو گا اور مرتے دم تک میرا غلام رہے گا''۔ ڈاکٹر شیان نے مسلسل بولتے ہوئے کہا اور پھر خاموش ہو کر ان دونوں کے چہروں کی طرف دیکھا۔ ان دونوں کے چہرے پر حیرت کے تاثرات تھے۔ انہیں حیران دیکھ کر ڈاکٹر شیان کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

''میں نے آپ سے کہا تھا نا کہ آپ کو میری باتوں پر یقین نہیں آئے گا''...... ڈاکٹر شیان نے ان دونوں سے کہا۔

''ہمیں آپ کی باتوں پر یقین ہے ڈاکٹر صاحب۔ بس تھوڑی سی حیرت تو ہوتی ہے نا''...... صدر صاحب نے کہا۔

''ڈاکٹر شیان۔ اس آدمخور کے جسم میں آپ جن چار افراد کا خون منتقل کریں گے وہ چار آدمی کوئی خاص ہوں گے یا کوئی سے چار آدمیوں کا خون اس میں منتقل ہو جائے گا''...... رولف نے ڈاکٹر شیان سے پوچھا۔

''وہ ان چار ممالک کے مخصوص آدمی ہوں گے جن ممالک میں

آپ کے ٹارگٹ موجود ہیں۔ اردن میں ایک آدمی ہے کرنل زید جو کہ اردن کی سیکرٹ ایجنسی کا چیف ہے۔ پاکیشیا کا ایک آدمی ہے سوپر فیاض جو کہ پاکیشیا سنٹرل انٹیلی جنس میں سپرنٹنڈنٹ ہے۔ فلسطینی رہنما کا ایک دوست ہے مقبول اور مصری رہنما کا ایک کزن ہے عادل۔ مجھے ان چار آدمیوں کے خون کی ضرورت ہے''...... ڈاکٹر شیان نے دیتے ہوئے کہا تو رولف نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''آپ ان سب کو خود اغوا کرا لیں گے یا ہمیں آپ کی مدد کرنی پڑے گی''...... صدر نے ڈاکٹر شیان سے پوچھا۔

''اب آپ کو کوئی کام بھی نہیں کرنا پڑے گا۔ سب کام میں خود کر لوں گا''...... ڈاکٹر شیان نے مسکراتے ہوئے کہا

''آپ نے بتایا ہے کہ وہ عفریت کئی سال تک آپ کی غلام رہے گی تو کیا ان چار افراد کے خاتمے کے بعد بھی آپ اسے کسی کے خاتمہ کے لئے بھیج سکیں گے''...... صدر نے ڈاکٹر شیان سے پوچھا۔

''بالکل۔ وہ عفریت جب تک زندہ رہے گی میرے حکم کی غلام رہے گی اور ہر مہینے دو بار مجھے کسی نہ کسی کا خون اسے پلانا پڑے گا''...... ڈاکٹر شیان نے کہا تو رولف اور صدر صاحب سوچ میں پڑ گئے۔

''کیا آپ کا کوئی اور دشمن بھی ہے جس کا آپ خاتمہ چاہتے

ہیں''...... ڈاکٹر شان نے صدر سے پوچھا۔

''میرا وہ ذاتی دشمن نہیں ہے۔ وہ تو پوری یہودیت کا دشمن ہے''...... صدر نے کہا۔

''اوہ۔ کس کی بات کر رہے ہیں سر''...... رولف نے چونکتے ہوئے صدر سے پوچھا۔

''آپ اسے جانتے ہیں رولف صاحب۔ صرف آپ ہی نہیں اسرائیلی کا بچہ بچہ اس دشمن سے واقف ہے اور اس کی موت کا خواہاں ہے لیکن اس کم بخت کو موت ہی نہیں آتی''...... صدر نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

''کہیں آپ علی عمران کی بات تو نہیں کر رہے سر''...... رولف نے صدر سے پوچھا۔

''ہاں۔ میں اسی علی عمران کی بات کر رہا ہوں جو ہمارا دشمن نمبر ون ہے''...... صدر نے کہا۔

''جناب صدر۔ آپ فکر نہ کریں۔ صرف تین مہینوں کی بات ہے اس کے بعد آپ کے اس دشمن کا بھی خاتمہ ہو جائے گا''۔ ڈاکٹر شیان نے صدر صاحب کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''اس کے خاتمے کی سینکڑوں بار کوششیں ہو چکی ہیں۔ اس کے خاتمے کے لئے اربوں ڈالرز خرچ کئے جا چکے ہیں لیکن اس شخص کو موت نہیں آتی۔ لگتا ہے اس نے آب حیات پی رکھا ہے''۔ صدر صاحب نے مایوس لہجے میں کہا۔

''آج تک آپ نے کوششیں کی ہیں۔ آپ نے کروڑوں اربوں ڈالرز خرچ کئے ہیں۔ میں نے تو ایک کوشش بھی نہیں کی۔ میں جب اپنی عفریت کو اس کا خون پینے کے لئے بھیجوں گا تو پھر دیکھوں گا کہ وہ کیسے بچتا ہے''...... ڈاکٹر شیان نے تکبر بھرے لہجے میں کہا۔

''سر۔ ڈاکٹر شیان صاحب ٹھیک کہ رہے ہیں۔ علی عمران کے خاتمہ کے لئے آج تک جتنی بھی کوششیں ہوئی ہیں وہ انسانوں نے کی ہیں کسی پراسرار مخلوق نے نہیں۔ جب ایک پراسرار عفریت اس کا خون پینے کے لئے اس کے سر پر پہنچ جائے گی تو وہ اس سے کیسے بچ سکے گا''...... رولف نے کہا۔

''ڈاکٹر صاحب۔ آپ کی عفریت پر ریوالور کی گولی، چاقو یا خنجر وغیرہ تو اثر نہیں کرے گا''...... صدر صاحب نے پوچھا۔

''اوہ۔ نو۔ نو۔ صدر صاحب۔ اس پر تو ایٹم بم بھی اثر نہیں کرے گا۔ وہ کوئی زندہ انسان تو نہیں ہے۔ وہ تو بدروح ہو گی جسے خاص عمل کر کے ایک مردہ جسم میں منتقل کیا جائے گا۔ وہ تو کسی پر یکدم ظاہر ہو گی اور لمحوں میں اس کا خون پی کر غائب ہو جائے گی۔ اس سے بچنا کسی انسان کے بس میں نہیں ہو گا''...... ڈاکٹر شیان نے کہا تو صدر صاحب مطمئن نظر آنے لگے۔ واقعی کسی عفریت سے بچنا انسان کے بس کی بات تو نہیں تھی۔

''ہاں۔ آپ ٹھیک کہ رہے ہیں۔ مجھے یقین ہو چلا ہے کہ اب

عمران کی زندگی کے دن تھوڑے رہ گئے ہیں‘‘...... اس مرتبہ صدر صاحب نے مطمئن لہجے میں کہا تو ڈاکٹر شیان مسکرانے لگا پھر اس نے رولف کی طرف دیکھا۔

’’رولف صاحب۔ میں چاہتا ہوں کہ مس کوشیلا سے میری شادی آج شام ہو جائے‘‘...... ڈاکٹر شیان نے کہا۔

’’ہاں۔ ہاں۔ رولف کو بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے‘‘...... رولف کے بولنے سے پہلے صدر صاحب نے کہا۔

’’جی ہاں۔ صدر صاحب کا اور آپ کا حکم ٹالا تو نہیں جا سکتا‘‘...... رولف نے ڈاکٹر شیان سے کہا۔

’’بس پھر آپ بھی تیاری کیجئے اور مجھے بھی تیاری کے لئے تھوڑا سا وقت دے دیجئے‘‘...... ڈاکٹر شیان نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اسے اٹھتے دیکھ کر صدر صاحب اور رولف بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ ڈاکٹر شیان نے ان دونوں سے ہاتھ ملایا اور آفس سے باہر نکل گیا

ڈور بیل بجی اور بجتی ہی چلی گئی۔ جولیا جھلا اٹھی۔ بیل بجانے کا یہ انداز عمران کا تھا۔

’’ٹھہرو۔ ٹھہرو۔ آ رہی ہوں۔ کیا موت کا فرشتہ تمہارے پیچھے لگا ہوا ہے‘‘...... جولیا نے بلند آواز سے کہا لیکن اس کا بلند آواز میں بولنا بیکار ہی تھا کیونکہ فلیٹ ساؤنڈ پروف ہونے کی وجہ سے جولیا کی آواز باہر نہیں جا سکتی تھی۔ جولیا تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی دروازے تک پہنچی۔ اسے یقین تھا کہ دروازے پر عمران ہی ہے لیکن اس کے باوجود احتیاط کے طور پر اس نے مائیک آن کر دیا۔

’’کون ہے۔ کال بیل سے ہاتھ ہٹاؤ‘‘...... جولیا نے تیز لہجے میں کہا تو کال بیل یکدم خاموش ہو گئی۔

’’بادشاہ کے دروازے پر۔ اوہ نہیں۔ ملکہ کے دروازے پر۔

ہاں یہ صحیح ہے۔ ملکہ کے دروازے پر فقیر ہی آ سکتا ہے''...... باہر سے عمران کی شوخ آواز سنائی دی تو جولیا نے دروازہ کھول دیا۔

''ملکہ۔ کون ملکہ۔ یہاں تو کوئی ملکہ نہیں رہتی''...... دروازہ کھلتے ہی عمران اندر آیا تو جولیا نے کہا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ دونوں سیٹنگ روم کی طرف بڑھنے لگے۔

''اوہ۔ ملکہ بھی میں نے غلط کہا ہے۔ تم تو شہزادی ہو۔ حسن کی شہزادی۔ میرے دل کی شہزادی''...... عمران نے ٹھیٹھ عاشقوں کے سے انداز میں کہا تو جولیا کا سرخ چہرہ مزید سرخ ہو گیا۔

''تم۔ تم یہی بکواس کرنے کے لئے یہاں آئے ہو''...... جولیا نے مصنوعی خفگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

''تم تو میرے جذبات کو بھی مذاق سمجھتی ہو''...... عمران نے آہ بھرتے ہوئے کہا۔

''تم جیسا پتھر دل جذبات رکھتا ہے''...... جولیا نے عمران کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''نادان ہو۔ ناسمجھ ہو۔ اب میں تمہیں کیسے سمجھاؤں۔ کیا دل چیر کر دکھاؤں''...... عمران نے کہا۔

''نہ تمہارے پاس جذبات ہیں اور نہ دل۔ تم ٹھیک بتاؤ تم کیوں آئے ہو''...... جولیا نے فوراً ہی جذباتی کیفیت سے باہر آتے آئے کہا۔ وہ جانتی تھی کہ عمران کے نزدیک اس قسم کی باتیں بے معنی تھیں۔ وہ صرف دل جلانے کے لئے ایسی باتیں کیا کرتا

تھا۔

''ایسے تو نہ کہو جولیا۔ انسان تو انسان جذبات تو جانوروں، پرندوں اور نباتات میں بھی ہوتے ہیں''...... عمران نے کہا۔ اس کے لہجے میں نجانے کیا بات تھی کہ جولیا کے دل کی دھڑکن تیز ہونے لگی۔

''بے شک۔ انسان، حیوان اور نباتات تک میں جذبات ہوتے ہیں لیکن تم تو ان سب سے گئے گزرے ہو۔ اس وقت بھی تم مجھے بنانے کی کوشش کر رہے ہو لیکن یاد رکھو میں اب پہلے والی جولیا نہیں ہوں''...... جولیا نے ایک بار پھر جذباتی کیفیت سے باہر آتے ہوئے کہا۔

''اچھا۔ تم مجھے انسان تو انسان حیوان بھی نہیں سمجھتی''...... عمران نے شکایت بھرے لہجے میں کہا۔

''اگر تم خود کو حیوان سمجھتے ہو تو میں کیا کہہ سکتی ہوں''...... جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ جولیا کی اس خوبصورت چوٹ پر عمران اپنے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا جبکہ جولیا کی مسکراہٹ گہری ہو گی۔

''اچھا۔ صحیح صحیح بتاؤ تم کیوں آئے ہو''...... جولیا نے ایک بار پھر عمران سے اس کے آنے کا مقصد پوچھا۔

''کیا تمہارے پاس آنے کے لئے کسی مقصد کا ہونا ضروری ہے''...... عمران نے کہا۔

''ہاں۔ تم بغیر مقصد کے آ ہی نہیں سکتے''...... جولیا نے کہا۔

"تم سے ملنا بھی تو ایک مقصد ہے بلکہ میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہے"...... عمران نے ایک مرتبہ پھر رومانٹک لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا تو جولیا کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"عمران۔ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے۔ آج تم کچھ زیادہ ہی رومانٹک نہیں ہو رہے"...... جولیا نے عمران سے کہا۔

"شاید موسم کا اثر ہے۔ آج موسم ابرآلود ہے"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کاش یہ موسم ہمیشہ ایسا ہی رہے"...... جولیا نے دھیمے لہجے میں کہا لیکن عمران جولیا کی بات نہ سن سکا۔

"کیا کہا تم نے۔ ذرا پھر سے کہنا۔ میں سن نہیں سکا"۔ عمران نے جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں کئی بار اپنا سوال دہرا چکی ہوں کہ تم کس کام سے آئے ہو"...... جولیا کہا۔

"بہت عرصے سے میں بیروزگار ہوں نا"...... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"تم بے روزگار ہو۔ میں سمجھی نہیں"...... جولیا نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"تم تو ہو سرکاری ملازم۔ کام ہو نہ ہو تنخواہ ملتی رہتی ہے جبکہ میں ہوں پرائیویٹ آدمی۔ جب کوئی کیس ہو تو اس کے معاوضے میں چیک مل جاتا ہے اور جب کوئی کیس نہ ہو تو تمہارا پردہ نشین

باس ادھار بھی نہیں دیتا"...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"عمران۔ کیا تمہیں اس وقت پیسوں کی ضرورت ہے"...... جولیا نے عمران کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے پیسوں کی ضرورت نہیں ہے لیکن شاید سلیمان کو ضرورت ہے۔ وہ کہہ رہا تھا کہ کچن میں دودھ، پتی اور چینی سب کچھ ختم ہو گیا ہے لہٰذا چائے نہیں مل سکتی اور میں چائے پینے کے لئے پیدل ہی تمہارے فلیٹ پر آ گیا"...... عمران نے معصوم سے لہجے میں کہا۔

"پیدل کیوں۔ گاڑی کہاں گئی تمہاری"...... جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"گاڑی تو کہیں نہیں گئی۔ بلڈنگ میں کھڑی ہے مگر گاڑی میں پٹرول ہو گا تو وہ چلے گی نا"...... عمران نے بدستور معصوم سے لہجے میں کہا تو جولیا اٹھ کر کچن کی طرف بڑھ گئی۔ کچھ دیر بعد وہ واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں ٹرے تھی جس میں چائے کے دو کپ رکھے ہوئے تھے۔ اس نے ایک کپ عمران کی طرف بڑھایا اور دوسرا کپ لئے وہ صوفے پر بیٹھ گئی۔

"شکریہ جولیا۔ تمہارے ہاتھ کی چائے بہت مزیدار ہوتی ہے"۔ عمران نے جولیا کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا تو جولیا نے عمران کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے چائے کے خالی برتن اٹھائے اور ایک بار پھر کچن کی طرف بڑھ گئی۔ چند لمحوں بعد وہ واپس آ گئی۔

"عمران۔ یہ رکھ لو"...... جولیا نے عمران کی طرف کچھ رقم

بڑھاتے ہوئے کہا تو عمران مسکرانے لگا۔

''یہ کیا ہے جولیا''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یہ پچاس ہزار روپے ہیں۔ باس تمہیں ادھار نہیں دیتا اس لئے میں تمہیں دے رہی ہوں''...... جولیا نے کہا۔

''اتنا بڑا ادھار۔ مگر میں تمہیں یہ پیسے لوٹاؤں گا کیسے''۔ عمران نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''مت لوٹانا۔ میں تم سے مانگوں گی بھی نہیں۔ اور ہاں۔ ہر وقت باس کے شکوے نہ کیا کرو''...... جولیا نے کہا۔

''تھینک یو جولیا۔ میں نے سمجھا یہ رقم میری محبت میں دے رہی ہو لیکن اب معلوم ہوا کہ یہ تو تم اپنے چیف ایکسٹو کی محبت میں مجھے دے رہی ہو''...... عمران نے مایوس سے لہجے میں کہا۔

''ہر ماتحت کو اپنے باس سے محبت ہونی چاہئے۔ تم کیوں جیلس ہو رہے ہو''...... جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تم بھی میری غربت کا مذاق اڑا لو''...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا تو جولیا چند لمحوں تک عمران کو دیکھتی رہی اور پھر اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''میں بھی تمہاری باتوں میں آ جاتی ہوں حالانکہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ تم یہ سب ڈرامہ کرتے ہو''...... جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے پچاس ہزار روپے سٹنگ روم میں موجود ٹیبل کی دراز میں رکھ دیئے۔

''تمہارا کوئی قصور نہیں جولیا۔ مشکل وقت میں انسان کا اپنا سایہ بھی ساتھ چھوڑ دیتا ہے''...... عمران نے آہ بھرتے ہوئے کہا لیکن اب اس کے انداز کا اثر جولیا پر نہیں ہوا اور پھر اس سے پہلے کہ ان میں مزید کوئی بات ہوتی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

''یس۔ جولیا سپیکنگ''...... جولیا نے آگے بڑھ کر رسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

''ایکسٹو''...... دوسری طرف سے ایکسٹو کی مخصوص آواز سنائی دی تو جولیا نے ہاتھ بڑھا کر لاؤڈر کا بٹن پریس کر دیا تاکہ عمران بھی ایکسٹو کی آواز سن سکے۔

''یس سر''...... جولیا نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''کیا عمران یہاں موجود ہے''...... ایکسٹو نے پوچھا۔

''یس سر۔ عمران یہاں موجود ہے''...... جولیا نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''رسیور عمران کو دو''...... ایکسٹو نے کہا۔

''اوکے سر''...... جولیا نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور رسیور عمران کی طرف بڑھا دیا۔

''یس سر۔ عمران بول رہا ہوں''...... عمران نے رسیور کان سے لگاتے ہوئے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''تمہارا موبائل کیوں آف ہے''...... ایکسٹو نے سرد لہجے میں کہا۔

''سر۔ بہت دنوں سے سیکرٹ سروس کے پاس کوئی کیس نہیں تھا جس کی وجہ سے مجھے کوئی چیک نہیں ملا۔ سو مزید دو چار دن زندہ رہنے کے لئے مجبوراً مجھے موبائل فون بیچنا پڑا''...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو جولیا نے چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ تو عمران کی بات کو مذاق سمجھی تھی لیکن عمران ایکسٹو سے انتہائی سنجیدہ لہجے میں بات کر رہا تھا۔

''یہ تمہارے ذاتی معاملات ہیں جن سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ٹھیک ہے تم نے موبائل فون بیچ دیا مگر تمہارا واچ ٹرانسمیٹر کہاں ہے''...... ایکسٹو نے سرد لہجے میں پوچھا۔

''جب حالات ہی انسان کے حق میں نہ ہوں تو انسان کے تمام کام غلط ہو جاتے ہیں۔ آج صبح ہی میری گھڑی فرش پر گری اور اس کا ڈائل اور پن ٹوٹ گئی۔ سو واچ ٹرانسمیٹر بھی آف ہو گیا''۔ عمران نے بدستور سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''تم فوراً ہی دانش منزل پہنچ جاؤ''...... ایکسٹو نے اس کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے اسے دانش منزل پہنچنے کی ہدایت کی۔

''سر۔ میں نے ملازمت کے لئے ایک آفس میں اپلائی کیا ہوا ہے۔ میں اب وہاں انٹرویو دینے جا رہا ہوں''...... عمران نے ایکسٹو کو جواب دیتے ہوئے کہا تو جولیا نے اسے چونک کر دیکھا۔

''تم میری حکم عدولی کر رہے ہو''...... ایکسٹو نے یکدم غراتے ہوئے کہا۔ ایکسٹو کی غراہٹ سن کر جولیا کے جسم نے جھرجھری لی

اور وہ خوفزدہ سی ہو گئی۔

''مجبوری ہے سر۔ میں نے اپنا پیٹ تو پالنا ہے''...... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''رسیور جولیا کو دو''...... ایکسٹو نے سرد لہجے میں کہا تو عمران نے رسیور جولیا کی طرف بڑھا دیا۔

''یس سر۔ یس سر''...... جولیا نے رسیور لے کر کپکپائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اسے اندازہ تھا کہ اب ایکسٹو نے اسے کیا کہنا ہے اس لئے فون کا رسیور بھی اس کے ہاتھوں میں لرزنے لگا تھا۔

''جولیا۔ عمران کو شوٹ کر دو''...... دوسری طرف سے ایکسٹو نے غراتے ہوئے کہا۔

''اوکے سر۔ رائٹ سر''...... جولیا نے بدستور کپکپاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''اوکے۔ اسے شوٹ کرنے کے بعد مجھے رپورٹ دینا''۔ ایکسٹو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی سلسلہ منقطع ہو گیا تو جولیا نے رسیور کریڈل پر رکھا اور لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے میز کی طرف بڑھی۔ اس نے میز کی دراز کھولی اور ریوالور نکال کر اس کا رخ عمران کی طرف کر دیا۔ اس کے ہاتھ بری طرح لرز رہے تھے۔ ایکسٹو کا حکم وہ ٹال نہیں سکتی تھی اور عمران پر گولی چلا نہیں سکتی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ اسی کشمکش میں وہ اچانک لہرائی اور پھر بے ہوش ہو کر قالین پر گر پڑی۔

رات کے چار بج چکے تھے۔ پوری کائنات پر گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ چاند کی آخری تاریخیں تھیں جس کی وجہ سے تاریکی پوری کائنات پر راج کر رہی تھی۔ انسان، چرند، پرند اور درخت سب اس وقت سوئے ہوئے تھے۔

سوپر فیاض اور مسز سلمٰی فیاض بھی اپنے بیڈ روم میں گہری نیند سوئے ہوئے تھے۔ ان کے کمرے میں نائٹ بلب جل رہا تھا۔ دروازہ اور کھڑکیاں اندر سے بند تھیں۔ اچانک ان کے دروازے کے قریب ہی بلی کی چیخ سنائی دی اور پھر دروازے کے قریب ہی ایک کالی بلی نمودار ہوئی۔ بلی چند لمحوں تک دروازے پر کھڑی دروازے کو گھورتی رہی اور پھر وہ کھڑکیوں کی طرف بڑھی۔ کھڑکیوں کے قریب پہنچتے ہی بلی کی جسامت بڑھنے لگی اور چند ہی لمحوں میں وہ کافی بڑی ہوگئی۔ پھر بلی کی ہیئت یکدم تبدیل ہوگئی۔

اب وہاں بلی کی بجائے مکروہ شکل والی رگھی کھڑی تھی۔ رگھی نے کمرے کی دونوں کھڑکیوں پر دباؤ ڈالا لیکن کھڑکیاں بند تھیں۔ پھر وہ دروازے پر پلٹ آئی۔ اس نے دروازے پر بھی دباؤ ڈالا لیکن دروازہ بھی اندر سے بند تھا۔ اس نے اوپر کی طرف نظر اٹھائی تو دیوار میں دو روشن دان تھے۔ روشن دان دیکھ کر اس کے بھیانک چہرے پر مکروہ سی ہنسی آ گئی کیونکہ روشن دان کھلے تھے۔ پھر اس کا وجود آہستہ آہستہ اوپر اٹھنے لگا۔ جیسے ہی وہ روشن دان کے قریب پہنچی اور اس نے اندر جھانکنے کی کوشش کی تو اسے ایک جھٹکا لگا اور وہ چیختی ہوئی فرش پر آ گری۔ وہ بہت زور سے چیخی تھی لیکن لگتا تھا کہ اس کی چیخ کسی نے نہیں سنی تھی کیونکہ اس کی چیخ سے کوئی بھی وہاں نہیں آیا تھا۔ وہ کچھ دیر تک فرش پر پڑی کراہتی رہی اور پھر بہت مشکلوں سے اٹھی اور اس نے ایک زبردست چیخ ماری۔ اس کی چیخ بلی کی چیخ سے مشابہ تھی۔ اس چیخ کے ساتھ ہی وہ عورت سے بلی میں تبدیلی ہوگئی اور پھر بلی یکدم ہی وہاں سے غائب ہوگئی۔

اگلے ہی لمحے وہ ایک اور کوٹھی میں ظاہر ہوئی۔ اس کوٹھی میں ظاہر ہو کر وہ ایک کمرے کی طرف بڑھی۔ وہ کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگئی۔ اس کمرے میں ایک آرام کرسی پر ڈاکٹر شیان بیٹھا ہوا تھا جبکہ کمرے کے ایک کونے میں شیطان کا ایک بہت بڑا بت رکھا ہوا تھا۔ رگھی جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئی تو وہ ڈاکٹر شیان کے سامنے جھک گئی۔ چند لمحوں تک جھکے رہنے کے بعد وہ

سیدھی ہوگئی۔

"رگھی۔ سوپر فیاض کو لے آئی ہو"...... ڈاکٹر شیان نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"نہیں آقا۔ میں فی الحال سوپر فیاض کو لانے میں کامیاب نہیں ہوسکی"...... رگھی نے سر جھکائے ہوئے کہا۔

"کیوں۔ ناکامی کا مطلب تم جانتی ہو"...... ڈاکٹر شیان نے کسی درندے کی مانند غراتے ہوئے کہا۔

"جی آقا۔ میں جانتی ہوں۔ ناکامی کا مطلب ہے موت"۔ رگھی نے مؤدبانہ لہجے میں ڈاکٹر شیان سے کہا۔

"پھر بھی تم مجھے ناکامی کی رپورٹ دے رہی ہو"...... ڈاکٹر شیان نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"آقا۔ جس کمرے میں سوپر فیاض سویا ہوا ہے اس کمرے کی دیواروں پر روشن کلام کے چار نقش لگے ہوئے ہیں لہٰذا میں اس کمرے میں داخل نہیں ہوسکتی۔ ہاں جب سوپر فیاض اس کمرے سے باہر نکلے گا تو میں اسے اٹھا کر لے آؤں گی"...... رگھی نے بدستور مؤدبانہ لہجے میں کہا تو ڈاکٹر شیان نے سر ہلا دیا۔

"ہونہہ۔ یہ بات میں بھی جانتا ہوں۔ ٹھیک ہے۔ تم سوپر فیاض کے کمرے کے قریب ہی رہو۔ جیسے ہی سوپر فیاض اپنے کمرے سے باہر نکلے تم نے فوراً اس پر قابو پانا ہے"...... ڈاکٹر شیان نے کہا تو کمرے میں یکدم تیز چیخ سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی رگھی

کمرے سے غائب ہوگئی۔ وہ دوبارہ سوپر فیاض کی کوٹھی میں ظاہر ہوئی اور وہاں ایک بار پھر بلی کی تیز چیخ سنائی دی۔

ظاہر ہوتے ہی رگھی نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر یکدم ہی بلی میں تبدیل ہوگئی۔ بلی نے سوپر فیاض کے کمرے کا ایک چکر لگایا اور پھر صحن میں موجود درختوں کی اوٹ میں چلی گئی۔ اب اسے سوپر فیاض کے جاگنے کا انتظار کرنا تھا تاکہ جیسے ہی وہ کمرے سے باہر نکلے وہ اسے پکڑ لے۔ اس کا یہ انتظار کافی طویل ثابت ہوا۔ صبح کا اجالا پھیلا تو کمرے کا دروازہ کھلا اور مسز سلمٰی فیاض کمرے سے باہر آئی۔ اس کا رخ کچن کی طرف تھا جہاں اس نے پانی گرم کر کے وضو کرنا تھا اور پھر نماز پڑھنی تھی۔ فیاض بھی اس وقت اٹھتا تھا۔ وہ اٹھنے کے بعد لان میں آتا تھا اور وہاں چہل قدمی کرتا تھا۔ لہٰذا حسب معمول وہ بھی چہل قدمی کے لئے کمرے سے باہر نکلا اور لان میں آ گیا۔ رگھی اس کے انتظار میں بیٹھی ہوئی تھی۔ جیسے ہی وہ لان میں آیا رگھی بلی کی صورت میں اس کے سامنے آ گئی اور اسے گھورنے لگی۔

"شی۔ شی"...... سوپر فیاض نے اسے بھگانے کی کوشش کی۔ وہ پڑھا لکھا اور اعلیٰ عہدے پر فائز تھا لیکن معاشرے میں موجود توہم پرستی کے اثرات اس پر بھی تھے۔ صبح ہی صبح ایک کالی بلی اس کے سامنے آ گئی تھی اور یہ اس کے لئے اچھی علامت نہیں تھی اس لئے سوپر فیاض نے اسے بھگانے کی کوشش کی لیکن بلی پر اس کی شی شی

کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ وہ دور بھاگنے کی بجائے سوپر فیاض کے قریب آ گئی۔ قریب آتے ہی بلی تیز آواز میں چیخی اور پھر وہ بلی یکدم غائب ہو گئی جبکہ اس کی جگہ سوپر فیاض کے سامنے ایک خوفناک شکل کی عورت ظاہر ہو گئی۔ اس عورت کے خدوخال اور چہرہ اس قدر بھیانک تھا کہ سوپر فیاض جیسا نڈر آدمی بھی خوف سے اچھل پڑا اور اس کے منہ سے چیخ بلند ہو گئی۔

''بزدل کہیں کا۔ چیختا ہے''...... رگھی نے سوپر فیاض کی چیخ سن کر طنزیہ لہجے میں کہا اور پھر اس نے تیزی سے آگے بڑھ کر سوپر فیاض کے دونوں بازو پکڑ لئے۔ سوپر فیاض اچھی خاصی جسامت کا تھا اور اس کا جسم بے پناہ طاقت کا مالک تھا۔ اس نے رگھی کے ہاتھوں سے اپنے بازو چھڑانے کی کوشش بھی لیکن اسے ایسے محسوس ہوا جیسے اس کے بازو کسی فولادی شکنجے میں جکڑے گئے ہوں اور پھر سوپر فیاض کو ایک جھٹکا لگا اور اسے کوئی ہوش نہ رہا۔ رگھی، سوپر فیاض سمیت وہاں سے غائب ہوئی اور ڈاکٹر شیان کی کوٹھی پر پہنچ گئی۔ ڈاکٹر شیان اس کا انتظار کر رہا تھا۔

''آؤ رگھی۔ میں تم سے بہت خوش ہوں''...... جیسے ہی رگھی سوپر فیاض سمیت ڈاکٹر شیان کے مخصوص کمرے میں داخل ہوئی تو ڈاکٹر شیان نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''شکریہ آقا۔ شکریہ''...... رگھی نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

''اسے تم نیچے تہہ خانے میں پہنچا دو''...... ڈاکٹر شیان نے رگھی

کو حکم دیتے ہوئے کہا۔

''جی آقا۔ یہ ابھی تہہ خانے میں پہنچ جاتا ہے''...... رگھی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور ایک بار پھر اس نے سوپر فیاض کو دونوں بازوؤں سے پکڑا اور پھر وہ یکدم کمرے سے غائب ہو گئی۔ چند سیکنڈ بعد وہ دوبارہ کمرے میں حاضر ہو گئی۔ اس کے چہرے پر بھیانک مسکراہٹ تھی۔

''آقا۔ آپ کا دشمن نمبر ایک تہہ خانے میں پہنچ چکا ہے''۔ رگھی نے ڈاکٹر شیان سے کہا۔

''آج کی رات تم نے صرف ایک آدمی کو اغوا کرنے میں گزار دی ہے۔ دوسرے آدمیوں کو اغوا کرنے میں تو تم نے کئی روز لگا دیئے ہیں''...... ڈاکٹر شیان نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''آقا۔ میں سوپر فیاض کے کمرے میں داخل نہیں ہو سکتی تھی اس لئے مجھے تمام رات لان میں گزاری پڑی۔ مجھے یقین ہے کہ دوسرے آدمیوں کو یہاں لانے میں زیادہ وقت نہیں لگے گا''۔ رگھی نے مؤدبانہ لہجے میں ڈاکٹر شیان سے کہا۔

''وجہ کوئی بھی ہو کام میں تاخیر نہیں ہونی چاہئے۔ تمہیں میں آج تو معاف کر رہا ہوں لیکن آئندہ معافی نہیں ملے گی''...... ڈاکٹر شیان نے غراتے ہوئے کہا۔ ڈاکٹر شیان کے مزاج کا بھی کچھ پتہ نہیں چلتا تھا۔ چند لمحے پہلے اس نے رگھی سے خوشگوار لہجے میں بات کی تھی اور اب وہ اس سے ناراض ہو گیا تھا۔

"بہتر آقا۔ میں سمجھ گئی۔ آپ فکر نہ کریں"...... رگھی نے کپکپاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"آج رات تم نے فلسطینی رہنما ذوق خرازی کے دوست مقبول، مصری رہنما کے کزن عادل اور اردن کے کرنل زید کو اغوا کر کے تہہ خانے میں پہنچا دینا ہے لیکن تاخیر اور غفلت کسی صورت برداشت نہیں ہو گی"...... ڈاکٹر شیان نے سخت لہجے میں کہا۔

"جی آقا۔ آج بالکل تاخیر نہیں ہو گی"...... رگھی نے ڈاکٹر شیان سے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اب تم میری نظروں کے سامنے سے دور ہو جاؤ"۔ ڈاکٹر شیان نے رگھی سے کہا تو اس کی بات سن کر رگھی نے چیخ ماری جو کہ حسب معمول بلی کی چیخ سے مشابہہ تھی اور اس کے بعد وہ فوراً ہی غائب ہو گئی۔

عمران دانش منزل کے کنٹرول روم میں داخل ہوا تو بلیک زیرو اس کے احترام میں کھڑا ہو گیا۔

"تم نے تو آج مجھے مروا دیا تھا۔ جولیا کا نشانہ کبھی خطا نہیں ہوتا"...... رسمی سلام دعا کے بعد عمران نے اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا تو بلیک زیرو کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"عمران صاحب۔ میں جانتا ہوں جولیا آپ پر کبھی بھی گولی نہیں چلا سکتی"...... بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ تمہارا خیال ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اسے ایکسٹو کا حکم زیادہ عزیز ہے"...... عمران نے کہا۔

"نہیں عمران صاحب۔ ایکسٹو کا حکم ماننا تو اس کے پروفیشن کا تقاضا ہے جبکہ آپ اس کے لئے پروفیشن سے کہیں بڑھ کر ہیں۔ آپ کے سانسوں کی ڈوری کے ساتھ تو اس کے دل کی دھڑکن

بندھی ہوئی ہے''...... بلیک زیرو نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

''آج کل تم رومانوی ناول تو نہیں پڑھ رہے''...... عمران نے حیرت سے بلیک زیرو کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''مطالعہ تو انسان کو ہر قسم کی کتابوں کا کرنا چاہئے۔ ویسے میں نے جولیا کے بارے میں غلط تو نہیں کہا۔ آپ خود بتائیں کہ کیا اس نے ایکسٹو کا حکم مانا اور آپ کو شوٹ کر دیا''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''ہاں۔ اس نے مجھے شوٹ کرنے کے لئے ریوالور نکال لیا تھا۔ نہ صرف ریوالور نکال لیا تھا بلکہ مجھ پر تان بھی لیا لیکن پھر وہ بے چاری بے ہوش ہو کر گر پڑی''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''یہی تو میں نے عرض کی ہے کہ جولیا آپ پر کبھی گولی نہیں چلا سکتی''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''تمہارا حکم وہ ٹال نہیں سکتی اور مجھ پر وہ گولی چلا نہیں سکتی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بے چاری بے ہوش ہو گئی''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''پھر۔ پھر کیا ہوا عمران صاحب''...... بلیک زیرو نے کہا تو عمران کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''پھر کیا ہونا تھا۔ پہلے تو میں اسے ہوش میں لایا اور اس کے بعد اسے یقین دلایا کہ میں سیدھا دانش منزل جا رہا ہوں اور دانش

منزل پہنچ کر میں مرغا بن کر ایکسٹو سے معافی مانگوں لوں گا۔ اگر ایکسٹو نے مجھے معاف کر دیا تو ٹھیک ورنہ میں خود کو گولی مار لوں گا۔ میرے یقین دلانے پر اس نے ریوالور واپس میز کی دراز میں رکھ لیا۔ نہیں تو ہوش میں آتے ہی اس نے دوبارہ مجھ پر ریوالور تان لیا تھا''...... عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''عمران صاحب۔ آپ اس بے چاری کو بہت تنگ کرتے ہیں'۔ بلیک زیرو نے کہا۔

''ان باتوں میں اصل بات تو رہ ہی گئی۔ تم یہ بتاؤ کہ تم نے مجھے فون کیوں کیا تھا''...... عمران نے کہا۔

''سر سلطان صاحب کا فون آیا تھا۔ وہ آپ سے فوراً ملنا چاہتے ہیں''...... بلیک زیرو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''سلطان معظم مجھ سے فوری ملنا چاہتے ہیں اور تم نے مجھے اتنی دیر سے باتوں میں الجھا رکھا ہے۔ اس تاخیر کی وجہ سے اگر گردن زنی کے احکامات آ گئے تو میں جلاد کو تمہاری طرف بھیج دوں گا''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر ہاتھ بڑھا کر اس نے فون کا رسیور اٹھا لیا اور سر سلطان کے آفس کے نمبر پریس کرنے لگا۔

''ہیلو۔ سلطان بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے سر سلطان کی آواز سنائی دی۔

''کون سے سلطان بول رہے ہیں۔ سلطان معظم یا صرف نام

کے سلطان''...... عمران نے چہکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''اوہ۔ عمران بیٹے تم۔ تم فوری طور پر میرے آفس آ جاؤ''۔ سرسلطان نے جلدی سے کہا اور اس کے ساتھ ہی سلسلہ منقطع ہو گیا تو عمران نے منہ بناتے ہوئے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

''لو بھائی۔ شاہی فرمان آ گیا ہے۔ اب اگر گردن زنی کے احکامات بھی آ گئے تو میں جلاد کو تمہاری طرف بھیج دوں گا''۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ اپنی مخصوص کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا اور پھر کچھ دیر بعد وہ سرسلطان کے آفس کے باہر موجود تھا۔

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ''...... عمران نے آفس میں داخل ہوتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔

''وعلیکم السلام۔ آؤ۔ آؤ عمران بیٹے بیٹھو۔ میں بہت دیر سے تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا''...... سرسلطان نے جلدی سے کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ عمران ان کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا اور پھر اس نے سرسلطان کے چہرے کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''عمران۔ تمہارا دوست سوپر فیاض اپنے گھر سے اغوا ہو گیا ہے''...... سرسلطان نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو عمران ان کی بات سن کر بے اختیار اچھل پڑا۔ سوپر فیاض کوئی معمولی آدمی نہیں تھا۔ وہ سنٹرل انٹیلی جنس کا سپرنٹنڈنٹ تھا اور اس کی کوٹھی پر ہر

وقت پہرہ ہوتا تھا۔ کوٹھی سے سوپر فیاض کا اغوا ہو جانا معمولی بات نہیں تھی لیکن اب یہ غیر معمولی واقعہ وقوع پذیر ہو چکا تھا۔

''آپ مجھے سوپر فیاض کے اغوا کی تفصیلات بتائیں''...... عمران نے کہا۔

''مجھے زیادہ تفصیلات کا تو علم نہیں ہے۔ تم ایسا کرو کہ سوپر فیاض کی مسز سے مل لو۔ وہ تمہیں مکمل تفصیلات سے آگاہ کر دے گی''...... سرسلطان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوکے۔ میں سلمیٰ بھابھی سے مل لیتا ہوں''...... عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ سرسلطان کے آفس سے باہر نکل آیا اور کچھ ہی دیر بعد اس کی کار آفیسرز کالونی کی طرف بڑھنے لگی۔ کچھ دیر بعد وہ سوپر فیاض کی کوٹھی کے سامنے پہنچ گیا۔ اس نے کار کا ہارن بجایا تو گیٹ کا چھوٹا دروازہ کھلا اور ایک پولیس والے کی صورت دکھائی دی۔

''جی صاحب''...... پولیس والے نے عمران سے پوچھا۔ اس کا لہجہ تو مؤدبانہ تھا لیکن انداز ایسے تھا جیسے عمران کوئی مشکوک آدمی ہو۔

''مجھے سلمیٰ بھابھی سے ملنا ہے۔ ان سے کہو کہ گیٹ پر عمران آیا ہے''......عمران نے کہا۔

''آپ کو ان سے کیا کام ہے''...... پولیس والے نے مکمل انکوائری کرتے ہوئے عمران سے پوچھا۔

''شٹ اپ۔ وقت ضائع مت کرو۔ فوراً انہیں اطلاع دو''۔
عمران نے غصیلے لہجے میں کہا تو پولیس والا عمران کے انداز سے فوراً ہی متاثر ہو گیا اور اس نے مزید کوئی بات نہ کی اور واپس اندر چلا گیا۔ پھر چند لمحوں بعد گیٹ کھل گیا اور اس پولیس والے کی صورت دکھائی دی۔

''تشریف لے جایئے جناب۔ بیگم صاحبہ آپ کی منتظر ہیں''۔
پولیس والے نے پہلے سے زیادہ مؤدبانہ لہجے میں کہا تو عمران نے کار آگے بڑھائی اور گیٹ کے قریب بنے ہوئے کیبن میں اسے تین چار پولیس والے نظر آئے۔ گیٹ سے آگے اصل عمارت تک سیدھی سڑک جاتی تھی اور اس سڑک کے دائیں بائیں وسیع و عریض لان تھے جن میں اب بھی چار مالی موجود تھے۔

''نجانے سوپر فیاض کا اغوا کس وقت اور کیسے ہوا''...... عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر کار کو پورچ میں روک کر اور دروازہ کھول کر جیسے ہی نیچے اترا سلمیٰ فیاض بھی وہاں آ گئی۔ وہ بہت پریشان دکھائی دے رہی تھی۔

''اچھا ہوا عمران بھائی کہ آپ آ گئے۔ آپ کے دوست پر نجانے کیا مصیبت آن پڑی ہے''...... سلمیٰ نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں آپ کی بات سمجھا نہیں سلمیٰ بھابھی۔ مجھے تو پتہ چلا ہے کہ سوپر فیاض کو اغوا کر لیا گیا ہے جبکہ آپ بتا رہی ہیں کہ وہ کسی

مصیبت میں پھنس گئے ہیں''...... عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

''میں کیا کہوں کہ وہ اغوا ہوئے ہیں یا''...... سلمیٰ نے کہا اور پھر وہ خاموش ہو گئی۔ اس دوران وہ ڈرائینگ روم میں داخل ہو گئے تھے۔ عمران ایک صوفے پر بیٹھ گیا جبکہ سلمیٰ بھی اس کے سامنے ہی دوسرے صوفے پر بیٹھ گئی۔

''سلمیٰ بھابھی۔ فیاض کا اغوا ہونا پریشانی کی بات ہے لیکن اتنی زیادہ پریشانی کی بات بھی نہیں ہے کہ آپ اپنی حالت تباہ کر لیں۔ آپ یقین رکھیں کہ سوپر فیاض بہت جلد خیر و خیریت سے گھر پہنچ جائے گا''...... عمران نے سلمیٰ کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔ عمران کی تسلی کے باوجود سلمیٰ مطمئن نہ ہوئی بلکہ اس کی آنکھیں بھر آئیں۔

''ہاں۔ آپ کیا کہہ رہی تھیں کہ فیاض اغوا ہوا ہے یا۔ کیا مطلب ہے۔ کیا فیاض اغوا نہیں ہوا''...... عمران نے جلدی سے پوچھا تو سلمیٰ نے خود پر قابو پا لیا۔

''عمران بھائی۔ میں جو واقعہ آپ کو سنانے لگی ہوں آپ اس پر یقین نہیں کریں گے''...... سلمیٰ نے کہا۔

''ایسی کوئی بات نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ میری سلمیٰ بھابھی جھوٹ نہیں بولتیں''...... عمران نے کہا۔

''فیاض صبح لان میں چہل قدمی کرتے ہیں۔ معمول کے مطابق آج صبح بھی وہ لان میں چہل قدمی کر رہے تھے اور میں کچن میں

وضو کے لئے پانی گرم رہی تھی کہ میں نے فیاض کی چیخ سنی۔ چیخ سن کر میں فوراً ہی کچن سے باہر نکلی۔ میں نے لان کی طرف دیکھا تو گنگ سی ہو کر رہ گئی۔ فیاض کو ایک انتہائی بھیانک اور خوفناک شکل کی عورت نے دونوں ہاتھوں سے پکڑا ہوا تھا اور فیاض اس سے اپنے بازو چھڑانے کی کوشش کر رہے تھے۔ پھر میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ دونوں غائب ہو گئے۔ ان کے غائب ہونے کے بعد بھی میں کافی دیر تک بے حس و حرکت کھڑی رہی۔ پھر جیسے ہی مجھے ہوش آیا میں نے شور مچا دیا۔ تمام ملازمین بھی اٹھ کر آ گئے اور گیٹ پر موجود پولیس والے بھی آ گئے۔ میں نے ان سب کو یہ واقعہ سنایا اور سب نے فیاض کو تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن فیاض ابھی تک نہیں ملے''...... سلمیٰ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا تو عمران سوچ میں گم ہو گیا۔

''عمران بھائی۔ آپ کو اس واقعے پر یقین نہیں آ رہا''...... سلمیٰ نے عمران کو خاموش دیکھ کر کہا۔

''مجھے اس واقعے پر پورا یقین ہے۔ ہماری دنیا میں کبھی کبھار ایسے واقعات ہو جاتے ہیں۔ میں تو یہ سوچ رہا ہوں کہ فیاض کی تلاش کا کام کہاں سے شروع کروں''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''عمران بھائی۔ کیا آپ انہیں تلاش نہیں کر پائیں گے''۔ سلمیٰ نے مایوس سے لہجے میں پوچھا۔

''سلمیٰ بھابھی۔ میں ہر حال میں فیاض کو تلاش کر لوں گا۔ آپ فکر نہ کریں''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''عمران بھائی۔ انہیں کسی عام انسان نے نہیں بلکہ کسی ماورائی مخلوق نے اغوا کیا ہے''...... سلمیٰ نے کہا۔

''مجھے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے جو کائنات میں موجود بد طاقتوں کے مقابلے میں خیر کی کوشش کرنے والوں کا ساتھ دیتا ہے اور انہیں کامیابی سے ہمکنار بھی کرتا ہے اس لئے آپ فکر نہ کریں۔ بس نماز پڑھیں اور دعا کریں''...... عمران نے سلمیٰ کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''عمران بھائی۔ ماورائی مخلوق کو تلاش کرنے کے لئے تو آپ کے پاس کوئی لائن آف ایکشن نہیں ہو گی۔ بھلا کون جانتا ہے کہ یہ مخلوق کہاں رہتی ہے''...... سلمیٰ نے کہا کیونکہ وہ عمران کی بات سے مطمئن نہیں ہوئی تھی۔

''سلمیٰ بھابھی۔ جب انسان اللہ پر بھروسہ کر کے سچے جذبے کے ساتھ کسی منزل کی طرف روانہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے راستوں کی نشاندہی کسی نہ کسی طریقے سے کرتا جاتا ہے۔ میں نے کہا نا کہ آپ بے فکر ہو جائیں اور صرف میری کامیابی اور سو پر فیاض کی سلامتی کے لئے دعا کریں۔ انشاء اللہ فیاض صحیح سلامت واپس آ جائے گا''...... عمران نے ایک بار پھر سلمیٰ کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''عمران بھائی۔ میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں''...... سلمٰی نے کہا تو عمران نے محسوس کیا کہ سلمٰی ابھی تک مطمئن نہیں ہوئی تھی۔ سلمٰی کو مطمئن کرنے کے لئے عمران کچھ بھی نہیں کرسکتا تھا۔ وہ فی الحال زبانی تسلی دے سکتا تھا جو وہ دے چکا تھا۔ چونکہ یہ معاملہ ماورائی مخلوق کا تھا اور سلمٰی نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اس لئے وہ مطمئن نہیں ہو رہی تھی۔ بھلا ایک عام انسان ماورائی مخلوق کا مقابلہ کیسے کرسکتا تھا جبکہ وہ یہ بھی نہ جانتا ہو کہ وہ ماورائی مخلوق رہتی کہاں ہے۔ اب چونکہ عمران اس کی تسلی کے لئے مزید کچھ نہیں کرسکتا تھا اس لئے وہ اجازت لے کر وہاں سے چل پڑا۔

''رگھی۔ آج میں تجھ سے بہت خوش ہوں۔ تو نے تینوں آدمیوں کو تھوڑی ہی دیر میں میرے تہہ خانے میں پہنچا دیا ہے''۔ ڈاکٹر شیان نے رگھی سے کہا تو رگھی خوش ہوگئی۔

''آقا۔ تمہاری خوشی میں ہی میری خوشی ہے''...... رگھی نے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

''اب تو افریقہ کے آدمخور قبیلوں میں چلی جا۔ تجھے اس وقت جو بھی وحشی کسی انسان کا گوشت کھاتا ہوا ملے اسے اٹھا کر یہاں لے آ''...... ڈاکٹر شیان نے رگھی کو حکم دیتے ہوئے کہا۔

''تمہارے حکم کی تعمیل ہو گی آقا''...... رگھی نے مزید جھکتے ہوئے کہا اور پھر وہ سیدھی ہوگئی۔ اگلے ہی لمحے اس نے بلی کی سی چیخ ماری اور وہاں سے غائب ہوگئی۔ اس کے غائب ہونے کے بعد ڈاکٹر شیان کمرے میں موجود الماری کی طرف بڑھا۔ الماری

کھول کر اس نے شراب کی بوتل نکالی اور شیطان کے بت کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے بوتل کا ڈھکن اتارا اور شراب کی بوتل شیطان کے بت کے منہ سے لگا دی۔

''لو بڑے آقا۔ تم بھی شراب پیئو۔ شراب تمہاری پسندیدہ چیز ہے''...... ڈاکٹر شیان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ شراب شیطان کے بت کے منہ سے ٹکرا کر نیچے گرنے لگی۔ جب چند قطرے نیچے گر گئے تو ڈاکٹر شیان نے بوتل شیطان کے بت کے منہ سے ہٹا لی اور اپنے منہ سے لگا لی۔ چند گھونٹ پینے کے بعد اس نے بوتل اپنے منہ سے بھی ہٹا لی۔

''آقا۔ تمہاری جھوٹی شراب تو تیز ہو جاتی ہے۔ واہ۔ واہ۔ مزہ آ گیا''...... ڈاکٹر شیان نے بت کے سامنے جھکتے ہوئے کہا اور پھر اس نے سیدھے ہو کر دوبارہ شراب کی بوتل منہ سے لگا لی۔ بوتل آدھی سے زیادہ خالی ہو گئی تو اس نے سانس لینے کے لئے پھر بوتل منہ سے ہٹائی اور اس نے دو تین گہرے سانس لئے اور باقی ماندہ شراب بھی پی گیا۔ اس بوتل کو ختم کرنے کے بعد اس نے الماری سے دوسری شراب کی بوتل نکال لی اور اسے گھونٹ گھونٹ پینے لگا۔ اس بوتل میں سے بھی وہ آدھی شراب پی چکا تھا کہ رگھی کمرے میں حاضر ہوئی۔ اس نے اپنے کندھے پر ایک نو دس سال کے حبشی بچے کو اٹھایا ہوا تھا۔ اس نے بچے کو فرش پر لٹا دیا۔

''یہ تو بچے کو اٹھا لائی ہے''...... ڈاکٹر شیان نے بچے کو دیکھ کر

غصیلے لہجے میں کہا۔

''آقا۔ آپ نے خود ہی تو کہا تھا کہ جو وحشی اس وقت انسانی گوشت کھاتا ہوا ملے میں اسے اٹھا لاؤں۔ اس بچے کے ماں باپ اسے انسانی گوشت کھلا رہے تھے اس لئے میں اسے اٹھا لائی''۔ ڈاکٹر شیان کو غصے میں دیکھ کر رگھی نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''اس کے ماں باپ میں سے کسی ایک کو اٹھا لاتی''...... ڈاکٹر شیان نے نرم لہجے میں کہا۔

''آقا۔ وہ خود اس وقت انسانی گوشت نہیں کھا رہے تھے''۔ رگھی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''میرا کام تو اس سے بھی چل جائے گا۔ چلو ٹھیک ہے''۔ ڈاکٹر شیان نے مطمئن لہجے میں کہا تو رگھی نے بھی اطمینان کا گہرا سانس لیا جبکہ ڈاکٹر شیان بچے کی طرف بڑھا۔ اس نے بچے کو اٹھا کر اپنے کندھے پر ڈالا اور پھر بجلی کے سوئچ بورڈ کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے ایک بٹن پریس کیا تو ایک دیوار میں دروازے جتنا خلاء پیدا ہو گیا۔ وہ اس خلاء کی طرف بڑھا۔ خلاء میں سے سیڑھیاں نیچے جا رہی تھیں۔ وہ سیڑھیاں اترنے لگا۔ سیڑھیوں کا اختتام تہہ خانے میں ہوا۔

یہ ایک وسیع و عریض تہہ خانہ تھا۔ تہہ خانے میں چار کرسیاں موجود تھیں اور ان کرسیوں پر سوپر فیاض، کرنل زید، مقبول اور عادل زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ وہ سبھی اس وقت ہوش میں تھے۔

ڈاکٹر شیان ان کے قریب پہنچا تو وہ اسے گھورنے لگے۔ ڈاکٹر شیان کے ساتھ رگھی بھی تہہ خانے میں آ گئی تھی۔

''دو کرسیاں اور لے آ''...... ڈاکٹر شیان نے رگھی سے کہا تو رگھی ایک لمحے کے لئے غائب ہوئی اور دوسرے لمحے کمرے میں دو کرسیاں اور آ گئیں اور رگھی بھی کرسیوں کے ساتھ ہی ظاہر ہو گئی۔

''اس بچے کو بھی کرسی پر جکڑ دو''...... ڈاکٹر شیان نے رگھی سے کہا اور خود بھی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ رگھی نے آگے بڑھ کر بچے کو اٹھا کر کرسی پر بٹھایا اور پھر بچے کے جسم پر بھی لوہے کی زنجیریں آ گئیں۔ اس دوران وہ چاروں قیدی خاموش ہی رہے تھے۔ وہ ڈاکٹر شیان کو گھور رہے تھے لیکن ان میں سے کوئی بھی اس سے مخاطب نہ ہوا تھا۔

''کیا حال ہے دوستو''...... وحشی بچے کو زنجیروں میں جکڑنے کے بعد ڈاکٹر شیان ان کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تم کون ہو اور تم نے ہمیں اس طرح کیوں باندھ رکھا ہے''...... کرنل زید نے پوچھا۔

''ہاں واقعی۔ پہلے تو تعارف ہونا چاہئے۔ میرا نام ڈاکٹر شیان ہے۔ میں تو تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں لیکن تم مجھے اور ایک دوسرے کو نہیں جانتے اس لئے میں تمہارا بھی آپس میں تعارف کرا دوں۔ تمہارے دائیں طرف کی پہلی کرسی پر پاکیشیا سنٹرل انٹیلی جنس

کا سپرنٹنڈنٹ سوپر فیاض ہے۔ دوسری کرسی پر اردن کی سیکرٹ ایجنسی کا چیف کرنل زید ہے۔ تیسری کرسی پر مقبول ہے جو کہ فلسطینی رہنما ذوق خرازی کا قریبی ساتھی ہے اور چوتھی کرسی پر مصری رہنما طلال بن جلال کا قریبی ساتھی عادل ہے''...... ڈاکٹر شیان نے مسکراتے ہوئے ان سب کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

''تم نے ہمیں کیوں اغوا کیا ہے اور ہمیں کیوں قید کیا ہوا ہے''...... سوپر فیاض نے ڈاکٹر شیان سے پوچھا۔

''میں جو بھی کام کروں گا تمہارے سامنے ہی کروں گا اس لئے تمہیں کوئی سوال کرنے کی ضرورت نہیں ہے''...... ڈاکٹر شیان نے کہا۔

''تم نے اس معصوم بچے کو بھی اغوا کر کے زنجیروں میں جکڑ دیا ہے''...... مقبول نے نفرت سے ڈاکٹر شیان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہا۔ ہا۔ ہا۔ معصوم بچہ۔ یہ بھی تم نے خوب کہی''...... ڈاکٹر شیان نے ایک زور دار قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب ہے تمہارا۔ کیا یہ معصوم بچہ نہیں ہے''...... عادل نے ڈاکٹر شیان کو قہقہہ لگاتے دیکھ کر چونک کر کہا۔

''کچھ دیر پہلے یہ معصوم بچہ انسانی گوشت کھا رہا تھا۔ کیا انسانی گوشت کھانے والا معصوم ہو سکتا ہے''...... ڈاکٹر شیان نے طنزیہ لہجے میں کہا تو وہ چاروں ہی اس کی بات سن کر حیران رہ گئے۔

''یہ بچہ انسانی گوشت کھا رہا تھا۔ نہیں۔ تم جھوٹ بول رہے ہو''...... سوپر فیاض نے ڈاکٹر شیان کو جھٹلاتے ہوئے کہا۔

''میں جھوٹ نہیں بول رہا۔ یہ افریقہ کے آدمخور قبیلے کا وحشی بچہ ہے اور انسانی گوشت ان کی مرغوب غذا ہے''...... ڈاکٹر شیان نے کہا تو وہ چاروں ہی حیرت بھری نظروں سے اس وحشی بچے کو دیکھنے لگے۔

''تم نے اسے کس مقصد کے لئے اغوا کیا ہے''...... کرنل زید نے ڈاکٹر شیان کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

''میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ میں جو کام بھی کروں گا تمہارے سامنے کروں گا''...... ڈاکٹر شیان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''تم شیطان ہو اور یقیناً کسی شیطانی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے تم نے اس بچے کو اغوا کیا ہے''...... کرنل زید نے کہا۔

''تم کچھ بھی سمجھتے رہو۔ تمہاری سوچ پر کوئی پابندی نہیں ہے''...... ڈاکٹر شیان نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا جبکہ ڈاکٹر شیان کی بات سن کر کرنل زید دل ہی دل میں آیت الکرسی کا ورد کرنے لگا اور پھر اس نے ڈاکٹر شیان اور رگھی پر پھونک مار دی۔ رگھی کی ایک چیخ بلند ہوئی اور اسے آگ لگ گئی۔ اس ایک چیخ کے بعد اس کی چیخوں کا سلسلہ کافی طویل ہو گیا اور پھر کچھ ہی دیر میں وہ مکمل طور پر جل گئی۔ ڈاکٹر شیان نے غصیلی نظروں سے ان چاروں کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں سے شعلے سے نکل رہے تھے۔

''یہ کس نے جرأت کی ہے''...... ڈاکٹر شیان نے غصے کی شدت سے چیختے ہوئے کہا۔

''اس کے ساتھ تمہیں بھی جل کر راکھ ہو جانا چاہئے تھا۔ تم نہیں جلے اس کا مطلب ہے کہ تم خود شیطان نہیں ہو بلکہ انسان ہو اور شیطان کے غلام بنے ہوئے ہو''...... کرنل زید نے ڈاکٹر شیان کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہونہہ۔ تو یہ تمہاری حرکت تھی۔ تمہیں اس حرکت کی سخت سزا ملے گی''...... ڈاکٹر شیان نے کرنل زید کو گھورتے ہوئے کہا تو کرنل زید کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اسے مسکراتے دیکھ کر ڈاکٹر شیان کا غصہ اور تیز ہو گیا۔ وہ تہہ خانے میں موجود ایک الماری کی طرف بڑھا اور اس نے الماری میں سے ایک ہنٹر نکال لیا۔ پھر وہ کرنل زید کے قریب پہنچا اور اس نے کرنل زید پر ہنٹر برسانے شروع کر دیئے۔ ہنٹر اس کے جسم کو تکلیف تو پہنچا رہے تھے لیکن وہ اس تکلیف کو مسکراتے ہوئے برداشت کر رہا تھا۔ وہ سیکرٹ ایجنٹ تھا اور ایسی تکلیفوں کو برداشت کرنا اس کے لئے معمولی بات تھی۔

کچھ ہی دیر میں ڈاکٹر شیان ہنٹر مارتے مارتے تھک گیا اور رک کر ہانپنے لگا۔ اسے تو معمولی سی مشقت کی بھی عادت نہیں تھی۔ وہ تو سینکڑوں ہزاروں کلومیٹر کا فاصلہ بھی پلک جھپکنے میں طے کر لیتا تھا۔ اس کے ایک معمولی سے اشارے پر ہر کام ہو جاتا تھا۔ وہ تو چند قدم بھی پیدل چلنے کا عادی نہیں تھا اس لئے وہ جلد ہی تھک گیا

جبکہ کرنل زید ہنٹر کھا کر بھی مسکرا رہا تھا۔ کرنل زید کو زیر لب مسکراتے دیکھ کر ڈاکٹر شیان کا غصہ اور زیادہ بڑھ گیا اور اس نے دوبارہ ہنٹر برسانے شروع کر دیئے لیکن تین چار بار ہی ہنٹر مار کر وہ ایک بار پھر ہانپنے لگا اور کتے کی طرح اس کے منہ سے زبان باہر نکل آئی۔

''بس۔ تھک گئے ہو ڈاکٹر شیان''...... کرنل زید نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''صرف چند دن ہیں کرنل زید۔ اس کے بعد تمہاری یہ ساری شوخی تمہارے ساتھ ہی ختم ہو جائے گی''...... ڈاکٹر شیان نے ہانپتے ہوئے کہا تو کرنل زید کے چہرے پر موجود مسکراہٹ اور بھی زیادہ گہری ہو گئی۔

''یہ سب تمہاری خام خیالی ہے شیطان کے غلام۔ اللہ نے چاہا تو تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے''...... کرنل زید نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یہ تو چند دنوں بعد پتہ چلے گا کہ یہ میری خام خیالی ہے یا تمہارا عبرتناک انجام''...... ڈاکٹر شیان نے غراتے ہوئے کہا اور پھر وہ واپس مڑا اور سیڑھیاں چڑھنے لگا جبکہ ہاتھوں میں پکڑا ہوا ہنٹر اس نے غصے کی حالت میں سیڑھیوں پر ہی پھینک دیا تھا۔

کرنل زید کا کہیں بھی پتہ نہیں چل رہا تھا۔ اردن کی پولیس اور سپیشل ایجنسی نے اردن کا کونا کونا چھان مارا تھا لیکن اس کا معمولی سا سراغ بھی نہیں مل رہا تھا۔ معلوم ہی نہیں ہو رہا تھا کہ اسے زمین کھا گئی تھی یا آسمان نے نگل لیا تھا۔ کرنل زید کے گھر والوں کا کہنا تھا کہ وہ رات کو اپنے بیڈ روم میں سویا تھا اور صبح کو اپنے بیڈ روم سے غائب تھا۔ نجانے وہ کس طرح اپنے کمرے سے غائب ہوا تھا کہ اس کے کمرے کا دروازہ اور کھڑکیاں اندر سے بند تھیں کیونکہ کرنل زید کا سارا گھرانہ صبح سویرے اٹھنے کا عادی تھا۔ وہ لوگ باقاعدگی سے نماز ادا کرتے تھے لیکن اس صبح کرنل زید نماز کے لئے نہ اٹھا تو گھر والوں نے کمرے کے دروازے پر دستک دی لیکن دستک کا کوئی جواب نہ ملا۔ جب کچھ دیر تک دستک کا جواب نہ ملا تو گھر والے گھبرا گئے اور پھر فیصلہ کیا گیا کہ دروازے کو توڑ دیا جائے۔

سو دروازہ توڑا گیا لیکن اندر کرنل زید کا بیڈ خالی تھا۔ گھر والے حیران و پریشان ہو گئے کہ کرنل زید کہاں چلا گیا اور کیسے چلا گیا۔ انہوں نے کھڑکیاں بھی چیک کیں تو کھڑکیاں اندر سے بند تھیں۔ فوراً ہی سپیشل ایجنسی کو اطلاع دی گئی۔ سپیشل ایجنسی اور اردن پولیس نے فوراً ہی کرنل زید کی تلاش شروع کر دی لیکن کرنل زید کی تا حال کوئی خبر نہیں ملی تھی۔

شاہ اردن بھی اس کے لئے پریشان تھے اور ڈاکٹر آبیلا کا تو حال ہی برا تھا حالانکہ ڈاکٹر آبیلا مضبوط اعصاب کی مالک تھی۔ وہ سائنس دان ہونے کے ساتھ ساتھ سیکرٹ ایجنٹ بھی تھی۔ وہ کرنل زید کی منگیتر تھی اور اس سے بے پناہ محبت کرتی تھی۔ وہ مشکل سے مشکل حالات میں بھی نہیں گھبراتی تھی لیکن اب کرنل زید کی گمشدگی انتہائی پراسرار انداز میں ہوئی تھی۔ کمرے کا اندر سے بند ہونا اور کرنل زید کا غائب ہو جانا نہایت ہی تشویش ناک صورت حال تھی۔ اب بھی وہ اپنے کمرے میں بیٹھی کرنل زید کے بارے میں ہی سوچ رہی تھی۔ وہ جتنا اس کے بارے میں سوچتی اتنا ہی پریشان ہو جاتی۔ پھر اس نے فون کا رسیور اٹھایا اور سپیشل ایجنسی کے ہیڈکوارٹر کے نمبر پریس کرنے لگی۔ جلد ہی رابطہ ہو گیا۔

”ہیلو۔ کیپٹن یاسر سپیکنگ“...... دوسری طرف سے کرنل زید کے اسسٹنٹ کی آواز سنائی دی۔

”کیپٹن یاسر۔ کرنل زید کے بارے میں کوئی اطلاع ملی ہے“۔

ڈاکٹر آبیلا نے پوچھا۔

”نو مس۔ ابھی تک ان کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں مل سکی“...... کیپٹن یاسر نے کہا تو ڈاکٹر آبیلا کی مایوسی بڑھ گئی۔ اس نے مزید کوئی بات کئے بغیر رسیور رکھ دیا اور سوچنے لگی کہ اب کیا کرے۔ کرنل زید کو کہاں تلاش کرے۔ اگر اسے معمولی سا کلیو بھی مل جاتا تو وہ فوراً ہی حرکت میں آ جاتی۔

”کرنل زید کا اس طرح کا اغوا ماورائی مخلوق کا کام ہو سکتا ہے“...... اچانک ہی ڈاکٹر آبیلا کے ذہن میں ایک خیال ابھرا تو وہ اچھل پڑی۔

”ضرور یہی بات ہو گی ورنہ کسی انسان کا اس طرح غائب ہو جانا ممکن نہیں ہے“...... اس نے خود ہی اپنے خیال کی تصدیق کی اور پھر وہ اپنی کرسی سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے اپنی جیکٹ اٹھا کر پہنی اور پھر اپنے کمرے سے باہر نکل آئی۔ چند لمحوں بعد اس کی کار سڑک پر تیز رفتاری سے چل رہی تھی۔ تقریباً پندرہ منٹ کے بعد وہ پروفیسر عامل شیخ جواد کے آفس پہنچ چکی تھی۔ شیخ جواد کے آفس میں لوگوں کا بہت رش تھا۔ شیخ جواد صاحب کا سیکرٹری آنے والوں کو اٹنڈ کر رہا تھا۔

”شیخ جواد سے کہیں کہ ڈاکٹر آبیلا آئی ہے“...... ڈاکٹر آبیلا نے شیخ جواد کے سیکرٹری سے کہا۔

”آپ نمبر لے لیں اور باری کا انتظار کریں“...... شیخ جواد کے

سیکرٹری نے روکھے سے انداز میں ڈاکٹر آبیلا سے کہا۔

''میں پرنسز ڈاکٹر آبیلا ہوں۔ سمجھے تم۔ فوراً شیخ جواد کو میری آمد کی اطلاع دو''...... ڈاکٹر آبیلا نے سخت لہجے میں کہا۔ ڈاکٹر آبیلا کی بات سن کر سیکرٹری فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔

پورا اردن ہی ڈاکٹر آبیلا کی سحر انگیز شخصیت کا مداح تھا۔ ڈاکٹر آبیلا اردن کی بہت بڑی شخصیت تھی۔ سائنسی میدان میں اردن ڈاکٹر آبیلا کی وجہ سے دن بدن ترقی کر رہا تھا۔

''سوری مس۔ میں آپ کو پہچانتا نہیں تھا''...... شیخ جواد کے سیکرٹری نے شرمندہ لہجے میں کہا۔

''او کے۔ او کے۔ اب آپ شیخ جواد کو میری آمد کی خبر دیں''۔ ڈاکٹر آبیلا نے اس سے کہا۔

''آپ آئیں۔ تشریف لائیں''...... شیخ جواد کے سیکرٹری نے کہا اور ڈاکٹر آبیلا کو لے کر شیخ جواد کے کمرے میں آ گیا۔ شیخ جواد کے کمرے میں اس وقت ایک سائل بیٹھا ہوا تھا۔ شیخ جواد نے چونک کر ڈاکٹر آبیلا اور اپنے سیکرٹری کو دیکھا اور پھر اس نے ڈاکٹر آبیلا کو پہچان لیا۔

''اوہ۔ پرنسز ڈاکٹر آبیلا آپ۔ ویلکم۔ ویلکم''...... شیخ جواد نے فوراً ہی اپنی کرسی اُٹھتے ہوئے کہا۔ ڈاکٹر آبیلا اس کے قریب پہنچی اور ایک خالی کرسی پر بیٹھ گئی جبکہ شیخ جواد اپنے سیکرٹری کی طرف

متوجہ ہوا۔

''تم پرنسز کے لئے لائم جوس لے کر آؤ۔ فوراً''...... شیخ جواد نے اپنے سیکرٹری کو حکم دیتے ہوئے کہا۔

''او کے سر''...... شیخ جواد کے سیکرٹری نے کہا اور پھر کمرے سے باہر چلا گیا۔

''جناب آپ بھی کچھ دیر کے لئے باہر تشریف رکھیں۔ میں پرنسز کی بات سن لوں پھر آپ کو بلاتا ہوں''...... شیخ جواد نے اپنے سائل سے کہا تو وہ کرسی سے اُٹھ کھڑا ہوا اور پھر کمرے سے باہر نکل گیا جبکہ اس وقت شیخ جواد کا سیکرٹری لائم جوس کا گلاس ایک ٹرے میں رکھے کمرے میں آ گیا۔ اس نے نہایت مؤدبانہ انداز میں وہ گلاس ڈاکٹر آبیلا کو پیش کیا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

''یہ میری خوش قسمتی ہے پرنسز ڈاکٹر آبیلا کہ آپ میرے آفس تشریف لائیں۔ ویسے اگر آپ پیغام بھیج دیتیں تو میں خود حاضر ہو جاتا''...... شیخ جواد نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''چونکہ کام مجھے تھا اس لئے میں خود آپ کے پاس آئی ہوں''۔ ڈاکٹر آبیلا نے کہا۔

''اگر میں آپ کے کام آ سکا تو یہ میرے لئے بہت بڑی سعادت ہو گی''...... شیخ جواد نے کہا۔

''کرنل زید کا نام تو آپ نے سنا ہو گا''...... ڈاکٹر آبیلا نے شیخ جواد سے پوچھا۔

''پرنس زید کو بھی اردن کا بچہ بچہ جانتا ہے پرنسز''...... شیخ جواد نے بدستور مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''کیا آپ کے علم میں یہ بات بھی ہے کہ کرنل زید کو اغوا کر لیا گیا ہے''...... ڈاکٹر آبیلا نے کہا۔

''اوہ نو پرنسز۔ یہ افسوس ناک واقعہ کب ہوا''...... شیخ جواد نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

''یہ گزشتہ شب کا واقعہ ہے۔ وہ اپنے کمرے میں سوئے ہوئے تھے۔ کمرے کا دروازہ اور کھڑکیاں بند تھیں مگر صبح وہ اپنے کمرے سے غائب تھے جبکہ دروازہ اور کھڑکیاں اندر سے بند تھیں''۔ ڈاکٹر آبیلا نے کہا۔

''اوہ۔ یہ تو بہت پراسرار واقعہ ہے''...... شیخ جواد نے اور زیادہ حیران ہوتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ میرا خیال ہے کہ انہیں کسی ماورائی مخلوق نے اغوا کیا ہے''...... ڈاکٹر آبیلا نے کہا۔

''جی ہاں پرنسز۔ آپ کا خیال بالکل درست ہے''...... شیخ جواد نے ڈاکٹر آبیلا کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

''مجھے کرنل زید کو واپس لانا ہے۔ آپ اس سلسلے میں میری کیا مدد کر سکتے ہیں''...... ڈاکٹر آبیلا نے پوچھا۔

''آپ۔ آپ مجھ سے کیا مدد چاہتی ہیں پرنسز''...... شیخ جواد نے ڈاکٹر آبیلا سے پوچھا۔

''کیا آپ کرنل زید کا پتہ لگا سکتے ہیں کہ وہ اس وقت کہاں ہے''...... ڈاکٹر آبیلا نے پوچھا تو شیخ جواد نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ وہ چند لمحوں تک اپنی آنکھیں بند کئے بیٹھا رہا اور پھر اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔

''میں شرمسار ہوں پرنسز۔ میں اس سلسلے میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتا''...... شیخ جواد نے شرمندہ سے لہجے میں کہا تو ڈاکٹر آبیلا غور سے اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

''اس کا مطلب ہے کہ تم نے یہ سب ڈھونگ رچایا ہوا ہے اور تم لوگوں کو بے قوف بنا رہے ہو''...... ڈاکٹر آبیلا نے سخت لہجے میں کہا تو شیخ جواد کے چہرے پر گھبراہٹ کے تاثرات نمودار ہو گئے۔

''پرنسز۔ میں تو چھوٹا سا عامل ہوں۔ میں پریشان لوگوں کے چھوٹے چھوٹے مسائل حل کرتا ہوں جبکہ پرنس کا معاملہ ہائی لیول کا لگتا ہے۔ وہ میری پہنچ سے باہر ہے''...... شیخ جواد نے پریشان سے لہجے میں کہا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر پرنسز اس سے ناراض ہو گئی تو اس کی باقی زندگی جیل میں گزرے گی۔

''تمہارے اشتہارات میں دعوے تو بہت ہوتے ہیں اور میں بھی انہی اشتہارات سے متاثر ہو کر تمہارے پاس آئی ہوں''۔ ڈاکٹر آبیلا نے طنزیہ لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

''پرنسز۔ شیخ سٹریٹ میں ایک بزرگ رہتے ہیں جن کا نام شیخ عمار ہے۔ آپ ان سے مل لیں۔ مجھے یقین ہے وہ آپ کی مدد کر

سکتے ہیں‘‘...... شیخ جواد نے کہا۔

’’کیا وہ بھی عامل ہیں‘‘...... ڈاکٹر آبیلا نے پوچھا۔

’’نہیں۔ وہ عامل نہیں ہیں۔ وہ تو پھلوں کی دکان کرتے ہیں‘‘۔ شیخ جواد نے کہا۔

’’ایک پھل فروش بھلا اس سلسلے میں میری کیا مدد کرسکتا ہے‘‘۔ ڈاکٹر آبیلا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

’’وہ بزرگ اللہ کے نیک بندے ہیں۔ آپ ایک بار ان سے مل لیں۔ انشاء اللہ آپ مایوس نہیں ہوں گی‘‘...... شیخ جواد نے کہا تو ڈاکٹر آبیلا اٹھ کھڑی ہوئی۔

’’اوکے۔ میں ان سے مل لیتی ہوں لیکن تم سے مل کر مجھے معلوم ہوگیا ہے کہ تم فراڈ ہو۔ لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہو۔ اب تم پر فراڈ کا پرچہ ہو گا اور تمہاری باقی زندگی جیل میں گزرے گی‘‘۔ ڈاکٹر آبیلا نے سخت لہجے میں کہا تو شیخ جواد تھر تھر کانپنے لگا۔

’’ایسا نہیں ہے پرنسز۔ میں فراڈ نہیں ہوں۔ میں چھوٹے چھوٹے مسائل حل کر لیتا ہوں۔ میں پریشان لوگوں کی چھوٹی چھوٹی پریشانیاں دور کرتا ہوں‘‘...... شیخ جواد نے لرزتے ہوئے کہا۔

’’کیا تم نے یہ آفس کھولنے کے لئے لائسنس حاصل کیا ہے‘‘۔ ڈاکٹر آبیلا نے پوچھا۔

’’یس۔ یس پرنسز۔ لائسنس کے بغیر میں بھلا یہ آفس کیسے کھول سکتا ہوں‘‘...... شیخ جواد نے کہا۔

’’تمہارے خلاف بھی اور جن لوگوں نے تمہیں لائسنس جاری کیا ہے ان کے خلاف بھی انکوائری ہو گی‘‘...... ڈاکٹر آبیلا نے سخت لہجے میں کہا اور پھر اس نے اپنا موبائل فون نکالا اور سپیشل ایجنسی کے ہیڈکوارٹر کے نمبر پریس کرنے لگی۔ جلد ہی رابطہ ہو گیا۔

’’یس۔ کیپٹن یاسر سپیکنگ‘‘...... دوسری طرف سے کرنل زید کے اسسٹنٹ کیپٹن یاسر کی آواز سنائی دی۔

’’کیپٹن یاسر۔ یہاں دارالحکومت میں ایک عامل ہے شیخ جواد۔ تم پولیس کو ہدایت کر دو کہ وہ اس کے خلاف انوسٹی گیشن کرے کہ یہ عامل کہیں فراڈ تو نہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اسے لائسنس جاری کرنے والوں کے خلاف بھی انکوائری کراؤ‘‘...... ڈاکٹر آبیلا نے کیپٹن یاسر کو ہدایت دیتے ہوئے کہا تو ان کی بات سن کر شیخ جواد کا چہرہ دھواں دھواں ہو گیا۔ ڈاکٹر آبیلا نے اس پر ایک نظر ڈالی اور پھر وہ اس کے کمرے سے باہر آ گئی۔ چند لمحوں بعد اس کی کار شیخ سٹریٹ کی طرف بڑھ رہی تھی۔

شیخ عمار اس وقت ڈاکٹر آبیلا کو گھر پر ہی مل گئے۔ انہوں نے نہایت عزت و احترام سے ڈاکٹر آبیلا کو اپنے ڈرائنگ روم میں بٹھایا۔ ان کا ڈرائنگ روم نہایت ہی سادہ سا تھا۔

’’بیٹی۔ آپ تو اردن کا ایک فخر ہیں۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ میرے غریب خانے میں پر تشریف لائیں۔ آپ حکم فرمائیں میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں‘‘...... شیخ عمار نے محبت

بھرے لہجے میں ڈاکٹر آبیلا سے کہا۔ ان کے لہجے میں نجانے کیا بات تھی کہ ڈاکٹر آبیلا متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ اس لمحے شیخ عمار کا بیٹا ڈاکٹر آبیلا کے لئے ایپل جوس لے آیا۔

"شکریہ"...... ڈاکٹر آبیلا نے جوس لینے کے بعد شیخ عمار کے بیٹے کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ شیخ عمار کا بیٹا جس خاموشی سے آیا تھا اسی خاموشی واپس چلا گیا۔

"بابا جی۔ کرنل زید پراسرار طریقے سے اپنے کمرے سے غائب ہو گئے ہیں"...... ڈاکٹر آبیلا نے شیخ عمار سے کہا اور پھر انہیں مکمل تفصیل بھی بتا دی۔

"بیٹی۔ آپ جانتی ہیں یہ دنیا عجائبات سے بھری ہوئی ہے اور کرنل زید صاحب کا اغوا ہو جانا بھی ایک عجیب واقعہ ہے"...... شیخ عمار نے ڈاکٹر آبیلا سے کہا۔

"بابا جی۔ میں کرنل زید کی تلاش میں جانا چاہتی ہوں"۔ ڈاکٹر آبیلا نے عمار سے کہا۔

"بیٹی۔ آپ جا تو سکتی ہیں لیکن یہ بہت مشکل کام ہے۔ قدم قدم پر آپ کے سامنے مصائب کے پہاڑ آئیں گے۔ شیطانی مخلوق آپ کو ختم بھی کر سکتی ہے کیونکہ کرنل زید کو شیطانی مخلوق نے اپنے کسی مقصد کی تکمیل کے لئے اغوا کیا ہے"...... شیخ عمار نے ڈاکٹر آبیلا سے کہا۔

"میں مشکلات سے گھبراتی نہیں ہوں بابا جی۔ اور نہ ہی میں

کبھی موت سے خوفزدہ ہوئی ہوں۔ اگر آپ مجھے کرنل زید کا پتہ بتا دیں گے تو میں ہر حال میں اس تک پہنچوں گی چاہے مجھے آگ کا سمندر ہی کیوں نہ عبور کرنا پڑے"...... ڈاکٹر آبیلا نے پرعزم لہجے میں کہا۔

"ہونہہ"...... شیخ عمار نے کہا اور پھر وہ سوچ میں گم ہو گئے۔ ڈاکٹر آبیلا ان کے بولنے کا انتظار کرنے لگی۔ کمرے میں گہرا سکوت طاری ہو گیا۔

"بابا جی۔ آپ کیا سوچنے لگے"...... جب خاموشی طویل ہوئی تو ڈاکٹر آبیلا نے شیخ عمار سے کہا۔

"بیٹی۔ آپ عورت زاد ہیں۔ عفت مآب عورت۔ شیطانی مخلوق جان سے زیادہ آپ کی عزت کے لئے خطرناک ہو سکتی ہے"...... شیخ عمار نے پریشان لہجے میں کہا۔

"بابا جی۔ میں نے اللہ کے آسرے پر شیطان کے خلاف حرکت کرنی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ میری مدد کرے گا"...... ڈاکٹر آبیلا نے پریقین لہجے میں کہا۔

"اچھا۔ میں دیکھتا ہوں کہ میں تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں"۔ شیخ عمار نے کہا تو ڈاکٹر آبیلا نے اثبات میں سر ہلا دیا جبکہ شیخ عمار دوبارہ گہری سوچ میں گم ہو گیا۔ کچھ دیر بعد انہوں نے سر اٹھایا اور ڈاکٹر آبیلا کی طرف دیکھ کر مسکرا دیئے۔

"بیٹی۔ آپ پاکیشیا کے ایک نوجوان علی عمران کو تو جانتی

ہیں''...... شیخ عمار نے مسکراتے ہوئے کہا۔ علی عمران کا نام سن کر ڈاکٹر آبیلا حیرت سے اچھل پڑی۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ شیخ عمار، علی عمرن کا نام لے گا۔ ایک پھل فروش پاکیشیائی سیکرٹ ایجنٹ کو کیسے جانتا تھا۔

''آپ۔ آپ علی عمران کو کیسے جانتے ہیں''...... ڈاکٹر آبیلا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''کچھ دیر پہلے تو نہیں جانتا تھا۔ اب اس کے نام سے آگاہی ہوئی ہے''...... شیخ عمار نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''وہ کیسے''...... ڈاکٹر آبیلا نے اوز زیادہ حیران ہوتے ہوئے کہا۔

''یہ آپ کے سمجھے کی بات نہیں ہے بیٹی۔ اس لئے آپ اس بات کو رہنے دیں۔ آپ یہ بتائیں کہ کیا آپ علی عمران صاحب سے رابطہ کر لیں گی''...... شیخ عمار نے ڈاکٹر آبیلا سے پوچھا۔

''جی ہاں۔ میں بہت آسانی سے ان سے رابطہ کر لوں گی''۔ ڈاکٹر آبیلا نے کہا۔

''تو پھر آپ ان سے رابطہ کریں۔ انشاء اللہ وہ آپ کی صحیح رہنمائی کریں گے''...... شیخ عمار نے کہا۔

''مجھے یقین ہو رہا ہے کہ آپ نے درست فرمایا ہے''...... ڈاکٹر آبیلا نے کہا۔

''میں کیا فرما سکتا ہوں بیٹی۔ مجھے تو جو اشارہ ملا ہے میں نے

اس کے مطابق آپ سے گزارش کر دی ہے۔ باقی سب تو اس مالک کی مرضی ہے۔ کون جانے اگلے لمحے میں کیا ہونے والا ہے''...... شیخ عمار نے کہا۔

''بابا جی۔ میں آپ کو لائسنس بنوا دیتی ہوں۔ آپ پریشان لوگوں کی مدد کیا کریں''...... ڈاکٹر آبیلا نے کہا تو شیخ عمار کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''بیٹی۔ میں تو ایک پھل فروش ہوں۔ میں تو خود پریشان رہتا ہوں۔ میں بھلا پریشان لوگوں کی کیا مدد کر سکتا ہوں''...... شیخ عمار نے عاجزانہ لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں آپ کو پھلوں کی ایکسپورٹ، امپورٹ کا لائسنس بنوا دیتی ہوں اور ساتھ ہی لون بھی دلوا دیتی ہوں۔ آپ پھلوں کا بہت بڑا بزنس شروع کر دیں''...... ڈاکٹر آبیلا نے کہا۔

''بیٹی۔ آپ میرے بارے میں بہت اچھا سوچ رہی ہیں اس لئے میں تہہ دل سے آپ کا ممنون ہوں۔ بس میرے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ مجھے اور میرے گھرانے کو دو وقت کی روٹی ملتی رہے اور میری دکان سے مجھے اتنا رزق مل ہی جاتا ہے''...... شیخ عمار نے اس کی دوسری پیشکش کو بھی ٹھکراتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر آبیلا کو اس پر بہت حیرت ہوئی۔ دوسری پیشکش تو بہت ہی بڑی پیشکش تھی جو شیخ عمار کو کروڑ پتی بنا سکتی تھی اور شیخ عمار نے کس آسانی سے اس کی پیشکش ٹھکرا دی تھی۔ وہ حیرت زدہ سی اٹھی اور پھر اس نے شیخ

عمار سے اجازت طلب کی۔

''بیٹی۔ اگر علی عمران صاحب سے ملنے کے لئے آپ پاکیشیا جائیں تو علی عمران صاحب کی ایک ساتھی لڑکی ہے جولیا۔ آپ اس تک میرا سلام پہنچائیں گی''...... شیخ عمار نے ڈاکٹر آبیلا سے کہا۔

''جی بابا جی۔ عمران کی ساتھی لڑکی جولیا ہے۔ میں اگر پاکیشیا گئی تو میں ضرور آپ کا سلام اس تک پہنچا دوں گی''...... ڈاکٹر آبیلا نے کہا اور پھر وہ ان سے اجازت لے کر باہر آ گئی۔

عمران، سوپر فیاض کی وجہ سے بہت پریشان تھا۔ دو دن گزر چکے تھے لیکن ابھی تک اسے سوپر فیاض کے بارے میں کوئی کلیو نہیں ملا تھا۔ سید حسن شاہ صاحب کے گھر کے بھی وہ دو چکر لگا چکا تھا لیکن سید حسن شاہ صاحب شہر سے باہر گئے ہوئے تھے۔ اس وقت بھی وہ دانش منزل کے کنٹرول روم میں بیٹھا ہوا تھا اور سوچ رہا تھا کہ وہ سوپر فیاض کا پتہ کیسے چلائے۔ بلیک زیرو اس کے لئے چائے بنانے گیا ہوا تھا۔ کچھ دیر بعد بلیک زیرو چائے بنا کر لے آیا۔

''عمران صاحب۔ آپ چائے پئیں یہ آپ کے ذہن کو فریش کر دے گی''...... بلیک زیرو نے عمران سے کہا۔

''اماں بی کا تو کہنا ہے کہ چائے معدہ کا ستیاناس کر دیتی ہے''۔ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کہتی تو اماں بی بھی ٹھیک ہیں۔ اگر چائے زیادہ مقدار میں پی

جائے تو یقیناً صحت کے لئے مضر ہے''...... بلیک زیرو نے کہا۔

عمران نے چائے کا کپ اٹھا کے منہ سے لگا لیا تھا۔ چائے کا کپ ہونٹوں سے لگا ہونے کی وجہ سے اس نے بلیک زیرو کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ ویسے بھی اس کا ذہن سوپر فیاض کی وجہ سے الجھا ہوا تھا اور وہ مسلسل اسی کے متعلق سوچ رہا تھا۔

''عمران صاحب۔ یہ واقعی پریشانی والی بات ہے۔ اگر بروقت سوپر فیاض کا پتہ نہ چلا تو شیطانی طاقتیں اسے نقصان بھی پہنچا سکتی ہیں''...... بلیک زیرو نے فکر مند لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ ہمیں تاخیر ہو رہی ہے اور یہی تاخیر میری پریشانی کا سبب ہے''...... عمران نے کہا۔ اسی لمحے میز پر رکھے موبائل فون کی بیل بجنے لگی تو عمران نے سیٹ پر نظر دوڑائی۔ سکرین پر جولیا کا نام فلیش ہو رہا تھا۔ عمران نے ہاتھ بڑھا کر موبائل میز سے اٹھا لیا۔

''فون آئے ان کا ہمارے موبائل پر خدا کی قدرت ہے۔ بار بار ہم موبائل فون کو دیکھتے ہیں''...... عمران نے فون اٹنڈ کرتے ہوئے کہا۔

''یہ کیا شعر ہوا بھلا جس کا نہ کوئی سر ہے نہ پیر''...... جولیا کی آواز سنائی دی۔

''سر اور پیر والے شیر دیکھنے ہیں تو تمہیں جنگل جانا پڑے گا۔ شہر میں تو بس ایسے ہی شیر ہوتے ہیں''...... جولیا کی آواز سن کر عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''سر اور پیر سے مراد بحر اور وزن ہے۔ تم نے اچھے خاصے شعر کو خراب کر دیا۔ بے چارے شاعر کی روح تڑپ رہی ہو گی''۔ دوسری طرف سے جولیا نے کہا۔

''بے چارہ شاعر زندہ بھی ہو تو تم نے اسے مار دیا ہے''۔ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تمہیں تو فون کرنا ہی فضول ہے۔ تم انسان کو اس طرح باتوں میں الجھا دیتے ہوئے کہ وہ مقصد کی بات کرنا ہی بھول جاتا ہے''...... دوسری طرف سے جولیا نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''اچھا۔ بتاؤ کیا بات ہے''...... عمران نے فوراً ہی سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

''تم فوراً میرے فلیٹ پر آ جاؤ۔ میں نے تم سے ایک اہم معاملہ پر ڈسکس کرنی ہے''...... جولیا نے کہا اور اس کے ساتھ ہی سلسلہ منقطع ہو گیا تو عمران نے موبائل فون آف کر کے جیب میں رکھ لیا۔

''پہلے صرف سر سلطان اس انداز میں بلاتے تھے اب اپنے ساتھیوں نے بھی ان کا انداز اپنا لیا ہے''...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا تو بلیک زیرو مسکرانے لگا اور عمران اسے گھور کر دیکھنے لگا۔

''اب تم بھی میری بے بسی کا مذاق اڑا رہے ہو''...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

’’کیونکہ وہ سب جان گئے ہیں کہ آپ کو فوری طور پر اس طرح بلایا جا سکتا ہے۔ اگر وہ فون پر آپ کی باتیں سننے بیٹھ جائیں تو صبح سے شام ہو جائے اور وہ بس آپ کی باتیں ہی سنتے رہیں گے‘‘...... بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا تو عمران اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا اور پھر کچھ ہی دیر بعد وہ جولیا کے فلیٹ پر پہنچ گیا۔ اس نے ڈور بیل بجائی اور دروازے سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔

’’کون ہے‘‘...... دوسرے ہی لمحے دروازے کے قریب لگے ڈور فون کے سپیکر سے عمران کو جولیا کی آواز سنائی دی۔ جولیا جانتی تھی کہ دروازے پر عمران ہی ہو گا لیکن پھر بھی اس نے اپنی عادت کے مطابق پوچھا تھا۔

’’یہ بھی خوب رہی۔ پہلے ملاقات کے لئے گھر پر بلا لیا پھر انجان بن کر پوچھا جا رہا ہے کہ کون ہے‘‘...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا تو اگلے ہی لمحے دروازہ ایک جھٹکے سے کھل گیا۔ چونکہ عمران نے اپنا پورا زور دروازے پر ڈالا ہوا تھا اس لئے جیسے ہی دروازہ کھلا اسے بھی ایک جھٹکا لگا اور وہ اندر جا گرا جبکہ جولیا اس دوران بجلی کی سی تیزی سے ایک طرف ہٹ گئی تھی۔ اگر وہ اس قدر پھرتی کا مظاہرہ نہ کرتی تو عمران کے ساتھ ساتھ وہ بھی قالین پر گر چکی ہوتی۔

’’تمہاری کوئی کل سیدھی بھی ہے یا پورے اونٹ کے اونٹ ہو‘‘۔ جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

’’ایک تو تم نے مجھے گرایا ہے اور غصہ بھی تمہی دکھا رہی ہو‘‘۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

’’اچھا۔ اب اگر مزاج ٹھیک ہو گئے ہوں تو سٹنگ روم میں آ جاؤ‘‘...... جولیا نے کہا اور سٹنگ روم کی طرف بڑھ گئی۔ عمران اس کے پیچھے آ گیا۔ جولیا سٹنگ روم سے ہوتی ہوئی کچن کی طرف بڑھ گئی۔ کچھ دیر بعد وہ واپس آئی تو اس نے چائے کے برتن اٹھا رکھے تھے۔ صوفے پر بیٹھنے کے بعد اس نے ایک کپ عمران کی طرف بڑھایا۔

’’عمران۔ میں نے انتہائی سنجیدہ بات تم سے کرنی ہے۔ اگر تمہارا موڈ بھی سنجیدہ ہو تو بات کرتے ہیں اور اگر نہ ہو تو پھر رہنے دیتے ہیں‘‘...... جولیا نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

’’ٹھیک ہے۔ بتاؤ کیا بات ہے‘‘...... عمران نے بھی سنجیدہ لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

’’ایک وعدہ یہ بھی کرو کہ میری بات سن کر تم میرا مذاق نہیں اڑاؤ گے‘‘...... جولیا نے کہا۔

’’ایک وعدہ کیا، میں تو تمہاری خاطر سینکڑوں وعدے کر سکتا ہوں‘‘...... عمران نے شوخ لہجے میں کہا۔

’’تم پھر پٹڑی سے اتر رہے ہو‘‘...... جولیا نے ناراض سے لہجے میں کہا۔

''اچھا ٹھیک ہے۔ تمہارا مذاق نہیں اڑاؤں گا۔ اگر مکھی مچھر آ گیا تو اسے اڑانے کی اجازت تو ہو گی نا''...... عمران نے ایک بار پھر غیر سنجیدہ لہجے میں کہا تو جولیا نے منہ دوسری طرف کر لیا۔

''تم کوئی سنجیدہ بات مجھ سے کہنے والی تھیں''...... عمران نے یکدم اس کی طرف منہ کرتے ہوئے کہا تو جولیا نے مڑ کر عمران کی طرق دیکھا۔ عمران اسے سنجیدہ نظر آ رہا تھا اور پھر وہ چند لمحوں تک اسے دیکھتی رہی۔

''عمران۔ میں نے تمہارے دوست سوپر فیاض کو بہت بری حالت میں دیکھا ہے''...... جولیا تے کہا تو عمران بے اختیار اچھل پڑا۔ اسے توقع ہی نہیں تھی کہ جولیا سوپر فیاض کے متعلق بات کرے گی۔

''تت۔ تم نے اسے کہاں دیکھا ہے''...... عمران نے حیرت کی شدت سے ہکلاتے ہوئے پوچھا۔

''میں نے کہا تھا نا کہ تم میرا مذاق نہیں اڑاؤ گے''...... جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''جولیا۔ میں تمہارا مذاق نہیں اڑا رہا۔ سوپر فیاض کے ذکر پر مجھے واقعی حیرت ہو رہی ہے''...... عمران نے جولیا سے کہا تو جولیا نے غور سے اس کی طرف دیکھا۔ وہ چونکہ عمران کے مزاج سے اچھی طرح واقف تھی اس لئے وہ عمران کے تاثرات سے سمجھ گئی کہ عمرالت کو واقعی حقیقی حیرت ہو رہی ہے۔

''میں مسلسل دو راتوں سے سوپر فیاض، اردن کے کرنل زید اور دو مزید آدمیوں کو خواب میں دیکھ رہی ہوں۔ یہ چاروں افراد کرسیوں پر جکڑے ہوئے ہیں۔ ان کے ساتھ ایک وحشی بچہ بھی کرسی پر جکڑا ہوا ہے جبکہ ایک شخص کے ہاتھ میں ایک ہنٹر ہے اور وہ کرنل زید پر ہنٹر برسا رہا ہے''...... جولیا نے اپنے خواب کے متعلق عمران کو بتاتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ یہ تو بہت اہم خواب ہے جولیا۔ سوپر فیاض کو کسی ماورائی طاقت نے اغوا کر لیا ہے اور دو دن کی مسلسل کوششوں کے باوجود میں سوپر فیاض کا کوئی سراغ نہیں لگا سکا''...... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا تو جولیا نے ایک بار پھر غور سے اس کی طرف دیکھا۔ وہ اندازہ لگانا چاہتی تھی کہ عمران اس کا مذاق تو نہیں اڑا رہا لیکن عمران واقعی سنجیدہ تھا۔

''عمران۔ یہ تو میرا خواب ہے''...... جولیا نے کہا۔

''جولیا۔ بعض اوقات انسان سچے خواب بھی دیکھتا ہے۔ اچھا تم یہ بتاؤ کہ ہنٹر والے آدمی کا چہرہ تمہاری نظروں کے سامنے ہے''۔ عمران نے پوچھا۔

''ہاں۔ ہنٹر والے کا چہرہ میرے ذہن میں نقش ہو کر رہ گیا ہے''...... جولیا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اس کا حلیہ بتاؤ''...... عمران نے کہا تو جولیا نے اسے حلیہ بتا دیا۔

''کیا تم اس شخص کا اسکیچ بھی تیار کر سکتی ہو''...... عمران نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ میرا خیال ہے کہ میں آسانی سے اس کا خاکہ تیار کر لوں گی''...... جولیا نے جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر وہ اٹھ کر اپنے بیڈ روم میں چلی گئی اور وہاں سے سادہ کاغذ اور پنسل اٹھا لائی۔ اس نے کاغذ میز پر رکھا اور کاغذ پر لکیریں کھینچنے لگی۔ تقریباً پانچ منٹ بعد اس نے ایک خاکہ تیار کر لیا۔ عمران نے غور سے اس چہرے کو دیکھا۔ اس نے اس سے پہلے یہ چہرہ کبھی نہیں دیکھا تھا۔

''ہاں عمران۔ یاد آ گیا۔ میں نے خواب میں اس کا نام بھی سنا ہے۔ اس کا نام ڈاکٹر شیان ہے''...... جولیا نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ ایک بار پھر جولیا کا بنایا ہوا چہرہ دیکھنے لگا۔ وہ چند لمحوں تک اس خاکے کو دیکھتا رہا۔

''تھینک یو جولیا۔ تم نے سوپر فیاض کی تلاش میں میری کافی مدد کی ہے''...... عمران نے جولیا کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

''کیا تم نے سوپر فیاض کو تلاش کر لیا ہے''...... جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

''ابھی نہیں۔ لیکن ایک امید تو بندھ گئی ہے نا۔ کچھ دیر پہلے تو میں مایوس تھا''...... عمران نے کہا۔

''میں نہیں مان سکتی کہ تم کبھی حالات سے مایوس بھی ہو سکتے

ہو''...... جولیا نے کہا۔

''واقعی۔ انسان کو مایوس تو نہیں ہونا چاہئے لیکن راستہ ہی نظر نہ آ رہا ہو تو پھر انسان بھلا کیا کر سکتا ہے''...... عمران نے کہا۔

''عمران۔ ہمیں تو یہی تربیت دی جاتی ہے کہ جہاں گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا جائے وہیں امید کا جگنو جگمگاتا ہے۔ شرط یہی ہے کہ ہمیں امید کا دامن نہیں چھوڑنا چاہئے''...... جولیا نے کہا۔

''آج تو تم عالموں جیسی باتیں کر رہی ہو''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تم جانتے ہو کہ میں نے قرآن مجید پڑھ لیا ہے اور کئی سورتیں بھی حفظ کر لیں ہیں''...... جولیا نے کہا۔

''ہاں۔ ماشاء اللہ تمہارا حافظہ بہت اچھا ہے''...... عمران نے جولیا کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

''میں اب قرآن مجید کی تفسیر بھی پڑھ رہی ہوں۔ تفسیر پڑھنے کی وجہ سے میرے علم میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور میرے دماغ کو وسعت ملتی جا رہی ہے''...... جولیا نے عمران سے کہا تو اس وقت عمران کو حقیقی خوشی محسوس ہوئی اور اس نے فخر سے جولیا کی طرف دیکھا۔

''جولیا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے علم میں اور اضافہ فرمائے''...... عمران نے اسے دعا دیتے ہوئے کہا۔

''اب میں تم سے وہ لفظ کہوں گی''...... جولیا نے عمران کی

طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''کون سا لفظ''...... عمران نے چونک کر پوچھا۔

''جو ابھی کچھ دیر پہلے تم نے بولا تھا۔ تھینک یو''...... جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا تو عمران بھی مسکرانے لگا۔

''تھینک یو جولیا۔ اب میں چلتا ہوں اور اس ڈاکٹر شیان کا پتہ لگانے کی کوشش کرتا ہوں''...... عمران نے صوفے سے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ جولیا کو خدا حافظ کہتا ہوا اس کے فلیٹ سے باہر نکل گیا۔ پھر کچھ دیر بعد اس کی سپورٹس کار نے اسے دانش منزل پہنچا دیا۔ وہ کنٹرول روم میں داخل ہوا تو بلیک زیرو نے اٹھ کر اس کا استقبال کیا۔

''بیٹھو''...... عمران نے اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا تو بلیک زیرو بھی بیٹھ گیا۔

''جولیا نے آپ کو کس لئے بلایا تھا''...... بلیک زیرو نے عمران سے پوچھا۔

''آج کل جولیا کو خواب میں بشارتیں ہونے لگی ہیں''۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''خواب میں بشارتیں۔ میں کچھ سمجھا نہیں عمران صاحب''۔ بلیک زیرو نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ مبارک ہو۔ اب سیکرٹ سروس کے ارکان صاحب کشف ہونے لگے ہیں''...... عمران نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

''عمران صاحب۔ آپ تو میرے تجسس کو ہوا دیئے جا رہے ہیں۔ کچھ بتائیں تو سہی ہوا کیا ہے''...... بلیک زیرو نے کہا۔ وہ واقعی بے چینی محسوس کر رہا تھا جبکہ عمران اس کی حالت سے محظوظ ہو رہا تھا۔ پھر عمران نے بلیک زیرو کو زیادہ دیر تک تجسس میں مبتلا رکھنا مناسب نہ سمجھا۔ اس نے جولیا سے ملاقات کا تمام احوال تفصیل کے ساتھ بتا دیا۔

''آپ نے جولیا کو صاحب کشف کہہ کر اس کا مذاق اڑایا ہے یا''...... بلیک زیرو نے ادھوری بات کرتے ہوئے کہا۔

''اللہ نہ کرے کہ میں کسی کا مذاق اڑاؤں۔ کسی کا مذاق اڑانا تکبر اور حسد کی علامت ہے اور یہ اللہ کی مرضی ہے کہ وہ جسے جو چاہے عطا کرے۔ اس مرتبہ اللہ تعالیٰ نے جولیا کے ذریعے میری رہنمائی کی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میں جولیا کے اس خواب کی وجہ سے سوپر فیاض تک پہنچ جاؤں گا''...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا اور یہ بات تو بلیک زیرو بھی جانتا تھا کہ تکبر اور حسد جیسی برائیاں عمران میں نہیں ہیں اس لئے وہ کبھی کسی کا مذاق نہیں اڑا سکتا۔

''واقعی عمران صاحب۔ عزت اور ذلت دینے والا وہی ہے''۔ بلیک زیرو نے بھی سنجیدہ لہجے میں کہا۔ کچھ دیر بعد عمران نے سکینر آن کیا اور جولیا کا تیار کردہ خاکہ سکین کرنے لگا۔

''میں آپ کے لئے چائے بنا لاؤں''...... بلیک زیرو نے عمران

کو مصروف دیکھ کر کہا۔

''ہاں۔ بنا لاؤ''...... عمران نے بلیک زیرو سے کہا تو وہ اٹھ کر کچن کی طرف بڑھ گیا۔ عمران نے وہ خاکہ سکین کر کے اپنے تمام فارن ایجنٹس کو ای میل کر دیا اور پھر انہیں بطور ایکسٹو فون کر کے ڈاکٹر شیان کا نام بھی بتایا اور انہیں ہدایت کی کہ وہ اس شخص کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی کوشش کریں اور اگر اس شخص کا کوئی سراغ انہیں مل جائے تو وہ ایکسٹو کو رپورٹ کریں۔ ان فون کالز کے دوران ہی بلیک زیرو چائے بنا کر لے آیا تھا۔ فون کالز سے فارغ ہونے کے بعد عمران نے چائے کا کپ اٹھایا اور چائے پینے لگا۔

''مجھے یقین ہے کہ آپ ڈاکٹر شیان کا سراغ لگا لیں گے''۔ بلیک زیرو نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

''ہاں۔ مجھے ہر لمحہ اس مالک کی ذات پر یقین رہتا ہے اور اس پر یقین کی وجہ ہے کہ وہ ہمیں نصرت عطا فرماتا ہے''...... عمران نے بھی پر یقین لہجے میں بلیک زیرو سے کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس کے بعد وہ دونوں ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے۔ تقریباً آدھ گھنٹے بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''ایکسٹو''...... عمران نے رسیور کان سے لگاتے ہوئے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں کہا۔

''سر۔ ایکریمیا سے ڈیوڈ بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے ڈیوڈ کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔ ڈیوڈ ایکریمیا میں پاکیشیا سیکرٹ سروس کا فارن ایجنٹ تھا اور عمران نے اسے بھی فون کیا تھا۔

''یس۔ ڈاکٹر شیان کے بارے میں کچھ معلوم ہوا''...... عمران نے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں پوچھا۔

''یس سر۔ ڈاکٹر شیان ایکریمیا میں ایک نائٹ کلب کا مالک ہے۔ اس کے کلب کا نام شیان کلب ہے۔ ڈاکٹر شیان باقاعدہ سائنس دان بھی ہے اور اسی کلب کے تہہ خانے میں اس کی ذاتی سائنسی لیبارٹری بھی ہے۔ اس کے علاوہ وہ سفلی علوم کا ماہر بھی سمجھا جاتا ہے''...... ڈیوڈ نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

''اوکے۔ گڈ بائی''...... عمران نے کہا اور پھر اس نے رسیور رکھ دیا۔

''کیا ڈاکٹر شیان کا سراغ مل گیا ہے''...... بلیک زیرو نے عمران سے پوچھا۔

''ہاں۔ اب مجھے فوری طور پر ایکریمیا جانا ہوگا''...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''آپ کے ساتھ کون کون جائے گا''...... بلیک زیرو نے پوچھا۔

''سوپر فیاض کی گمشدگی پر حکومت نے تم سے رابطہ نہیں کیا کہ ہم سرکاری طور پر سوپر فیاض کو تلاش کریں۔ یہ تو سلمٰی بھابھی نے

مجھ سے کہا ہے اس لئے یہ میرا ذاتی کیس ہوا اور کیس بھی ایسا ہے جس میں میرا ٹکراؤ شیطانی طاقتوں سے ہونا ہے اس لئے میرے ساتھ صرف جوزف جائے گا“...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”میری شدید خواہش ہے کہ میں بھی شیطانی طاقتوں سے ٹکراؤں“۔ بلیک زیرو نے کہا۔

”میں جانتا ہوں اور یہ میرا وعدہ رہا کہ اگر کبھی ایسا موقع آیا کہ ہمیں سرکاری طور پر ان شیطانی طاقتوں سے ٹکرانا پڑا تو میں تمہیں اس کا موقع ضرور دوں گا“...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور ٹھیک اسی لمحے فون کی گھنٹی بجنے لگی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”ایکسٹو“...... عمران نے رسیور کان سے لگاتے ہوئے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں کہا۔

”طاہر بیٹے۔ کیا عمران تمہارے پاس موجود ہے“...... دوسری طرف سے سرسلطان کی آواز سنائی دی۔

”آج ایک سلطان کو غلام کی یاد نے ستایا ہے۔ حالات نے کیسا یہ ستم ڈھایا ہے“...... عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”عمران بیٹے۔ کیا تم اردن کی سائنس دان ڈاکٹر آبیلا کو جانتے ہو“...... سرسلطان نے اس کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا اور

عمران ڈاکٹر آبیلا کا نام سن کر چونک پڑا۔

”جی ہاں سلطان معظم۔ کیا آپ اردن کی پرنسز کو اپنے حرم میں شامل کر رہے ہیں“...... عمران نے کہا۔

”لاحول ولا قوۃ۔ وہ میری بیٹیوں جیسی ہے۔ تم سوچ سمجھ کر بات نہیں کر سکتے“...... سرسلطان نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”لیکن سلطان کب کسی لڑکی کی عمر کی پرواہ کیا کرتے ہیں“۔ عمران نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

”تم سے بات کر کے سوائے پچھتاوے کے اور کچھ بھی محسوس نہیں ہوتا“...... سرسلطان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”آہ۔ بے چارے غلاموں کی قسمت۔ اپنی مرضی سے بول بھی نہیں سکتے“...... عمران نے آہ بھرتے ہوئے کہا۔

”تم ڈاکٹر آبیلا کا نمبر نوٹ کر لو اور فوراً ہی اس سے بات کرو“۔ سرسلطان نے تیز لہجے میں کہا اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کچھ بولتا سرسلطان نے جلدی سے نمبر بتائے اور اس کے ساتھ ہی سلسلہ منقطع ہو گیا۔

”لو۔ یہ بھی کوئی بات ہوئی۔ بولنے ہی نہیں دیتے“...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا تو بلیک زیرو مسکرانے لگا۔ عمران نے کریڈل دبا کر سرسلطان کے بتائے ہوئے نمبر پریس کر دیئے۔ یہ نمبر سیٹلائٹ موبائل فون کے تھے۔

"ڈاکٹر آبیلا سپیکنگ"...... چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ڈاکٹر آبیلا کی آواز سنائی دی۔

"میں سمجھا نہیں کہ ڈاکٹر آبلا کیسے ہوتا ہے۔ آپ ذرا وضاحت کریں"...... عمران نے کہا۔

"کون ہو تم اور کہاں سے بول رہے ہو"...... دوسری طرف سے ڈاکٹر آبیلا کی غصیلی آواز سنائی دی۔

"یا تو آپ یوں کہیں کہ ڈاکٹر آ بلالی۔ پھر تو بات سمجھ میں آتی ہے کہ ڈاکٹر آتے ہیں تو بلائیں ساتھ لاتے ہیں یعنی ڈاکٹر اود بلا یا پھر"...... عمران نے اتنا ہی کہا تھا کہ اسے خاموش ہونا پڑا کیونکہ دوسری طرف سے کال منقطع کی جا چکی تھی۔

"عمران صاحب۔ آپ بھی دوسروں کو زچ کر دیتے ہیں"۔ بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں دراصل روانی میں دانش منزل کے فون سے ڈاکٹر آبیلا کے نمبر ملا بیٹھا جبکہ مجھے اس سے بات ایکسٹو کی حیثیت سے نہیں عمران کی حیثیت سے کرنی تھی"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں بھی یہی سمجھا تھا کہ آپ ایکسٹو کی حیثیت سے ڈاکٹر آبیلا سے بات کرنا چاہتے ہیں"...... بلیک زیرو نے کہا اور پھر عمران نے اپنا موبائل فون اٹھایا اور وہ ڈاکٹر آبیلا کے نمبر پریس کرنے لگا۔ جلد ہی رابطہ ہو گیا۔

"ڈاکٹر آبیلا سپیکنگ"...... دوسری طرف سے ڈاکٹر آبیلا کی آواز سنائی دی۔

"علی عمران فرام پاکیشیا سپیکنگ"...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ عمران بھائی آپ۔ کیسے مزاج ہیں"...... ڈاکٹر آبیلا نے چونکتے ہوئے کہا۔

"الحمدللہ۔ تم سناؤ۔ تم کیسی ہو اور تم نے سر سلطان کو فون کیوں کیا تھا۔ ڈائریکٹ مجھے فون نہیں کر سکتی تھیں"...... عمران نے ناراض لہجے میں کہا۔

"سوری عمران بھائی۔ میرے پاس آپ کا نمبر نہیں تھا۔ میں نے اپنی وزارت خارجہ سے سر سلطان صاحب کا نمبر لے کر انہیں فون کیا اور ان سے گزارش کی کہ وہ میرا نمبر اور میرا میسج آپ تک پہنچا دیں"...... ڈاکٹر آبیلا نے کہا۔

"اوکے۔ اب بتاؤ۔ کیا مسئلہ ہے۔ کیا کرنل زید سے جھگڑا ہو گیا ہے"...... عمران نے کہا۔

"کرنل زید اردن میں ہو گا تو اس سے جھگڑا ہو گا۔ وہ تو بہت ہی پراسرار انداز میں غائب ہو گیا ہے اور مجھے پتہ چلا ہے کہ اس کے اغوا میں شیطانی طاقتیں ملوث ہیں"...... دوسری طرف سے ڈاکٹر آبیلا نے کہا۔

"وہ کیسے"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا اور ساتھ

ہی اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا تاکہ بلیک زیرو بھی ان کی بات چیت سن سکے اور پھر ڈاکٹر آبیلا نے تفصیل بتا دی۔

''ہونہہ۔ تم نے اب تک کرنل زید کی تلاش میں کیا کیا ہے''۔ عمران نے پوچھا۔

''ہم نے اب تک جو کچھ بھی کیا ہے اس کا نتیجہ کچھ بھی نہیں نکلا۔ میں نے بزرگ شیخ عمار کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے آپ سے رابطہ کیا ہے''...... ڈاکٹر آبیلا نے کہا۔

''ہاں۔ جولیا نے جو خواب دیکھا ہے اس میں سوپر فیاض کے ساتھ ساتھ کرنل زید بھی موجود ہے اور کرنل زید پر تو وہ شیطان ہنٹر بھی برسا رہا ہے''...... عمران نے کہا۔

''جولیا نے خواب دیکھا ہے۔ اس نے خواب میں کیا دیکھا ہے عمران بھائی''...... ڈاکٹر آبیلا نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا تو عمران نے اسے سوپر فیاض کے پراسرار اغوا اور پھر جولیا کا خواب پوری تفصیل سے بتا دیا۔

''اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ اس شیطان نے کرنل زید اور سوپر فیاض کے ساتھ ساتھ دو اور نوجوانوں اور ایک بچے کو بھی اغوا کیا ہوا ہے۔ نجانے وہ کیا مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے۔ عمران بھائی۔ ہمیں فوراً حرکت میں آنا ہو گا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے''...... ڈاکٹر آبیلا نے کہا۔

''تم میرے ساتھ رہ کر کام کرنا پسند کرو گی''...... عمران نے

ڈاکٹر آبیلا سے پوچھا۔

''جی ہاں۔ ہماری منزل ایک ہے اور ہم ذاتی حیثیت سے جا رہے ہیں اس لئے اکٹھے رہنے میں کوئی حرج نہیں۔ ہاں۔ آپ جولیا کو ساتھ لیتے آئیں۔ بزرگ شیخ عمار نے جولیا کا نام احترام سے لیا ہے۔ یقیناً جولیا کی اس مشن میں بہت اہمیت ہے''۔ ڈاکٹر آبیلا نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں جولیا اور جوزف کے ساتھ ایکریمیا پہنچ رہا ہوں۔ تم بھی ایکریمیا پہنچ جاؤ اور میرا یہ نمبر بھی محفوظ کر لو۔ اب میں مس پلیس نہیں ہونا چاہتا۔ اس نمبر پر تم مجھ سے رابطہ کرنا''۔ عمران نے کہا۔

''ٹھیک ہے عمران بھائی۔ میں ایکریمیا پہنچ رہی ہوں۔ وہاں پہنچ کر آپ سے رابطہ کروں گی۔ اللہ حافظ''...... ڈاکٹر آبیلا نے کہا اور اس کے ساتھ ہی سلسلہ منقطع ہو گیا اور پھر تھوڑی دیر بعد عمران کے موبائل فون کی گھنٹی بجنے لگی تو عمران نے دیکھا تو سکرین پر جولیا کے نمبر فلیش کر رہے تھے۔

''عمران سپیکنگ''...... عمران نے جولیا کی کال رسیو کرتے ہوئے کہا۔

''عمران۔ تم سوپر فیاض کی تلاش میں جانے کا فیصلہ تو کئے بیٹھے ہو''...... دوسری طرف سے جولیا نے کہا۔

''ہاں۔ لیکن تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں نے ایکریمیا جانے کا

فیصلہ کر لیا ہے‘‘...... عمران نے پوچھا۔

’’اچھا۔ تو ڈاکٹر شیان کا تعلق ایکریمیا سے ہے۔ مجھے یہ معلوم نہیں تھا۔ میں نے تو یہ سوچ کر تمہیں فون کیا ہے کہ تم نے اب تک ڈاکٹر شیان کا سراغ لگا لیا ہو گا اور اب تم روانگی کا پروگرام بنا رہے ہو گے‘‘...... جولیا نے کہا۔

’’ہاں۔ ڈاکٹر شیان کا تعلق ایکریمیا سے ہے اور میں جوزف کے ساتھ ایکریمیا جا رہا ہوں‘‘...... عمران نے کہا۔

’’اس مرتبہ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی‘‘...... دوسری طرف سے جولیا نے کہا۔

’’مجھے تو کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن اپنے چیف سے اجازت تم خود لو گی‘‘...... عمران نے کہا۔

’’نہیں۔ اجازت بھی تم خود ہی لو گے۔ ہر صورت میں۔ ہر حال میں‘‘...... جولیا نے ضد کرتے ہوئے کہا۔

’’اچھا۔ میں کوئی چکر چلاتا ہوں۔ دو تین جھوٹ بھی بولنے پڑیں گے‘‘...... عمران نے کہا۔

’’کوئی ضرورت نہیں ہے چکر چلانے کی اور نہ ہی ایکسٹو کسی چکر میں آنے والا ہے۔ پھر اسے جھوٹ اور سچ کی پہچان بھی ہو جاتی ہے لہٰذا جھوٹ بولنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ الٹا ہمیں نقصان ہو سکتا ہے‘‘...... جولیا نے کہا۔

’’پھر تمہی بتاؤ کہ میں تمہارے ایکسٹو سے تمہاری اجازت کیسے

لوں‘‘...... عمران نے پوچھا۔

’’سوپر فیاض گورنمنٹ آف پاکیشیا کے ایک اہم محکمے کا اعلیٰ افسر ہے۔ اس کی تلاش کے سلسلے میں سیکرٹ سروس کا کم از کم ایک ممبر تو جا سکتا ہے۔ تم سر سلطان سے بات کرو۔ وہ ایکسٹو سے اجازت لے لیں گے‘‘...... جولیا نے کہا تو عمران نے مسکرا کر بلیک زیرو کی طرف دیکھا کیونکہ اس نے موبائل کا لاؤڈر آن کر دیا تھا اس لئے بلیک زیرو بھی ان کی باتیں سن رہا تھا۔

’’ہاں۔ یہ تم نے اچھا ذریعہ بتایا ہے۔ ٹھیک ہے۔ تم تیاری کرو۔ میں سر سلطان سے بات کرتا ہوں۔ اگر مجھے ڈیڈی سے بھی بات کرنی پڑی تو میں کر لوں گا اور انہیں مجبور کروں گا کہ وہ ایکسٹو سے گزارش کریں کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس سوپر فیاض کی تلاش میں مدد دے‘‘...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

’’ہاں۔ ہاں۔ اگر سر عبدالرحمٰن چیف سے گزارش کریں گے تو چیف ضرور اجازت دے دیں گے‘‘...... جولیا نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ عمران اسے ساتھ لے جانے پر راضی ہو گیا ہے کیونکہ عمران ایسے مشنز پر سیکرٹ سروس کے ممبران کو ساتھ نہیں لے جاتا تھا۔ وہ تو سوچ رہی تھی کہ عمران خود بھی اسے ساتھ لے جانے پر رضامند نہیں ہو گا جبکہ اب عمران نہ صرف خود رضامند ہو گیا تھا بلکہ اس نے ایکسٹو سے اجازت لینے کا ذمہ بھی لے لیا تھا اور اسے یقین تھا کہ عمران نے اگر اجازت لینے

کا ذمہ لے لیا ہے تو وہ ایکسٹو سے اجازت لے بھی لے گا۔

''بس۔ اب تم بے فکر ہو کر تیاری شروع کرو۔ سنا ہے خواتین کی تیاری پر بہت وقت صرف ہوتا ہے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے کال کاٹ دی۔ موبائل فون اس نے جیب میں رکھا اور فون کا رسیور اٹھا کر رانا ہاؤس کے نمبر پریس کرنے لگا۔ کال رسیو ہونے پر اس نے جوزف کو بھی تیار رہنے کا حکم دے دیا۔

ڈاکٹر شیان آفس کے انداز میں سجے ہوئے کمرے میں بیٹھا تھا۔ یہ وہی بلڈنگ تھی جس کے تہہ خانے میں سوپر فیاض وغیرہ موجود تھے اور ڈاکٹر شیان کا مخصوص کمرہ بھی تھا جس میں شیطان کا بت رکھا ہوا تھا۔ اس مخصوص کمرے سے بھی تہہ خانے کو راستہ جاتا تھا اور اس آفس سے بھی ایک راستہ تہہ خانے میں جاتا تھا۔ کرنل زید نے رگھی کو فنا کر دیا تھا اور اب ڈاکٹر شیان نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ تہہ خانے میں اپنی کسی شیطانی طاقت کو نہیں لے جائے گا۔

کرنل زید کے قریب عام انسان جائیں گے تاکہ انہیں کرنل زید کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ ان میں سے کوئی بھی روشنی کا کلام پڑھ کر شیطانی طاقتوں کو نقصان پہنچا سکتا تھا اس لئے ڈاکٹر شیان نے ان سے محتاط رہنے کا فیصلہ کیا تھا۔ وہ اپنے آفس میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے آفس کا دروازہ کھلا اور نک اندر داخل ہوا۔ نک

اسرائیلی صدر کا نمائندہ تھا اور ڈاکٹر شیان سے رابطے میں رہتا تھا۔ ڈاکٹر شیان کے قریب آ کر اس نے ڈاکٹر شیان سے ہاتھ ملایا۔ ڈاکٹر شیان نے اسے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

''اسرائیل میں آپ کو کسی قسم کی دقت تو محسوس نہیں ہو رہی ڈاکٹر شیان''...... نک نے ڈاکٹر شیان سے پوچھا تو ڈاکٹر شیان کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

''ہم دنیا کے کسی بھی ملک میں ہوں ہمیں کبھی کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔ ہمارے راستے کی تمام رکاوٹیں ہمارا آقا دور کر دیتا ہے۔ ہم عیش و آرام میں زندگی گزارتے ہیں۔ دولت، حسن، جوانی اور عیش ہمارے غلام ہیں۔ ہماری زندگی مزے ہی مزے میں گزرتی ہے''...... ڈاکٹر شیان نے نک کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ اس نے محسوس کر لیا تھا کہ اگر نک پر تھوڑی سی محنت کی جائے تو وہ ان کا مذہب اختیار کر سکتا ہے۔

''واقعی ڈاکٹر شیان۔ آپ کے بہت مزے ہیں''...... نک نے ڈاکٹر شیان کی باتوں سے متاثر ہو کر کہا۔

''جو انسان ہمارے مذہب میں داخل ہو جاتا ہے اسے محنت نہیں کرنی پڑتی۔ روٹی کے لئے بھاگ دوڑ نہیں کرنا پڑتی۔ دوسروں کا غلام بن کر ان کے احکامات نہیں ماننے پڑتے۔ بس دولت اسے ملتی رہتی ہے اور وہ عیش کرتا رہتا ہے۔ عیش اور صرف عیش''۔ ڈاکٹر شیان نے اسے مزید متاثر کرتے ہوئے کہا اور واقعی نک، ڈاکٹر

شیان کی باتوں سے مزید متاثر ہو گیا۔

''ڈاکٹر شیان۔ آپ کے مذہب میں آنے کے لئے کچھ شرائط وغیرہ بھی ہیں''...... نک نے پوچھا۔

''ارے۔ نہیں۔ نہیں۔ شرائط کیسی۔ جس طرح ہندو دیوی دیوتاؤں کے بتوں کے سامنے جھکتے ہیں، جس طرح عیسائی اپنے نبی اور ان کی والدہ کے سامنے جھکتے ہیں اور جس طرح یہودی اپنی مذہبی رسومات ادا کرتے ہیں اسی طرح شیطانی مذہب کے پیروکار شیطان کے بت کے سامنے جھکتے ہیں اور تو کوئی شرط نہیں ہے اس مذہب میں آنے کے لئے۔ کیا آپ اس مذہب کو اپنانا چاہتے ہیں''...... ڈاکٹر شیان نے نک سے کہا اور اس کے چہرے کو غور سے دیکھنے لگا جہاں دولت کا لالچ نظر آ رہا تھا۔

''میں سوچوں گا ڈاکٹر شیان۔ اس کے بعد بتاؤں گا''...... نک نے پریشان سے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ ہاں۔ بالکل۔ ہر انسان کو حق ہے کہ وہ سوچ سمجھ کر اپنے مذہب کا فیصلہ کرے۔ ویسے آج رات یروشلم میں ڈیول ہاؤس کا افتتاح ہے۔ آپ اس افتتاحی تقریب میں ضرور آئیں۔ آپ کو فیصلہ کرنے میں آسانی رہے گی''...... ڈاکٹر شیان نے کہا۔

''جی ہاں۔ ڈیول ہاؤس کی تقریب میرے علم میں ہے۔ میں آج رات اس میں ضرور شرکت کروں گا''...... نک نے ڈاکٹر شیان سے کہا تو ڈاکٹر شیان کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ نمودار ہو گئی۔

وہ ایک اور انسان کو بہکانے میں کامیاب ہو گیا تھا اور یہ بات شیطان کی خوشی کا باعث تھی اور شیطان اس سے جس قدر خوش ہوتا اسے اس قدر مفادات ملتے۔

''میں اس وقت آپ سے یہ پوچھنے آیا ہوں کہ قیدی اس وقت کس پوزیشن میں ہیں''...... نک نے پوچھا۔

''قیدیوں کی طرف سے آپ بے فکر رہیں۔ وہ سب ٹھیک ہیں۔ میں نے اپنا عمل شروع کر دیا ہے۔ آج کی رات اس عمل کی دوسری رات ہو گی۔ بس اب وہ دن دور نہیں جب اسرائیل کے صدر کے دشمنوں کا خاتمہ ہو جائے گا''...... ڈاکٹر شیان نے نک کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''او کے۔ میں محترم صدر صاحب کو جا کر بتاتا ہوں''...... نک نے کہا اور صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''اگر آپ ہمارے مذہب میں شامل ہوئے تو آپ کو پہلے ہی دن ایک کروڑ ڈالرز دیئے جائیں گے''...... ڈاکٹر شیان نے نک سے کہا تو نک دھم سے صوفے پر گر گیا اور اس کا سانس تیز تیز چلنے لگا۔

''نک صاحب۔ آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے''...... ڈاکٹر شیان نے اپنی کرسی سے اٹھ کر نک کے قریب آتے ہوئے پوچھا۔ پھر اس نے نک کے ماتھے پر ہاتھ رکھا اور اس کی نبض چیک کی۔

''جی ہاں۔ میں ٹھیک ہوں۔ بس ایک کروڑ ڈالرز کا سن کر خوشی

سے میرا سانس پھول گیا ہے''...... نک نے پھولے ہوئے سانس کے ساتھ کہا تو ڈاکٹر شیان کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ پھیل گئی۔

''میں تو گھبرا ہی گیا تھا کہ کہیں آپ کو کچھ ہو تو نہیں گیا''۔ ڈاکٹر شیان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ نہیں۔ آپ فکر نہ کریں۔ مجھے کچھ نہیں ہوا''...... نک نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

''تو آپ نے فیصلہ کر لیا ہے کہ آپ شیطانی مذہب اپنا رہے ہیں''...... ڈاکٹر شیان نے نک سے پوچھا۔

''ابھی اور اسی وقت۔ بس آپ ایک کروڑ ڈالرز کا انتظام کریں''...... نک نے جلدی سے کہا۔

''ابھی لیں''...... ڈاکٹر شیان نے کہا اور پھر وہ واپس مڑ کر اپنی کرسی پر جا بیٹھا۔ اس نے میز کی دراز کھولی اور اس میں سے چیک بک نکال لی اور ایک چیک پر اندراجات مکمل کر کے چیک نک کے حوالے کر دیا۔ چیک لے کر نک کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔

''اب آپ جا کر صدر صاحب کو قیدیوں کے بارے میں بتائیں اور پھر چیک کیش کرائیں۔ اس کے بعد آپ کی اور ہماری ملاقات آج رات کی تقریب میں ہو گی اور وہیں آپ کو شیطانی مذہب میں شامل کیا جائے گا''...... ڈاکٹر شیان نے کہا۔

''گولی ماریں صدر صاحب کو۔ میں کوئی اس کا ملازم ہوں۔

میں پہلے چیک کیش کراؤں گا“...... نک نے صدر کے نام پر منہ بناتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر شیان ایک بار پھر ہنس پڑا۔

”نہیں۔ ایسا نہیں ہے۔ صدر اسرائیل ہمارے لئے معزز ہیں۔ چیک آپ بے شک آج ہی کیش کرا لیں لیکن ابھی آپ نے اپنا نیا مذہب ظاہر نہیں کرنا اور نہ ہی صدر صاحب کی ملازمت چھوڑنی ہے۔ اگر آپ نے فوری طور پر صدر صاحب کی ملازمت چھوڑ دی اور اپنا نیا مذہب ظاہر کر دیا تو ہمارے لئے بہت سے مسائل کھڑے ہو جائیں گے۔ صدر صاحب ہمیں بین کر سکتے ہیں“...... ڈاکٹر شیان نے سنجیدہ لہجے میں نک کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ واقعی ایسا ہو سکتا ہے۔ اوکے۔ آپ جیسا کہیں گے میں نے تو ویسا ہی کرنا ہے“...... نک نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ اب آپ جا سکتے ہیں۔ رات کو ملاقات ہو گی“۔ ڈاکٹر شیان نے کہا تو نک صوفے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے ڈاکٹر شیان سے ہاتھ ملایا اور پھر اس کے آفس سے باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد ڈاکٹر شیان نے میز کے کونے پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی تو چند لمحوں بعد ایک لمبے قد کا آدمی اندر آ گیا۔

”ابو جرار۔ تم قیدیوں کے لئے کھانا لے آؤ“...... ڈاکٹر شیان نے آنے والے سے کہا جو اس کا نیا ملازم تھا۔ قیدی کھانا نہیں کھا رہے تھے۔ وہ دو دن سے بھوکے تھے۔ کمزور اور بھوکے انسانوں کا خون وہ اپنے عمل کے دوران مردہ وحشی کے جسم میں منتقل نہیں کر

سکتا تھا۔ انہیں کھانا کھلانے کے لئے اس نے یہی حل سوچا تھا کہ وہ ایک مسلمان باورچی کو ملازم رکھے۔

”اوکے سر“...... ابو جرار نے کہا اور پھر وہ باہر چلا گیا۔ کچھ دیر بعد وہ واپس آیا تو اس نے کھانے کے برتن اٹھائے ہوئے تھے۔ اسے دیکھ کر ڈاکٹر شیان بھی اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر اس نے تہہ خانے کا راستہ کھولا اور وہ دونوں قیدیوں کے پاس پہنچ گئے۔ قیدی دو دن سے بھوکے تھے اور ان کے چہروں سے نقاہت محسوس ہو رہی تھی۔

”ہم تمہارے لئے کھانا لائے ہیں“...... ڈاکٹر شیان نے ان چاروں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہم کہہ چکے ہیں کہ ہم کھانا نہیں کھائیں گے۔ پھر تم بار بار کیوں آ جاتے ہو“...... کرنل زید نے غصیلے لہجے میں کہا تو ڈاکٹر شیان کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”میں نے تمہاری خاطر ایک مسلمان کک ہائر کیا ہے۔ اب بھی تم کھانا نہیں کھاؤ گے“...... ڈاکٹر شیان نے کہا۔

”مسلمان کک۔ تم جھوٹ بول رہے ہو“...... سوپر فیاض نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

”ابوجرار۔ تم انہیں بتاؤ کہ تم کون ہو اور تم نے کس طرح کھانا تیار کیا ہے“...... ڈاکٹر شیان نے اپنے ملازم سے کہا۔

”محترم۔ الحمدللہ میں مسلمان ہوں۔ میرا نام ابو جرار ہے۔ میں

نے اب آپ لوگوں کے لئے نئے برتن خریدے ہیں۔ مرغی خود ذبح کی ہے اور دوسرا سامان بھی خود خریدا ہے اور پھر اپنے ہاتھ سے کھانا بھی تیار کیا ہے۔ میں آپ کو چھ کلمے سناتا ہوں“...... ابو جرار نے کہا اور پھر اس نے کلمہ طیبہ سنا دیا جبکہ کرنل زید اس پر مسکرا بھی رہا تھا۔ ویسے اس کے انداز اور باتوں سے کرنل زید کو یقین ہو گیا تھا کہ ابو جرار واقعی مسلمان ہے۔

”دیکھا۔ میں کتنا نرم دل ہوں کہ میں نے اپنے قیدیوں کے لئے سپیشل کک ملازم رکھا ہے“...... ڈاکٹر شیان نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ہم کھانا کھا لیتے ہیں لیکن پہلے اس بچے کو کھانا کھلاؤ۔ بھوک سے اس کی حالت بہت خراب ہے۔ اگر اسے کچھ دیر تک کھانا نہ ملا تو یہ مر بھی سکتا ہے“...... کرنل زید نے کہا۔

”اس کی غذا میں اور تمہاری غذا میں بہت فرق ہے۔ اس کی غذا انسانی گوشت ہے لیکن تم فکر نہ کرو۔ میں اس کی غذا کا بندوبست بھی کر رہا ہوں۔ قریب کے علاقے میں ایک انسان فوت ہو گیا ہے۔ لوگ جیسے ہی اسے قبرستان میں دفن کر کے جائیں گے میرے آدمی اس کی لاش نکال کر لے آئیں گے۔ صرف دو تین گھنٹے یہ اور صبر کرے“...... ڈاکٹر شیان نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو وہ چاروں ڈاکٹر شیان کی بات سن کر خاموش ہو گئے۔

”ابو جرار۔ میرے چاروں قیدیوں کو پیٹ بھر کر کھانا کھلاؤ“۔ ڈاکٹر شیان نے ابو جرار سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اوکے سر“...... ابو جرار نے کہا اور پھر وہ آگے بڑھا۔ اس نے پہلے اپنے ہاتھوں سے سوپر فیاض، پھر کرنل زید، مقبول اور عادل کو کھانا کھلایا۔ کھانے کے بعد انہیں پانی بھی پلایا گیا۔

جب وہ کھانا کھا چکے تو ڈاکٹر شیان نے اطمینان کا گہرا سانس لیا کیونکہ کھانا کھا کر ان کے چہرے تروتازہ ہو گئے تھے۔ ڈاکٹر شیان نے گھڑی میں وقت دیکھا تو رات کا پہلا پہر شروع ہو چکا تھا۔ ان راتوں کے دوران اس نے تین تین گھنٹے کا عمل کرنا تھا اور یہ عمل وہ رات کے کسی بھی حصے میں کر سکتا تھا کیونکہ آج نصف رات کے بعد ڈیول ہاؤس کی افتتاحی تقریب تھی اور اس نے رات کے آغاز میں ہی اپنا عمل کرنے کا سوچ لیا تھا۔

”ابو جرار۔ تم اب اوپر چلے جاؤ۔ میرا آفس بند کر کے اپنے کوارٹر میں چلے جانا اور ہاں۔ صبح جلدی اٹھنا تاکہ قیدیوں کے لئے بہترین قسم کا ناشتہ تیار کر سکو“...... ڈاکٹر شیان نے ابو جرار کو ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے سر“...... ابو جرار نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر اس نے کھانے کے خالی برتن اٹھائے اور سیڑھیاں چڑھ کر اوپر چلا گیا۔ ڈاکٹر شیان، ابو جرار کو اس وقت تک دیکھتا رہا جب تک وہ تہہ خانے سے باہر نہیں نکل گیا۔

”تمہیں مجھ سے کوئی شکایت تو نہیں ہے۔ میں اچھا میزبان ہوں نا“...... ڈاکٹر شیان نے ان سے پوچھا۔

''تمہارا جو بھی شیطانی مقصد ہے وہ پورا نہیں ہو گا''...... کرنل زید نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''میرے مقصد کی تم فکر نہ کرو۔ فکر کرنی ہے تو اپنی کرو کہ دو تین دن بعد تمہارا نام و نشان ہی اس دنیا سے مٹ جائے گا''۔ ڈاکٹر شیان نے طنزیہ لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

''آخر تم کر کیا رہے ہو۔ کچھ بتاؤ تو سہی''...... سوپر فیاض نے ڈاکٹر شیان سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

''فی الحال تو میں ایک عمل کر رہا ہوں۔ سفلی عمل۔ تم اسے دیکھو''۔ ڈاکٹر شیان نے بدستور طنزیہ لہجے میں کہا اور پھر وہ تہہ خانے کی دیوار میں موجود الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری کھولی اور اس میں سے دو ڈبے نکال لئے۔ پھر اس نے ایک ڈبہ کھولا۔ ڈبے میں سیاہ رنگ کا سفوف تھا۔ ڈاکٹر شیان نے اس سفوف سے زمین پر ایک وسیع دائرہ بنایا جبکہ دوسرے ڈبے میں ایک سیال تھا۔ ڈاکٹر شیان نے اسی طرح دائرے کی صورت میں سفوف کے قریب قریب اس سیال کا بھی دائرہ کھینچا اور پھر اس نے وحشی بچے کو اٹھا کر دائرے میں لٹا دیا۔ وحشی بچہ نیم غشی کے عالم میں تھا اور آہستہ آہستہ کچھ بول رہا تھا۔

ڈاکٹر شیان نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ مکمل بے ہوش ہو گیا۔ اس کے بعد ڈاکٹر شیان نے اپنی جیب سے ایک چھوٹا سا شیطان کا بت نکالا اور اسے اپنے سامنے رکھ لیا اور اس نے اپنی

آنکھیں بند کر لیں۔ ڈاکٹر شیان نے گزشتہ رات بھی یہی عمل کیا تھا۔ اس عمل کے دوران ان چاروں نے ڈاکٹر شیان کو بہت آوازیں دی تھیں لیکن ایسے لگتا تھا جیسے وہ ان کی آوازیں سن ہی نہ رہا تھا اور واقعی اس عمل کے دوران اس کے کان اور آنکھیں مکمل طور پر بند ہو جاتے تھے۔

''فیاض صاحب۔ ہمیں ڈاکٹر شیان کو اس عمل سے روکنا ہو گا''...... کرنل زید نے سوپر فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔

''ہم اسے کیسے روکیں۔ ہم تو بری طرح جکڑے ہوئے ہیں۔ معمولی سی حرکت بھی نہیں کر سکتے''...... سوپر فیاض نے کہا۔

''ہمیں کوئی نہ کوئی طریقہ اپنانا ہو گا۔ اسے اپنے عمل میں کامیاب نہیں ہونا چاہئے''...... کرنل زید نے کہا۔

''کرنل صاحب۔ یہ شیطانی عمل کر رہا ہے۔ کیا خیال ہے ہم قرآنی آیات پڑھ کر اس پر پھونکیں''...... اس مرتبہ عادل نے کرنل زید سے کہا تو کرنل زید کے ساتھ ساتھ سوپر فیاض اور مقبول کے چہرے پر بھی خوشی کے تاثرات پھیل گئے۔ یہ تو بالکل سامنے کی بات تھی۔ شیطانی عمل اور شیطانی کلام کو اللہ کا مقدس کلام بے اثر اور ناکام بنا دیتا تھا اور یہ بات ان کے ذہن سے نکل گئی تھی۔

''ہاں۔ بالکل۔ کل تو ہمیں اس بات کا خیال نہیں آیا۔ آج ہم چاروں ہی قرآنی آیات پڑھتے ہیں۔ دیکھتے ہیں یہ کم بخت کیسے اپنا عمل مکمل کرتا ہے''...... کرنل زید نے خوشی سے معمور لہجے میں کہا

اور پھر اس نے آیت الکرسی پڑھنی چاہی لیکن اسے آیت الکرسی یاد نہیں آ رہی تھی۔ اس نے حافظے پر بہت زور دیا لیکن اسے آیت الکرسی یاد نہیں آئی۔ کرنل زید ایک لمحے کے لئے پریشان ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے چاروں قل پڑھنے چاہے لیکن وہ بھی اسے یاد نہیں آ رہے تھے۔ اس نے دیگر بہت سی سورتیں جو اسے یاد تھیں پڑھنی چاہئیں لیکن کوئی سورۃ اسے یاد نہیں آئی۔ یہاں تک کہ اس نے درود شریف پڑھنا چاہا تو وہ بھی اس کی زبان اور دل پر نہ آیا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ سب کسی سفلی عمل کا نتیجہ ہے اور اس نے ایک گہرا سانس لیا۔ پھر اس نے اپنے باقی تینوں ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ ان تینوں کے چہروں پر پریشانی کے تاثرات تھے جس کا واضح مطلب یہ تھا کہ ان تینوں کو بھی سورتیں یاد نہیں آ رہی تھیں۔

کرنل زید نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ تین گھنٹوں بعد ڈاکٹر شیان نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ اس کی آنکھیں خون سے بھی زیادہ سرخ ہو رہی تھیں۔ آنکھیں کھولنے کے بعد وہ خاموشی سے اٹھا اور اس نے شیطان کا بت اٹھا کر جیب میں رکھا اور سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔ ان چاروں کے قریب سے گزرتے ہوئے اس نے ان پر صرف ایک نظر ڈالی اور پھر آگے بڑھ گیا۔ سیڑھیاں عبور کرنے کے بعد وہ اوپر پہنچا تو اسے ایک سرد ہوا کا جھونکا محسوس ہوا اور پھر تیز بو کمرے میں پھیل گئی اور پھر یکدم وہاں ایک عورت نمودار ہو گئی۔ یہ عورت بھی رگھی کی طرح بھیانک شکل کی تھی۔ اس

کی آنکھیں ہاتھی کی آنکھوں سے بھی زیادہ چھوٹی تھیں اور اس کے سر کے بال دھاگوں کی مانند دکھائی دے رہے تھے اور رنگت اس کی کوے سے بھی زیادہ کالی تھی۔ وہ عورت ڈاکٹر شیان کے سامنے نمودار ہوتے ہی جھک گئی اور چند لمحوں تک جھکی رہی۔

"رتولی ایک اہم خبر لائی ہے آقا"...... اس عورت نے چیختی ہوئی آواز میں کہا۔

"اوہ۔ کیا خبر ہے رتولی۔ اور ہاں۔ اگر خبر اہم نہ ہوئی تو میں تجھے سخت سزا دوں گا"...... ڈاکٹر شیان نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"میں جانتی ہوں آقا۔ تم بہت سخت ہو۔ خبر واقعی بہت اہم ہے"...... رتولی نے کہا۔

"جلدی بتا۔ کیا خبر لائی ہے تو"...... ڈاکٹر شیان نے انتہائی سخت لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"آقا۔ کرنل زید کی ایک کزن ہے ڈاکٹر آبیلا۔ وہ کرنل زید کی تلاش کے سلسلے میں ایکریمیا تک پہنچ گئی ہے"...... رتولی نے کہا تو ڈاکٹر شیان چونک پڑا کیونکہ خبر واقعی بہت اہم تھی۔ ڈاکٹر شیان نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور پھر چند لمحوں بعد اس نے اپنی آنکھیں کھول لیں۔

"یہ ڈاکٹر آبیلا تو بہت ہی خوبصورت ہے"...... ڈاکٹر شیان نے مکروہ ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں آقا۔ ڈاکٹر آبیلا تو حسن کا شاہکار ہے"...... رتولی نے ڈاکٹر آبیلا کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

"تو اسے ایکریمیا سے اٹھا کر میرے بیڈ روم تک پہنچا دے۔ میں اس وقت ڈیول ہاؤس کی افتتاحی تقریب میں جا رہا ہوں۔ وہاں سے واپس آ کر ڈاکٹر آبیلا کے حسن کا دیدار کروں گا"۔ ڈاکٹر شیان نے ہوس بھرے لہجے میں کہا تو رتولی بھی کھی کھی کر کے ہنسنے لگی۔

"ضرور۔ ضرور آقا۔ ڈاکٹر آبیلا کے حسن پر صرف تمہارا ہی حق ہے۔ آخر تم بڑے آقا کے سب سے اہم نمائندے ہو"...... رتولی نے خوشامد بھرے لہجے میں کہا تو ڈاکٹر شیان کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔

"تو بہت اچھی باتیں کرتی ہے رتولی۔ اب تو جا اور ڈاکٹر آبیلا کو لے آ"...... ڈاکٹر شیان نے کہا تو رتولی ایک بار پھر ڈاکٹر شیان کے سامنے جھکی اور کمرے میں ایک بار پھر سرد ہوا کا جھونکا محسوس ہوا اور اس کے ساتھ ہی رتولی کمرے سے غائب ہوگئی۔

ڈاکٹر آبیلا چارٹرڈ طیارے سے ایکریمیا پہنچی تھی۔ ابھی عمران اور اس کے ساتھی ایکریمیا نہیں پہنچے تھے۔ وہ ایک فلائٹ پر ایکریمیا آ رہے تھے۔ یہ اٹھارہ گھنٹے کی فلائٹ تھی جس نے براستہ گریٹ لینڈ، ایکریمیا پہنچنا تھا۔ گریٹ لینڈ میں اس کا مختصر سا قیام تھا۔

ایکریمیا پہنچ کر ڈاکٹر آبیلا نے پرنس ہوٹل میں کمرہ لیا تھا۔ اردن کے شاہی خاندان کے جتنے بھی افراد ایکریمیا آتے تھے وہ سب اسی ہوٹل میں قیام کرتے تھے۔ ہوٹل کا سارا سٹاف انہیں جانتا تھا اور انہیں خصوصی پروٹوکول دیتا تھا۔ وہ اس ہوٹل میں گھر جیسا ماحول پاتے تھے۔ ڈاکٹر آبیلا نے اپنا مختصر سا سامان ٹیبل پر رکھا اور فون پر روم سروس کو ہاٹ کافی کا آرڈر دیا۔ کچھ دیر بعد ویٹر نے ہاٹ کافی سرو کر دی۔ کافی پینے کے دوران اس نے اپنے سیٹلائٹ

موبائل فون سے عمران کے موبائل کے نمبر پریس کر دیئے۔ جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

"عمران بھائی۔ میں ایکریمیا پہنچ چکی ہوں اور اس وقت پرنس ہوٹل کے کمرہ نمبر چار سو انیس میں موجود ہوں"...... رابطہ ملنے پر ڈاکٹر آبیلا نے کہا۔

"شکر ہے کہ تم کمرہ نمبر چار سو بیس میں نہیں ہو"...... دوسری طرف سے عمران کی مسکراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"آپ آ جائیں۔ کمرہ نمبر چار سو بیس آپ کے لئے مخصوص ہے"...... ڈاکٹر آبیلا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ارے باپ رے"...... دوسری طرف سے عمران کی بوکھلائی ہوئی آواز سنائی تو ڈاکٹر آبیلا ہنسنے لگی۔

"کیا ہوا عمران بھائی۔ آپ گھبرا کیوں گئے"...... ڈاکٹر آبیلا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"خواتین اگر چار سو بیسی کریں تو مردوں کو گھبرانا ہی چاہئے"۔ دوسری طرف سے عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اچھا۔ آپ یہ بتائیں کہ آپ کہاں تک پہنچ چکے ہیں"۔ ڈاکٹر آبیلا نے پوچھا۔

"ہمارا طیارہ اس وقت گریٹ لینڈ کے انٹرنیشنل ایئر پورٹ پر موجود ہے"...... عمران نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ ایکریمیا پہنچنے میں آپ کو کافی وقت

لگے گا۔ اوکے۔ میں یہاں آپ کا انتظار کر رہی ہوں"...... ڈاکٹر آبیلا نے کہا اور پھر اللہ حافظ کہہ کر اس نے موبائل آف کر کے ٹیبل پر رکھ دیا۔ کچھ دیر بعد اس نے فون کا رسیور اٹھایا اور روم سروس کے نمبر پریس کر دیئے۔

"یس"...... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

"کمرہ نمبر چار سو انیس سے پرنسز آبیلا بول رہی ہوں"...... ڈاکٹر آبیلا نے کہا۔

"یس پرنسز۔ حکم کیجئے"...... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

"کیا روم نمبر چار سو بیس خالی ہے"...... ڈاکٹر آبیلا نے پوچھا۔

"ہولڈ کیجئے۔ میں آپ کی بات ریسپشن پر موجود بکنگ کلرک مس میگی سے کرواتی ہوں"...... دوسری طرف سے بدستور مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا اور پھر چند لمحوں بعد ایک دوسری لڑکی کی آواز سنائی دی۔

"میگی بول رہی ہوں۔ حکم کیجئے"...... میگی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"مجھے یہ معلوم کرنا ہے کہ کیا روم نمبر چار سو بیس خالی ہے"۔ ڈاکٹر آبیلا نے پوچھا۔

"یس پرنسز۔ روم نمبر چار سو بیس اس وقت خالی ہے"...... میگی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میرے ایک مہمان آ رہے ہیں علی عمران۔ ان کے ساتھ ان کا ایک باڈی گارڈ اور ان کی سیکرٹری بھی ہے۔ آپ روم نمبر چار سو بیس اور چار سو اکیس ان کے لئے بک کر دیں"...... ڈاکٹر آبیلا نے کہا۔

"او کے۔ میں روم نمبر چار سو بیس اور چار سو اکیس مسٹر علی عمران کے نام سے بک کر دیتی ہوں"...... میگی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"تھینک یو"...... ڈاکٹر آبیلا نے میگی کا شکریہ ادا کیا اور پھر رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اس کے بعد اس نے میز سے اخبار اٹھایا اور خبریں پڑھنے لگی۔ ابھی اس نے دو تین خبریں ہی پڑھی تھیں کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ ڈاکٹر آبیلا نے اخبار میز پر رکھا اور اٹھ کر دروازہ کھولا۔ دروازے پر ایک معصوم اور خوبصورت لڑکی موجود تھی۔

"جی فرمائیے"...... ڈاکٹر آبیلا نے اس لڑکی کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ پرنسز آبیلا ہیں نا"...... اس لڑکی نے اشتیاق بھرے لہجے میں پوچھا۔

"جی ہاں۔ میرا نام پرنسز آبیلا ہے"...... ڈاکٹر آبیلا نے کہا۔

"اگر آپ کو ناگوار نہ گزرے تو میں کچھ دیر آپ کے ساتھ بیٹھ جاؤں"...... لڑکی نے پوچھا۔

"تشریف لائیں"...... ڈاکٹر آبیلا نے کہا اور دروازے سے ایک طرف ہٹ گئی۔

"میرا نام شینا ہے اور میں یہاں مقامی کالج میں پڑھتی ہوں"...... لڑکی نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے اپنا تعارف کرایا تو ڈاکٹر آبیلا نے روم سروس کو دو گلاس جوس کا آرڈر دے دیا۔

"آپ کیسے تشریف لائی ہیں"...... ڈاکٹر آبیلا نے شینا سے اس کی آمد کا مقصد پوچھا۔

"مجھے شہزادے اور شہزادیوں سے ملنے کا بہت شوق ہے۔ میں ابھی ریسپشن پر موجود تھی تو مجھے معلوم ہوا کہ آپ شہزادی ہیں تو میں آپ سے ملنے چلی آئی"...... شینا نے کہا۔ چونکہ اس وقت ڈاکٹر آبیلا کو کوئی کام نہ تھا اس لئے اس نے شینا کی آمد کا برا نہ منایا تھا۔ اس دوران ویٹر نے اس کے کمرے میں جوس کے دو گلاس پہنچا دیئے تھے۔ ڈاکٹر آبیلا نے ایک گلاس خود اٹھایا اور دوسرا شینا کی طرف بڑھا دیا۔ شینا کو گلاس دیتے ہوئے اس کا ہاتھ شینا کے ہاتھ سے ٹکرایا تو اسے ایک عجیب سی بے چینی محسوس ہوئی لیکن اس نے اپنی اس بے چینی کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور جوس سپ کرنے لگی۔

"کیا آپ ایکریمین ہیں"...... جوس پینے کے دوران ڈاکٹر آبیلا نے شینا سے پوچھا۔

"یس پرنسز۔ میں نسل در نسل ایکریمین ہوں"...... شینا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کے بعد ان دونوں کے درمیان خاموشی رہی۔ ڈاکٹر آبیلا سوچنے لگی کہ وہ شینا سے کیا سوال کرے۔

''پرنسز۔ میں آپ سے ایک سوال پوچھوں''...... چند لمحوں کی خاموشی کے بعد شینا نے کہا۔

''ہاں۔ ہاں۔ ضرور۔ آپ مجھ سے ملنے کے لئے آئی ہیں تو کچھ باتیں بھی کریں''...... ڈاکٹر آبیلا نے کہا۔

''تمام شہزادیاں اتنی خوبصورت کیوں ہوتی ہیں''...... شینا نے معصوم سے لہجے میں پوچھا تو ڈاکٹر آبیلا ہنس پڑی کیونکہ شینا نے بہت ہی خوبصورت انداز میں اس کی تعریف کی تھی جو ڈاکٹر شینا کو بہت اچھی لگی تھی۔

''شینا۔ آپ بھی شہزادیوں سے کم خوبصورت تو نہیں ہیں''۔ ڈاکٹر آبیلا نے شینا کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

''اوہ نہیں۔ پرنسز تو پرنسز ہوتی ہیں۔ ایک عام لڑکی اور پرنسز کا کیا مقابلہ''......شینا نے کہا۔

''آپ نے یہ خوبصورت باتیں بنانا کہاں سے سیکھی ہے''۔ ڈاکٹر آبیلا نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''میں اس ہوٹل میں بہت سے شہزادوں اور شہزادیوں سے مل چکی ہوں اس لئے مجھے ان سے بات کرنے کے آداب معلوم ہیں اور آپ جانتی ہیں کہ میں اپنی تعلیم کا خرچہ بھی اسی طرح پورا کرتی ہوں''...... شینا نے مسکراتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر آبیلا چونک پڑی۔

''تعلیم کا خرچہ اس طرح پورا کرتی ہیں۔ وہ کیسے''...... ڈاکٹر آبیلا نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

''شہزادے اور شہزادیاں دل کے بہت سخی ہوتے ہیں۔ مجھ سے باتیں کر کے جب وہ خوش ہوتے ہیں تو وہ مجھے انعام سے نوازتے ہیں اور اس طرح میری تعلیم کا خرچ نکل آتا ہے''...... شینا نے کہا تو ڈاکٹر آبیلا نے زور دار قہقہہ لگایا۔ اس کے خیال کے مطابق شینا اعلیٰ درجے کے بھکارن تھی جو صرف شہزادے اور شہزادیوں سے بھیک لیتی تھی۔

''تم نے تعلیم کا خرچہ پورا کرنے کے لئے اچھا طریقہ سوچا ہے۔ میں تم سے مل کر بہت خوش ہوئی ہوں اور انعام کے طور پر اپنی یہ انگوٹھی تمہیں دیتی ہوں۔ خود اتار لو''...... ڈاکٹر آبیلا نے خوش ہوتے ہوئے کہا اور پھر اس نے اپنی انگلی شینا کی طرف بڑھائی۔ اس کی انگلی میں بہت ہی قیمتی انگوٹھی تھی۔

ڈاکٹر آبیلا نے اپنی انگلی شینا کی طرف بڑھائی تو شینا کی آنکھوں میں ایک پراسرار سی چمک پیدا ہو گئی۔ اس نے فوراً ہی اپنا ہاتھ ڈاکٹر آبیلا کی انگلی کی طرف بڑھایا۔ ڈاکٹر آبیلا کی انگلی پکڑ کر اس نے انگلی کو ایک جھٹکا دیا۔ یہ جھٹکا اتنا زور دار تھا کہ ڈاکٹر آبیلا کے منہ سے سسکی سی نکل گئی اور پھر اس سے پہلے کہ ڈاکٹر آبیلا سنبھلتی شینا کا دوسرا ہاتھ اس کے سر پر لگا اور اسے ایسے محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کے سر پر ہتھوڑا مار دیا ہو۔ اس کے ساتھ ہی اس کا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔

''گریٹ لینڈ کے ایئر پورٹ پر تم کس سے باتیں کر رہے تھے''...... جولیا نے عمران سے پوچھا۔ ان دونوں کی سیٹیں ساتھ ساتھ تھیں جبکہ جوزف پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ طیارہ گریٹ لینڈ کے ایئر پورٹ پر اترا تھا تو مسافروں کو ایئر پورٹ کے اندر گھومنے پھرنے کی اجازت دی گئی تھی۔

اس دوران عمران، جولیا سے کچھ فاصلے پر چلا گیا تھا اور پھر جولیا نے اسے فون پر کسی سے باتیں کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ اب وہ دوبارہ جہاز میں تھے اور جہاز اپنی منزل کی طرف محو پرواز تھا۔ جولیا کو یاد آ گیا تھا کہ عمران گریٹ لینڈ کے ایئر پورٹ پر کسی سے فون پر باتیں کر رہا تھا۔

''میرے ساتھ ایک تم ہو اور دوسرا جوزف۔ تم دو کے علاوہ میں اور کس سے باتیں کر سکتا ہوں''...... عمران نے کہا۔

''تم اپنے موبائل فون پر کسی سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہے تھے''...... جولیا نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ یاد آ گیا۔ وہ تو پرنسز تھی''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کون پرنسز۔ اور تم اس سے کیوں باتیں کر رہے تھے''۔ جولیا نے بدستور ناگوار لہجے میں کہا۔

''اب تم مجھ جیسے شریف انسان کو ایسی شک بھری نظروں سے تو نہ دیکھو''...... عمران نے کہا۔

''تم اور شریف انسان۔ بہت خوش فہمی ہے تمہیں خود پر۔ سیدھی طرح بتاؤ کون تھی وہ''...... جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''بتایا تو ہے کہ وہ پرنسز تھی۔ ڈاکٹر آبیلا''...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اس کی عادت تو نہیں تھی کسی کو اتنی جلدی کوئی بات بتانے کی لیکن اس وقت اس نے نجانے کیوں جولیا کو مزید تنگ کرنا مناسب نہ سمجھا اور اسے ڈاکٹر آبیلا کے متعلق بتا دیا۔

''ڈاکٹر آبیلا نے تمہیں فون کیا تھا۔ لیکن کیوں''...... جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

''اس لئے کہ اس مشن پر وہ بھی ہمارے ساتھ ہے''...... عمران نے کہا۔

''اوہ اچھا۔ کرنل زید کی وجہ سے''...... جولیا نے کہا۔ اسے یاد آ گیا تھا کہ کرنل زید ڈاکٹر شیان کی قید میں ہے جس کی قید میں سوپر

فیاض بھی تھا۔

''عمران۔ باقی دو افراد کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ کون ہیں''...... جولیا نے پوچھا۔

''نہیں۔ ان کے بارے میں وہیں پہنچ کر معلوم ہو گا کہ وہ کون لوگ ہیں''...... عمران نے کہا۔

''اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ان چار افراد کو اغوا کرنے کا مقصد کیا ہے''...... جولیا نے پوچھا۔

''نہیں۔ یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا۔ اس سوال کا جواب ڈاکٹر شیان ہی دے گا''...... عمران نے کہا۔

''عمران۔ میرا دل چاہتا ہے کہ دنیا میں جتنے بھی شیطان ہیں ان سب کی گردنیں مروڑ دوں''...... جولیا نے جذباتی لہجے میں کہا تو عمران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے جولیا کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ عمران نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائی اور آنکھیں بند کر لیں کیونکہ ابھی انہوں نے کافی طویل سفر طے کرنا تھا اس لئے عمران نے سوچا کہ وہ کچھ دیر آرام کر لے۔

کچھ دیر بعد جولیا نے محسوس کیا کہ عمران کو نیند آ گئی ہے تو اس نے بھی اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ جہاز میں زیادہ تر مسافر سو رہے تھے اور جو سو نہیں رہے تھے وہ اونگھ رہے تھے۔ صرف جوزف چوکنے انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ تھوڑی دیر بعد پورے جہاز کا جائزہ لیتا اور پھر عمران اور جولیا کو بھی دیکھ لیتا۔ چونکہ عمران سو

رہا تھا اس لئے اس کا فرض تھا کہ وہ پوری طرح ہوشیار رہے اور کسی بھی ناگہانی افتاد پر پوری طرح سے حرکت میں آ سکے لیکن ایکریمیا پہنچنے تک کوئی بھی غیر معمولی واقعہ پیش نہ آیا۔

عمران اور جولیا بھرپور نیند لے چکے تھے اس لئے وہ مکمل طور پر فریش تھے۔ کسٹم سے فارغ ہو کر وہ ایئر پورٹ کی بلڈنگ سے باہر نکلے اور ٹیکسی سٹینڈ کی طرف بڑھے تاکہ وہ ٹیکسی میں سوار ہو کر پرنس ہوٹل پہنچ سکیں۔ ان کے اردگرد بہت سے لوگ تھے جو ایئر پورٹ سے باہر نکل کر انہی کی طرح ٹیکسیوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ابھی انہوں نے چند قدم کا فاصلہ ہی طے کیا تھا کہ فضا فائرنگ کی تیز آواز سے گونجنے لگی۔ فائرنگ کے ساتھ ہی انسانی چیخیں بھی بلند ہونے لگیں۔

عمران اور اس کے ساتھی فوراً ہی سڑک پر لیٹ گئے اور رولنگ کرنے لگے۔ رولنگ کے دوران ان کا مختصر سا سامان بھی ان کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ فائرنگ مسلسل اور تیز ہو رہی تھی۔ ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے فوج کا پورا دستہ فائرنگ کر رہا ہو اور جلد ہی انہوں نے محسوس کر لیا کہ یہ فائرنگ انہیں نشانہ بنانے کے لئے کی جا رہی تھی۔ کئی معصوم اور بے گناہ لوگ اس فائرنگ کی زد میں آ کر مارے جا چکے تھے۔ سڑک پر درجنوں لاشیں نظر آ رہی تھیں جبکہ زخمیوں کی چیخ و پکار بھی ہو رہی تھی۔ بچ جانے والے کئی افراد ٹیکسیوں کی آڑ میں اور دوسری جگہوں پر دبکے ہوئے تھے۔

فائرنگ کافی دیر تک ہوتی رہی اور وہ بجلی کی مانند سڑک پر رولنگ کرتے رہے۔ پھر دور سے پولیس سائرن کی آواز سنائی دی تو فائرنگ یکلخت رک گئی۔ فائرنگ کے رکنے کے چند لمحوں بعد تک وہ تینوں رولنگ کرتے رہے اور پھر جیسے ہی پولیس کی گاڑیاں قریب پہنچیں وہ بھی بے حس ہو گئے۔ پولیس کی تین گاڑیاں وہاں پہنچی تھیں اور ان میں سے درجنوں پولیس والے نیچے اترے تھے اور نیچے اترتے ہی انہوں نے پوزیشنیں سنبھال لی تھیں۔ اس دوران ایمبولینس گاڑیاں بھی وہاں پہنچ گئیں جو لوگ دبکے ہوئے تھے اور سڑک پر لیٹے ہوئے تھے وہ اٹھنے لگے۔ جو زیادہ زخمی تھے اور اٹھ نہیں سکتے تھے وہ مدد کے لئے چیخ رہے تھے جبکہ جو کم زخمی تھے وہ اٹھ رہے تھے۔

عمران، جولیا اور جوزف بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہاں لوگوں کا ہجوم تھا اور کسی کو بھی محسوس نہیں ہوا تھا کہ یہ فائرنگ ان تین افراد کے لئے کی گئی ہے۔ ان تینوں نے اردگرد نظریں دوڑائیں اور پھر اپنا سامان اٹھا لیا۔ اسی دوران ایک پولیس آفیسر ان کے قریب آ گیا۔

”آپ ٹھیک تو ہیں سر“...... پولیس آفیسر نے مؤدبانہ لہجے میں ان سے پوچھا۔

”جی ہاں۔ میں ٹھیک ہوں۔ چند معمولی خراشیں آئی ہیں“۔ عمران نے کہا۔

”مس۔ لگتا ہے آپ کو بھی کچھ خراشیں آئی ہیں“...... پولیس آفیسر نے جولیا سے مخاطب ہو کر کہا۔

”جی ہاں۔ مجھے بھی چند خراشیں آئی ہیں۔ کوئی بڑا زخم نہیں آیا“...... جولیا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”براہ مہربانی آپ تینوں انجکشن لگوا لیں اور اس کے ساتھ ہی ہمیں اپنے بیانات بھی لکھوا دیں“...... پولیس آفیسر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ وہ جانتے تھے کہ یہ معمول کی کارروائی ہے اور ایسا کرنا ان کے لئے بہت ضروری ہے اس لئے انہوں نے انجکشن بھی لگوائے اور اپنے بیانات بھی لکھوا دیئے۔ جب وہ اس سے فارغ ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ وہاں موجود کافی لوگ فارغ ہو چکے تھے۔ شدید زخمیوں کو ایمبولینس ہسپتال لے گئی تھیں اور معمولی زخمیوں کی وہیں مرہم پٹی کردی گئی تھی۔ اب ٹیکسیاں بھی مسافروں کو لے کر روانہ ہو رہی تھیں۔ عمران اور اس کے ساتھی بھی ٹیکسی سٹینڈ کی طرف بڑھے۔

”یہ فائرنگ شیطانی مخلوق نے تو ہم پر نہیں کی پھر یہ کن لوگوں کا کام ہو سکتا ہے“...... جولیا نے عمران سے پوچھا۔

”شیطانی مخلوق کسی کو مارنے کے لئے فائرنگ کرتی بھی نہیں ہے۔ وہ تو انسان کا خون پی کر انسان کو ختم کر دیتی ہے“...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یہی تو میں پوچھ رہی ہوں کہ یہ کن لوگوں کا کام ہے۔

ہمارے یہاں پہنچتے ہی کون سے ہمارے دشمن پیدا ہو گئے ہیں اور دشمن بھی ایسے کہ ہماری وجہ سے انہوں نے درجنوں بے گناہ لوگوں کو مار ڈالا ہے“...... جولیا نے کہا لیکن عمران کے پاس اس کے سوال کا کوئی جواب نہ تھا۔

”ہم جب حرکت میں آئیں گے تبھی کچھ معلوم ہو سکے گا۔ ابھی میں کیا کہہ سکتا ہوں“...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ اسی دوران وہ نمبر پر لگی ہوئی ٹیکسی کے قریب پہنچ گئے۔ جوزف فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا جبکہ عمران اور جولیا پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔

”جی صاحب۔ کہاں جائیں گے“...... ٹیکسی ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

”پرنس ہوٹل“...... عمران نے کہا تو ٹیکسی ڈرائیور نے اثبات میں سر ہلا دیا اور اس کے ساتھ ہی ٹیکسی کی رفتار بڑھ گئی۔ آدھے گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد ٹیکسی ایک شاندار ہوٹل کے سامنے رکی۔ وہ تینوں ہی ٹیکسی سے نیچے اترے۔ عمران نے کرایہ ادا کیا اور ٹیکسی آگے بڑھ گئی جبکہ وہ تینوں ہوٹل کے مین گیٹ کی طرف بڑھے۔ مین گیٹ سے ہوتے ہوئے وہ ریسپشن تک پہنچ گئے۔

”یس سر“...... کاؤنٹر پر موجود لڑکی نے کاروباری انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

”آپ کے ہوٹل میں پرنسز ڈاکٹر آبیلا موجود ہیں“...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یس سر۔ آپ کا نام“...... لڑکی نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

”میرا نام علی عمران ہے“...... عمران نے کہا۔

”یہ آپ کا باڈی گارڈ اور یہ آپ کی سیکرٹری ہیں“...... کاؤنٹر گرل نے جوزف اور جولیا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ لیکن آپ کو کیسے معلوم ہوا“...... عمران نے پوچھا۔

”مجھے پرنسز نے بتایا تھا۔ آپ کے لئے کمرہ نمبر چار سو بیس اور آپ کی سیکرٹری کے لئے کمرہ نمبر چار سو اکیس بک ہے“۔ کاؤنٹر گرل نے کہا اور پھر اس نے اشارے سے ایک ویٹر کو بلایا۔

”کیا پرنسز اپنے کمرے میں موجود ہیں“...... عمران نے پوچھا۔

”نو سر۔ وہ کل سے گئی ہوئی ہیں۔ وہ کہہ گئی تھیں کہ وہ واپس آ جائیں گی“...... کاؤنٹر گرل نے کہا۔ اس دوران ویٹر بھی ان کے قریب آ گیا اور اس نے عمران اور اس کے ساتھیوں کا مختصر سا سامان اٹھا لیا۔ کاؤنٹر گرل نے ویٹر کو دو چابیاں دے دیں اور پھر وہ ویٹر کی رہنمائی میں کمرہ نمبر چار سو بیس میں پہنچ گئے۔ عمران نے ویٹر کو بھاری ٹپ دی تو وہ شکریہ ادا کر کے جانے لگا۔

”تین کپ کافی پہنچا دینا“...... عمران نے ویٹر سے کہا۔

”اوکے سر“...... ویٹر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔

”عمران۔ جن لوگوں نے ایئرپورٹ ہم پر حملہ کیا ہے یا کرایا ہے وہ یہاں بھی ہم پر حملہ کر سکتے ہیں“...... جولیا نے کہا۔

''مجھے ان لوگوں کی پرواہ نہیں ہے۔ مجھے تو یہ فکر ہے کہ ڈاکٹر آیلا کہاں گئی ہے''...... عمران نے کہا۔

''کاؤنٹر گرل نے بتایا تو ہے کہ وہ کہیں گئی ہے۔ واپس آ جائے گی''...... جولیا نے کہا۔

''وہ اگر کہیں جاتی تو مجھے فون کرتی۔ مجھے بتائے بغیر اس نے کہیں نہیں جانا تھا''...... عمران نے کہا اور پھر اس نے اپنا موبائل فون نکالا اور ڈاکٹر آیلا کو کال کرنے لگا لیکن ڈاکٹر آیلا کا فون آف تھا۔ اس نے دو تین بار کوشش کی اور پھر فون جیب میں رکھ لیا۔

''مجھے لگتا ہے کہ ڈاکٹر آیلا جہاں بھی گئی ہے اپنی مرضی سے نہیں گئی''...... عمران نے کہا۔

''اور یہ بات چونکہ تمہاری چھٹی حس نے کہی ہے اس لئے یہ بات غلط نہیں ہو گی''...... جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا اور اسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی۔ چونکہ انہوں نے دروازہ بند نہیں کیا تھا اس لئے کسی کو اٹھنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔

''کم ان''...... عمران نے بلند آواز میں کہا تو ویٹر اندر داخل ہوا۔ اس نے کافی کے برتن اٹھائے ہوئے تھے اور اس کی نظریں مؤدبانہ انداز میں جھکی ہوئی تھیں۔ وہ میز پر برتن رکھنے لگا۔ ویٹر کے آنے کی وجہ سے ان کی باتوں کا سلسلہ رک گیا تھا۔ برتن میز پر رکھتے ہوئے ویٹر نے ایک کپ اوندھا کر دیا۔ چونکہ اس کی پشت

ان تینوں کی طرف تھی اس لئے وہ ویٹر کی یہ حرکت نہ دیکھ سکے۔ کپ میں سے تین کیپسول ٹیبل پر گرے اور انتہائی سرعت کے ساتھ کمرے میں تیز بو پھیل گئی۔

عمران، جولیا اور جوزف نے سانس روکنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ بو ان پر اثرانداز ہو چکی تھی۔ پہلے تو انہیں کمرہ گھومتا ہوا محسوس ہوا پھر ان کے ذہن تاریکیوں میں ڈوب گئے۔ اس کے ساتھ ساتھ ویٹر بھی بے ہوش ہو کر میز کے قریب ہی گر گیا تھا۔

یروشلم کے گولڈ روڈ پر ایک بہت بڑی حویلی تھی۔ چند دن پہلے تک اس حویلی کا رنگ سفید تھا۔ پھر یہ حویلی ڈاکٹر شیان نے خرید لی تھی اور اس پر سیاہ رنگ کا پینٹ کر دیا گیا تھا اور اب یہ حویلی مکمل طور پر سیاہ نظر آتی تھی۔ اپنے سیاہ رنگ کی وجہ سے یہ بہت ہیبت ناک دکھائی دے رہی تھی۔ ڈاکٹر شیان نے اسے ڈیول ہاؤس کا نام دیا تھا لیکن یہ نام حویلی کی بیرونی عمارت پر کہیں لکھا نہیں گیا تھا۔ حویلی کے گیٹ پر بھی کوئی بورڈ یا نیم پلیٹ موجود نہیں تھی۔

اس ڈیول ہاؤس کی اس وقت افتتاحی تقریب ہو رہی تھی۔ حویلی کے ہال میں چار درجن کے قریب صوفے رکھے گئے تھے۔ صوفوں کے سامنے ایک خوبصورت سٹیج بنایا گیا تھا۔ سٹیج پر ایک ڈائس اور چند صوفے رکھے ہوئے تھے اور ڈائس کے قریب شیطان کا بہت بڑا بت رکھا ہوا تھا۔ ہال کی دیواروں پر اخلاق سوز تصاویر لگی ہوئی تھیں

اور ہال میں موجود مرد و زن بھی ان تصاویر سے مختلف نظر نہیں آ رہے تھے۔ ان سب کے چہرے خوشی سے کھلے ہوئے تھے۔

سٹیج پر رکھے ہوئے صوفوں میں سے ایک پر ڈاکٹر شیان، دوسرے پر نک اور تین مزید صوفوں پر تین اور افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ ڈائس پر ایک انتہائی خوبصورت نوجوان لڑکی مختصر لباس میں کھڑی تھی۔ وہ ہال میں موجود افراد کی تالیوں کے رکنے کا انتظار کر رہی تھی۔ یہ تالیاں ایک گلوکارہ کی پرفارمنس پر بجائی جا رہی تھیں۔ جس نے ابھی ایک شیطانی گیت شیطانی انداز میں گایا تھا۔ کافی دیر بعد جب تالیوں کا شور ختم ہوا تو سٹیج سیکرٹری نے ہال میں موجود تمام لوگوں پر نگاہ ڈالی۔

"حاضرین۔ دل تھام لیجئے کہ سب سے بڑے مذہبی پیشوا اور ہمارے بڑے آقا کے سب سے معتمد ساتھی آقا ڈاکٹر شیان آپ سے خطاب کرنے کے لئے سٹیج پر تشریف لا رہے ہیں"...... سٹیج سیکرٹری کی مترنم آواز ہال میں گونجی تو ہال ایک مرتبہ پھر تالیوں کی آواز سے گونج اٹھا اور ڈاکٹر شیان اٹھ کر سٹیج پر آ گیا۔

"شکریہ۔ شکریہ۔ لیڈیز اینڈ جینٹل مین"...... ڈاکٹر شیان نے حاضرین کی تالیوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ تالیاں مزید کچھ دیر تک بجتی رہیں اور پھر حاضرین ہمہ تن گوش ہو کر بیٹھ گئے۔

"شیطان کے پجاریو۔ ہم سب کے لئے آج خوشی کی رات ہے کہ ہم آج ڈیول ہاؤس کا باقاعدہ افتتاح کر رہے ہیں۔ یہ ابتداء

ہے اور وہ دن دور نہیں جب ہم پوری دنیا پر پھیل جائیں گے اور آزادانہ اپنی مذہبی رسومات ادا کریں گے۔ ہر طرف شیطان زندہ باد کے نعرے لگائیں گے اور پوری دنیا کو آقا شیطان کی غلامی میں لے آئیں گے''...... ڈاکٹر شیان نے کہا تو ہال ایک بار پھر تالیوں سے گونج اٹھا۔

''اسرائیل کے شہر یروشلم میں اس وقت آپ کی تعداد پچاس کے قریب ہے''...... ڈاکٹر شیان نے ایک بار پھر بولتے ہوئے کہا۔

''لیکن آپ فکر نہ کریں یہ تعداد پچاس نہیں رہے گی۔ ہزاروں اور لاکھوں میں تبدیلیاں ہو جائے گی۔ جیسے آج ہی ہمارے مذہب میں اسرائیلی صدر کے نمائندہ خصوصی جناب نک شامل ہوئے ہیں۔ میں انہیں شیطانی مذہب میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ ان کے لئے بھرپور تالیاں''...... ڈاکٹر شیان نے کہا تو تالیاں بجنے لگیں۔

''تھینک یو دوستو۔ اب میں جناب نک کو باقاعدہ شیطانی مذہب میں داخل کرنے کی رسم ادا کروں گا اور باقی باتیں اس رسم کے بعد ہوں گی''...... تالیاں رکنے پر ڈاکٹر شیان نے حاضرین سے کہا۔

''محترم نک صاحب تشریف لائیے''...... سٹیج سیکرٹری نے اپنی نشست سے اٹھ کر نک کے قریب پہنچتے ہوئے کہا اور پھر اس نے اپنا ہاتھ نک کی طرف بڑھا دیا۔ نک نے اس کا ہاتھ تھاما اور صوفے سے اٹھ کر سٹیج سیکرٹری کے ساتھ چلتا ہوا ڈاکٹر شیان کے قریب

ڈائس تک پہنچ گیا۔

''سب سے پہلے میں نک سے حلف لوں گا''...... ڈاکٹر شیان نے بلند آواز میں کہا تو ہال میں یکدم خاموشی طاری ہو گئی اور ڈاکٹر شیان، نک سے حلف لینے لگا۔ ہال میں موجود تمام لوگ خاموشی سے حلف کے الفاظ سننے لگے۔ حلف کے اختتام پر ڈاکٹر شیان نے جیب سے چھوٹی سی ایک شراب کی بوتل نکال لی۔ اس نے بوتل کا ڈھکن کھول کر بوتل شیطانی بت کے منہ کو لگائی۔ سب نے دیکھا کہ شیطان کے بت کے ہونٹوں میں سے ایک باریک سی زبان نکلی اور اس بوتل کے اندر چلی گئی۔

''بڑے آقا زندہ باد۔ بڑے آقا زندہ باد''...... زبان کو دیکھتے ہی حاضرین نے نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ ایک دو لمحوں بعد زبان بوتل سے باہر نکل کر شیطان کے منہ میں چلی گئی۔ ڈاکٹر شیان کے چہرے پر مسکراہٹ تھی اور پھر اس نے وہ بوتل نک کی طرف بڑھا دی۔

''نک۔ تم خوش قسمت ہو کہ بڑے آقا نے اتنی جلدی تمہیں اپنے مذہب میں قبول کر لیا۔ یہ ان کی جھوٹی شراب ہے جو تمہارے لئے بہت بڑا اعزاز ہے۔ لو۔ اسے پی جاؤ''...... ڈاکٹر شیان نے نک سے مخاطب ہو کر کہا۔ نک نے ڈاکٹر شیان سے بوتل لی اور غٹاغٹ شراب پینے لگا۔ جیسے ہی اس نے بوتل خالی کی ہال میں موجود افراد نے ایک بار پھر تالیاں بجانا شروع کر دیں۔

"اب میرے ساتھ نک صاحب بڑے آقا کے سامنے جھکیں گے"...... ڈاکٹر شیان نے اعلان کرتے ہوئے کہا۔ اس اعلان کے ساتھ ہی تالیاں ایک بار پھر زور وشور سے بجنے لگیں۔ ڈاکٹر شیان اور نک شیطان کے بت کے سامنے جھک گئے۔ اس دوران تالیاں مسلسل بجتی رہیں۔ کچھ دیر بعد وہ دونوں سیدھے ہوئے تو ڈاکٹر شیان نے نک کو صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود ڈائس پر آ گیا۔ جیسے ہی وہ ڈائس کے قریب پہنچا تالیاں بجنا بند ہوگئیں۔ اس نے ایک بار پھر حاضرین کا جائزہ لیا۔ ہال میں موجود تمام لوگ خوش نظر آ رہے تھے۔

"عزیز دوستو۔ آپ سب کی خواہش ہے کہ شیطان آقا آپ کو دیدار کرائے۔ تو میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ اس ڈیول ہاؤس کی پہلی سالگرہ کے موقع پر یعنی اگلے سال اسی تاریخ کو اسی وقت آقا سب کو اپنا دیدار کرائے گا"...... ڈاکٹر شیان نے اعلان کرتے ہوئے کہا تو حاضرین پرجوش انداز میں تالیاں بجانے لگے۔ تالیاں کافی دیر تک بجتی رہیں اور رکنے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔ ڈاکٹر شیان نے ہاتھ اٹھایا تو تالیاں رک گئیں۔

"مجھے یقین ہے کہ اگلے سال ڈیول ہاؤس میں ہماری تعداد پچاس ہزار ہو گی۔ آپ سب سے ایک گزارش ہے کہ اب آپ نے اپنے مذہب کی تشہیر کھلے عام کرنی ہے۔ اسرائیلی حکومت سے میرا معاہدہ ہو چکا ہے۔ اس ملک میں ہم پر اب کوئی پابندی نہیں

ہے۔ آپ اسرائیل کے لوگوں کو پرکشش ترغیبات دیں۔ ان کی ڈیمانڈ اور خواہشات کو پورا کرنے کا وعدہ کریں اور ان کی ڈیمانڈ و خواہشات میرے نائب مسٹر رائٹ کو پہنچا دیں۔ یہ ان ڈیمانڈ اور خواہشات کو فوراً پورا کریں گے۔ میں اگر یروشلم میں موجود نہ ہوں تو مسٹر رائٹ نئے پیروکاروں سے حلف لیں گے اور ان سے مذہبی رسومات ادا کرائیں گے"...... ڈاکٹر شیان نے کہا اور پھر خاموش ہو گیا۔ اس کے خاموش ہونے پر ایک بار پھر تالیاں بجنے لگیں۔

"عزیز ساتھیو۔ اب جشن شروع ہو گا اور آپ جانتے ہیں کہ شیطانی مذہب کسی بھی انسان پر کسی بھی قسم کی پابندی نہیں لگاتا بلکہ اس کی خواہشات کو پورا کرنے میں ان کی مدد کرتا ہے۔ اس میز پر دنیا کی قیمتی ترین اور سو سال پرانی شراب موجود ہے۔ جس قدر شراب پی سکیں پئیں اور خوب جشن منائیں"...... ڈاکٹر شیان نے کہا تو ہال میں موجود تمام افراد شور مچاتے ہوئے اس ٹیبل کی طرف بڑھے جس پر شراب کی بوتلیں رکھی ہوئی تھیں۔ باقی تمام رات شیطانی جشن میں گزارنے کے بعد ڈاکٹر شیان واپس اپنے آفس میں پہنچ گیا۔ اب دن نکل آیا تھا۔ اپنی کرسی پر بیٹھتے ہی اس نے ابو جرار کو طلب کیا جو فوراً ہی آ گیا۔

"ابو جرار۔ کیا تم نے قیدیوں کے لئے ناشتہ تیار کر لیا ہے"۔ ڈاکٹر شیان نے ابو جرار سے پوچھا۔

"یس سر۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہو چکی ہے"...... ابو جرار نے کہا

اور پھر وہ ناشتہ لینے چلا گیا۔ کچھ ہی دیر بعد وہ ناشتہ لے کر آ گیا تو وہ دونوں نیچے تہہ خانے میں پہنچ گئے۔ چاروں قیدی جاگ رہے تھے اور ان چاروں نے ہی ڈاکٹر شیان کو نفرت بھری نگاہوں سے دیکھا جس کا ڈاکٹر شیان نے بالکل برا نہ منایا بلکہ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ابو جرار نے ناشتے کے برتن ایک میز پر رکھ دیئے۔

''تم پہلے اس بچے کو کھانا کھلاؤ۔ بعد میں ہم کھائیں گے۔ بچے کی حالت نازک ہو چکی ہے''...... عادل نے نفرت بھرے لہجے میں کہا تو ڈاکٹر شیان نے بچے کی طرف دیکھا جس کی حالت واقعی تشویش ناک تھی۔ اس نے جیب سے اپنا موبائل فون نکالا اور نمبر پریس کرنے لگا۔

''بوچر۔ نیچے تہہ خانے میں آؤ''...... ڈاکٹر شیان نے کہا اور پھر موبائل آف کر کے جیب میں رکھ لیا۔

''اس بچے کو میں مرنے نہیں دوں گا۔ تم بے فکر ہو کر ناشتہ کرو''۔ ڈاکٹر شیان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اس بچے کی حالت بہتر ہو گی تو ہم ناشتہ کریں گے ورنہ نہیں''...... اس مرتبہ مقبول نے حتمی لہجے میں کہا۔

''او کے۔ او کے۔ تمہاری ہر بات مجھے منظور ہے''...... ڈاکٹر شیان نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اسی وقت ایک آدمی سیڑھیاں اترتا ہوا دکھائی دیا۔ وہ سب اس طرف متوجہ ہو گئے۔ وہ

آدمی ڈاکٹر شیان کے قریب پہنچا اور پھر مؤدبانہ انداز میں اس کے سامنے جھک گیا۔

''بوچر۔ ہمارے علاقے میں آج صبح جو آدمی فوت ہوا ہے اسے کب تک دفنایا جائے گا''...... ڈاکٹر شیان نے پوچھا۔

''سر۔ اس کی تدفین آج شام کو ہو گی''...... بوچر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''اس کا مطلب ہے کہ ہم آج رات سے پہلے اس کی ڈیڈ باڈی حاصل نہیں کر سکتے جبکہ اس وحشی بچے کی حالت بہت خراب ہو گئی ہے۔ اگر اسے مزید ایک دو گھنٹے تک غذا نہ ملی تو یہ مر جائے گا''...... ڈاکٹر شیان نے کہا تو بوچر نے بچے کی طرف دیکھا اور پھر آگے بڑھ کر اس نے بھی بچے کی نبض چیک کی۔

''اوہ۔ واقعی سر۔ بچے کی حالت تو بہت خراب ہے''...... بوچر نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

''اسے بچانا بہت ضروری ہے اس لئے مجبوری میں ایک کام ہو سکتا ہے''...... ڈاکٹر شیان نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''یس سر۔ میرے لئے کیا حکم ہے سر''...... بوچر نے کہا۔

''تم ایک ڈرپ اور طاقت کے چند انجکشن لے آؤ۔ مجبوری کی حالت میں وہ اسے لگائے جا سکتے ہیں۔ جب اس کی خوراک کا انتظام ہو جائے گا تو اسے خوراک بھی دے دی جائے گی''۔ ڈاکٹر شیان نے ڈرپ اور انجکشن کے نام بوچر کو بتاتے ہوئے کہا۔

"اوکے سر۔ میں ابھی ڈرپ اور انجکشن لے کر آتا ہوں"۔ بوچڑ نے کہا اور پھر وہ واپس چلا گیا۔

"اب بھی تم لوگ مطمئن ہو یا نہیں"...... ڈاکٹر شیان نے ان چاروں کی طرف دیکھ کر طنزیہ لہجے میں کہا۔

"تمہارا آدمی واپس تو آئے"...... سوپر فیاض نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"سنا تھا کہ وہم کا علاج نہیں ہے مگر آج دیکھ بھی لیا ہے"۔ ڈاکٹر شیان نے نفرت بھرے لہجے میں کہا تو ان چاروں میں سے کسی نے بھی اس کی بات کا جواب نہ دیا اور پھر یہ خاموشی اس وقت ٹوٹی جب سیڑھیوں پر قدموں کی آوازیں ابھریں۔ ان سب نے ایک بار پھر سیڑھیوں کی طرف دیکھا تو بوچڑ واپس آ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بیگ تھا۔ سیڑھیاں اتر کر وہ ڈاکٹر شیان کے قریب آ گیا۔ بیگ میں سے اس نے ایک ڈرپ اور تین انجکشنز نکال لئے۔

"یہ ڈرپ اور انجکشنز میرے ان معزز قیدیوں کو چیک کرا دو"۔ ڈاکٹر شیان نے طنزیہ لہجے میں بوچڑ سے کہا تو بوچڑ نے ڈرپ اور انجکشن باری باری ان چاروں کے سامنے کئے اور پھر ڈرپ تیار کر کے وحشی بچے کو لگا دی۔

"اب بھی تم لوگ ناشتہ کرو گے یا نہیں۔ اگر ناشتہ نہیں کرنا تو میں ابو جرار کو واپس بھیج دیتا ہوں"...... بچے کو ڈرپ لگانے کے

بعد ڈاکٹر شیان نے طنزیہ لہجے میں ان چاروں سے پوچھا جو اب مطمئن نظر آ رہے تھے۔

"اب ہمیں ناشتہ کرنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے"...... سوپر فیاض نے کہا تو ڈاکٹر شیان نے ابو جرار کو اشارہ کیا تو اس نے ناشتے کے برتن اٹھائے اور کرنل زید کی طرف بڑھا۔ وہ پھر وہ اپنے ہاتھ سے انہیں ناشتہ کرانے لگا۔

"ایک بات تو بتاؤ ڈاکٹر شیان"...... سوپر فیاض نے ڈاکٹر شیان سے کہا۔

"اس ساری کارروائی کا آخر تمہارا مقصد کیا ہے"...... سوپر فیاض نے اس سے پوچھا تو وہ مسکرانے لگا۔

"بس۔ اب چند گھنٹوں کی بات ہے۔ میرا جو بھی مقصد ہے آج رات تمہیں معلوم ہو جائے گی"...... ڈاکٹر شیان نے کہا۔

"ہماری زبان پر ہمارا مقدس کلام نہیں آ رہا۔ تم نے ہمارے ساتھ کیا کیا ہے"...... عادل نے پوچھا۔

"اس سوال کا جواب میں تمہیں ابھی دے دیتا ہوں لیکن پہلے تم ناشتہ کر لو"...... ڈاکٹر شیان نے کہا۔ ابو جرار اس دوران کرنل زید سے ہٹ کر سوپر فیاض کی طرف بڑھا۔ کرنل زید نے سیر ہو کر ناشتہ کیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ چاروں ناشتے سے فارغ ہو گئے تو ڈاکٹر شیان کے اشارے پر ابو جرار وہاں سے چلا گیا۔ بوچڑ بھی اس دوران وہاں سے جا چکا تھا۔

''ہاں۔ مسٹر عادل۔ تم نے کیا پوچھا تھا''...... ابو جرار کے جانے کے بعد ڈاکٹر شیان نے عادل سے کہا۔

''میں نے پوچھا تھا کہ ہماری زبان پر ہمارا مقدس کلام نہیں آ رہا۔ تم نے ہمارے ساتھ کیا کیا ہے''...... عادل نے اپنا سوال دوہرایا۔

''ہاں۔ میں نے ایک خاص عمل کیا ہے۔ یہ اس کا نتیجہ ہے۔ میں تو ایسے ایسے عمل جانتا ہوں کہ تمہاری روحوں کو تڑپا سکتا ہوں۔ تمہارے جسموں کو سینکڑوں ٹکڑوں میں تقسیم کر دوں لیکن تمہاری روح کو اس تہہ خانے سے باہر نہ جانے دوں اور آج رات میری طاقت کا کچھ مظاہرہ تم دیکھ لو گے''...... ڈاکٹر شیان نے کہا۔ اس کی آواز میں بھیڑیئے جیسے غراہٹ تھی اور اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

''مجھ پر تمام شیطانی عوامل بے کار ہیں''...... کرنل زید نے طنزیہ لہجے میں کہا تو اس کی بات سن کر ڈاکٹر شیان نے زور دار قہقہہ لگایا۔ اس قہقہے میں کتوں اور بھیڑیوں کے غرانے کی آوازیں شامل تھیں اور پھر وہ بہت دیر تک قہقہے لگاتا رہا۔

''بہت خوش فہمی ہے کرنل زید تمہیں۔ تمہیں اپنا مقدس کلام یاد نہیں رہا۔ پھر بھی تمہاری خوش فہمی برقرار ہے''...... کافی دیر تک قہقہے لگانے کے بعد ڈاکٹر شیان نے کرنل زید سے کہا تو کرنل زید نے پھر آیت الکرسی یاد کرنے کی کوشش کی لیکن اسے ایک لفظ بھی یاد نہ

آیا۔

''تمہارے گلے میں جو تعویذ تھا وہ ابو جرار نے اتار لیا ہے اور تمہیں رات جو کھانا دیا گیا تھا وہ سو فیصد حلال جانور کا تھا اور مسلمان کک نے ہی پکایا تھا لیکن اس میں شراب کے چند قطرے شامل کر دیئے تھے اور اس کے بعد میں نے عمل کیا تھا اور نتیجہ تمہارے سامنے ہے''...... ڈاکٹر شیان نے کہا اور پھر وہ مسکرانے لگا۔

''ہمارے کھانے میں شراب شامل کر کے تم نے اچھا نہیں کیا۔ اس کی تمہیں خوفناک سزا ملے گی''...... کرنل زید نے غراتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر شیان نے ایک بار پھر قہقہہ لگایا۔

''تم چاروں کی کتاب زندگی اختتام کے قریب ہے اور باتیں تم ایسے کر رہے ہو جیسے تم میری قید میں نہیں بلکہ میں تمہاری قید میں ہوں''...... ڈاکٹر شیان نے طنزیہ لہجے میں کہا اور پھر وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔ وہ چاروں اسے بدستور سیڑھیوں کی طرف بڑھتا ہوا دیکھ رہے تھے لیکن کچھ نہ بولے۔ انہوں نے زنجیروں پر بہت زور لگایا تھا لیکن زنجیریں توڑنا ان کے بس میں نہیں تھا۔ سر کے علاوہ ان کا باقی جسم معمولی سی حرکت بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ان زنجیروں سے کیسے آزادی حاصل کی جائے۔ یہ سوچ کر ان کے ذہن تھک گئے تھے لیکن کوئی بات ان کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

ڈاکٹر شیان اپنے آفس میں پہنچا تو اس نے رتولی کو وہاں منتظر

پایا۔ وہ ادب سے اس کی کرسی کے سامنے کھڑی تھی۔ ڈاکٹر شیان اپنی کرسی پر بیٹھا تو وہ اس کے سامنے جھک گئی۔

''آقا۔ میں ڈاکٹر آبیلا کو لے آئی ہوں۔ وہ رات سے آپ کے بیڈ روم میں موجود ہے''...... رتولی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ ساری رات تو ڈیول ہاؤس میں گزر گئی۔ رات وہاں بہت شاندار جشن تھا۔ تم یہ بتاؤ کہ اسے یہاں لانے میں کوئی دشواری تو نہیں ہوئی''...... ڈاکٹر شیان نے رتولی سے پوچھا۔

''نہیں آقا۔ کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔ میں ڈاکٹر آبیلا کے روپ میں ہوٹل کے عملے سے کہہ آئی ہوں کہ میں ایک کام کے سلسلے میں جا رہی ہوں۔ ایک دو دن تک واپس آ جاؤں گی۔ ایسا میں نے اس لئے کیا ہے کہ ہوٹل کا عملہ ڈاکٹر آبیلا کی طرف سے بے فکر رہے''...... رتولی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''وری گڈ۔ یہ تم نے بہت اچھا کیا ہے۔ میں بہت خوش ہوں''...... ڈاکٹر شیان نے کہا۔

''تعریف کرنے کا شکریہ آقا۔ میں تو آپ کی غلام ہوں''۔ رتولی نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

''جس طرح کرنل زید کے پیچھے اس کی کزن ڈاکٹر آبیلا یہاں آئی ہے اسی طرح سوپر فیاض کی تلاش میں پاکیشیا سے اس سے کا دوست اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ ایکریمیا پہنچنے والا ہے۔ اس کے ساتھیوں میں ایک لڑکی جولیا ہے اور ایک افریقی حبشی جوزف ہے۔

جوزف افریقہ کے وچ ڈاکٹروں کا چہیتا ہے اور بڑے آقا کے بہت سے اہم مقاصد کو نقصان پہنچا چکا ہے''...... ڈاکٹر شیان نے رتولی سے کہا تو رتولی نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ چند لمحوں تک آنکھیں بند رکھنے کے بعد اس نے آنکھیں کھول دیں۔

''آقا۔ یہ شخص تو واقعی بہت خطرناک ہے اور یہ ابھی کچھ ہی دیر میں ایکریمیا پہنچنے والا ہے''...... رتولی نے آنکھیں کھولتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں حیرت نمایاں تھی۔

''ہونہہ۔ اب تجھے معلوم ہے کہ تو نے کیا کرنا ہے''...... ڈاکٹر شیان نے کہا۔

''آپ جو حکم دیں گے آقا میں اسی پر عمل کروں گی''...... رتولی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''ریڈ کلرز ایکریمیا کا خطرناک ترین پیشہ ور قاتلوں کا گروپ ہے جس کے سربراہ کا نام ریڈ مین ہے۔ تو نے اس ریڈ مین کے دماغ کو اپنے کنٹرول میں کرنا ہے اور اس کے پورے گروپ کو ایئر پورٹ پر لے جانا ہے۔ جیسے ہی یہ تینوں ایئر پورٹ سے باہر نکلیں تم نے پورے گروپ سے ان پر فائرنگ کرانی ہے۔ انہیں ہر حال میں ختم ہونا چاہئے''...... ڈاکٹر شیان نے کہا۔

''میں سمجھ گئی آقا۔ آپ نے جیسا کہا ہے ویسا ہی ہوگا۔ یہ لوگ بچ نہیں سکیں گے''...... رتولی نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ اب تم جاؤ۔ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ اور

ہاں۔ ایک بات کا تم نے خاص خیال رکھنا ہے“...... ڈاکٹر شیان نے چونکتے ہوئے کہا تو رتولی بھی چونک گئی۔

”کس بات کا خیال رکھنا ہے آقا“...... رتولی نے مؤدبانہ لہجے میں پوچھا۔

”تم خود ان تینوں میں سے کسی کے قریب نہیں جاؤ گی“۔ ڈاکٹر شیان نے کہا۔

”بہت بہتر آقا۔ میں ان تینوں کے پاس نہیں جاؤں گی بلکہ دور رہ کر ساری کارروائی دیکھوں گی“...... رتولی نے کہا۔

”رگھی پہلے ہی کرنل زید کے ہاتھوں فنا ہو چکی ہے اور یہ لوگ تو کرنل زید سے بھی زیادہ خطرناک ہیں اس لئے تمہیں ان سے بہت محتاط رہنا ہوگا“...... ڈاکٹر شیان نے کہا۔

”ٹھیک ہے آقا۔ میں ان سے بہت محتاط رہوں گی“...... رتولی نے بدستور مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”اب تم جاؤ۔ فلائٹ پہنچنے ہی والی ہے“...... ڈاکٹر شیان نے کہا تو رتولی اس کے سامنے جھکی اور پھر سیدھی ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی ڈاکٹر شیان کو سرد ہوا کا جھونکا محسوس ہوا اور رتولی یکدم غائب ہو گئی۔ اس کے غائب ہوتے ہی کمرے میں موجود اس کی بو بھی ختم ہو گئی۔

شام تک ڈاکٹر شیان کو کوئی کام نہیں تھا اور وہ فارغ تھا۔ اس کے عمل کی آج تیسری رات تھی اور یہ رات بہت ہی اہم تھی۔ آج

اس نے وحشی بچے پر اپنا مخصوص شیطانی عمل کرنا تھا اور پھر اس کے ذریعے مسلمانوں کے چار عالمی لیڈروں میں سے کسی ایک کا خاتمہ آج ہی ہو جانا تھا۔ اسے اپنی کامیابی پر بے پناہ خوشی محسوس ہو رہی تھی۔ اسی خوشی کے احساس کے ساتھ وہ الماری کی طرف بڑھا۔ الماری کھول کر اس نے شراب کی ایک بڑی بوتل نکال لی۔ گلاس میز پر موجود تھا۔ اس نے گلاس کو اٹھا کر غور سے دیکھا اور پھر گلاس واپس رکھ دیا۔ شراب پینے کے لئے وہ زیادہ تر بوتل کو ہی منہ لگاتا تھا۔ گلاس تو وہ کبھی کبھار ہی استعمال کرتا تھا۔

ڈاکٹر شیان نے بوتل کو منہ لگایا اور پھر آدھی بوتل پینے کے بعد اس نے بوتل منہ سے ہٹائی۔ اس کے بعد وہ گھونٹ گھونٹ شراب پینے لگا۔ وہ دراصل رتولی کا انتظار کر رہا تھا۔ کافی دیر کے بعد اسے اپنے آفس میں سرد ہوا کا جھونکا محسوس ہوا اور اس کے ساتھ ہی تیز بو کمرے میں پھیل گئی۔ جس کا مطلب تھا کہ رتولی آ چکی ہے۔ پھر واقعی اگلے ہی لمحے رتولی کمرے میں ظاہر ہو گئی۔ ظاہر ہوتے ہی وہ ڈاکٹر شیان کے سامنے جھک گئی۔ جب وہ سیدھی ہوئی تو ڈاکٹر شیان نے اس کی طرف دیکھا۔ ڈاکٹر شیان نے اس کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات محسوس کر لئے تھے۔

”رتولی۔ تو گھبرائی ہوئی لگ رہی ہے۔ کیا بات ہے“...... ڈاکٹر شیان نے سخت لہجے میں پوچھا۔

”آقا۔ میں نے ریڈ مین کے دماغ پر قبضہ کر کے ایئر پورٹ پر

آپ کے دشمنوں کے پاس اسے پہنچا دیا تھا۔ اس کے ساتھ اس کے گروپ کے چار افراد اور بھی تھے۔ انہوں نے ایئر پورٹ پر تباہی پھیلا دی۔ درجنوں لوگ مارے گئے اور درجنوں ہی زخمی ہو گئے‘‘...... رتولی نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

’’یہ تو خوشی کی بات ہے اور تو نے منہ لٹکایا ہوا ہے‘‘...... ڈاکٹر شیان نے کہا۔

’’آقا۔ اتنے بڑے ہنگامے کے باوجود آپ کے دشمن بچ گئے ہیں‘‘...... رتولی نے دھیمے لہجے میں کہا۔

’’کیا کہا۔ کیسے۔ کیوں‘‘...... ڈاکٹر شیان نے کرسی سے اچھلتے ہوئے کہا۔ کرسی سے اٹھ کر اس نے ایک لمحے کے لئے اپنی آنکھیں بند کیں اور پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔

’’یہ بہت برا ہوا ہے رتولی۔ تو ناکام ہوگئی ہے‘‘...... ڈاکٹر شیان نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

’’آقا۔ وہ لوگ تو بجلی سے بھی زیادہ تیز اور پھرتیلے ہیں۔ ان پر سینکڑوں گولیاں برسائی گئیں لیکن ایک گولی نے بھی ان کے جسم کو نہیں چھوا۔ فائرنگ کے دوران وہ اتنی تیزی سے حرکت کر رہے تھے کہ ان پر نظر نہیں ٹھہرتی تھی‘‘...... رتولی نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

’’وجہ کوئی بھی ہو رتولی۔ اصل بات یہ ہے کہ تو ناکام ہوئی ہے اور اس ناکامی پر میں تجھے آگ میں جلا رہا ہوں‘‘...... ڈاکٹر شیان

نے غصیلے لہجے میں اور جیب سے لائٹر نکال لیا۔

’’رحم آقا۔ معاف کر دو۔ ایک موقع اور دے دو‘‘...... رتولی نے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔

’’تجھے معلوم ہے کہ ناکامی کی سزا موت ہوتی ہے‘‘...... ڈاکٹر شیان نے لائٹر جلاتے ہوئے کہا۔

’’مجھے معاف کر دو آقا۔ صرف ایک بار معاف کر دو‘‘...... رتولی نے پہلے سے زیادہ لرزتے ہوئے کہا۔

’’اچھا ٹھیک ہے۔ میں تجھے ایک اور موقع دیتا ہوں‘‘...... ڈاکٹر شیان نے کہا اور اس نے لائٹر بجھا کر جیب میں رکھ لیا جبکہ رتولی کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔ اس کی مسکراہٹ سے اس کا چہرہ اور زیادہ بھیانک ہو گیا تھا۔

’’شکریہ آقا۔ تم بہت اچھے ہو‘‘...... رتولی نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

’’اب تو میرے ان دشمنوں کے خاتمے کے لئے کیا کرے گی‘‘...... ڈاکٹر شیان نے اس سے پوچھا تو رتولی سوچنے لگی۔ کچھ دیر تک وہ سوچتی رہی اور ڈاکٹر شیان اسے دیکھتا رہا۔

’’آقا۔ ڈاکٹر آبیلا نے تمہارے ان دشمنوں کے لئے پرنس ہوٹل میں کمرے بک کرائے ہیں۔ اس لئے یہ لوگ پرنس ہوٹل جائیں گے۔ میں وہاں کے ویٹر کے ذریعے پہلے انہیں بے ہوش کراؤں گی اور پھر ریڈ کلرز گروپ انہیں اسی بے ہوشی کی حالت

میں گولیاں مار دے گا‘‘...... رتولی نے کہا تو ڈاکٹر شیان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

’’ٹھیک ہے۔ یہ کوشش بھی کر کے دیکھ لے۔ اب صرف تین راتوں کی بات ہے۔ انہیں ان تین راتوں میں میرے پاس نہیں آنا چاہئے‘‘...... ڈاکٹر شیان نے کہا۔

’’آپ بے فکر رہیں آقا۔ یہ ابھی کچھ دیر میں مارے جائیں گے‘‘...... رتولی نے کہا تو ڈاکٹر شیان نے چند سیکنڈ کے لئے اپنی آنکھیں بند کیں اور پھر اس نے آنکھیں کھول لیں۔

’’وہ لوگ ہوٹل پہنچ چکے ہیں۔ اب تم جاؤ‘‘...... ڈاکٹر شیان نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

’’ٹھیک ہے آقا‘‘...... رتولی نے ڈاکٹر شیان کے سامنے جھکتے ہوئے کہا اور پھر سرد ہوا کا جھونکا ڈاکٹر شیان کو محسوس ہوا اور رتولی غائب ہو گئی۔ اس کے غائب ہوتے ہی ڈاکٹر شیان نے بوتل کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ بوتل خالی تھی۔ اس نے خالی بوتل ایک طرف رکھی اور الماری سے دوسری بوتل نکال لی۔ اس بوتل سے ابھی اس نے چند گھونٹ ہی پیئے تھے کہ اسے سرد ہوا کا جھونکا محسوس ہوا اور کمرے میں تیز بو پھیل گئی اور پھر رتولی حاضر ہوئی۔ جیسے ہی رتولی حاضر ہوئی ڈاکٹر شیان نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ کمرے میں ظاہر ہونے کے بعد سب سے پہلے وہ ڈاکٹر شیان کے سامنے جھک گئی۔

’’مبارک ہو آقا۔ آپ کے دشمن اس وقت پرنس ہوٹل کے کمرے میں بے ہوش پڑے ہیں‘‘...... رتولی نے کہا۔

’’تو یہاں کیوں آئی ہے۔ ان لوگوں کے بے ہوش ہونے کے بعد تجھے سب سے پہلے ریڈ کلرز کے پاس جانا چاہئے تھا‘‘...... ڈاکٹر شیان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

’’میں بس ایک لمحے میں ریڈ کلرز تک پہنچتی ہوں آقا۔ میں تو آپ کو مبارک باد دینے کے لئے پہلے ادھر آ گئی تھی‘‘...... رتولی نے کہا۔

’’مبارک بعد میں بھی دی جا سکتی ہے۔ بس اب تو دیر نہ کر اور جلدی جا‘‘...... ڈاکٹر شیان نے کہا تو رتولی ایک بار پھر ڈاکٹر شیان کے سامنے جھکی اور پھر دوسرے ہی لمحے وہ غائب ہو گئی۔

گہری تاریکی میں روشنی کا ایک نقطہ سا چمکا اور پھر یہ نقطہ بڑھنے لگا۔ تاریکی میں ڈوبا ہوا عمران کا ذہن مکمل طور پر روشن ہوگیا اور وہ یکدم اچھل پڑا۔ اس نے دیکھا کہ جولیا اور جوزف بھی بے ہوشی کی حالت میں پڑے ہوئے تھے جبکہ میز کے قریب ہی ویٹر بھی بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہی عمران کو قدموں کی خفیف سی آواز سنائی دی تو وہ یکدم بیڈ پر گر گیا اور اس نے تیزی سے چند آیات پڑھ لیں کیونکہ اس بار ان کا ٹکراؤ شیطانی مخلوق سے تھا اس لئے اسے ہر لمحہ مقدس کلام کا ورد کرنا تھا۔

دل ہی دل میں آیات پڑھنے کے دوران اس نے دروازہ کھلتے ہوئے دیکھا۔ دروازہ کھلتے ہی عمران چونک پڑا۔ اس شخص کا چہرہ اور آنکھیں نارمل انداز میں نہیں تھیں۔ ایسے محسوس ہوتا تھا جیسے وہ آدمی ٹرانس میں ہو۔ اس آدمی نے کمرے میں داخل ہوتے ہی

ایک لمحے کے لئے ان تینوں کی طرف دیکھا اور پھر اس کا ایک ہاتھ سیدھا ہوا جس میں مشین پسٹل تھا۔ مشین پسٹل کا رخ عمران کی طرف تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ عمران پر فائرنگ کرتا عمران نے منہ اس کی طرف کر کے پھونک ماری۔ عمران کو ایسے محسوس ہوا جیسے اس آدمی کو بجلی کا جھٹکا لگا ہو اور اس کی آنکھوں میں حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

”یہ۔ یہ۔ یہ میں کہاں ہوں“...... اس شخص نے حیرت بھرے لہجے میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

”تم پرنس ہوٹل کے ایک کمرے میں موجود ہو“...... عمران نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ تم کون ہو اور میں یہاں کیسے پہنچ گیا“...... اس شخص نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

”تو تم مجھے نہیں جانتے“...... عمران نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ شخص بھی عمران کو غور سے دیکھنے لگا۔

”میں نے آج سے پہلے تمہیں نہیں دیکھا“...... اس شخص نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ ایئر پورٹ سے باہر ہم پر جو حملہ ہوا ہے وہ تم نے نہیں کسی اور نے کیا ہے“...... عمران نے بدستور اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”جیسے عجیب واقعات آج پیش آ رہے ہیں ایسے عجیب واقعات

میری زندگی میں کبھی پیش نہیں آئے۔ نجانے آج کیا ہو رہا ہے''۔ اس شخص نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

''کیا واقعات پیش آ رہے ہیں۔ مجھے بتاؤ''...... عمران نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ عمران کی بات سن کر وہ شخص سوچ میں پڑ گیا اور پھر وہ کچھ دیر تک سوچتا رہا۔

''میرا نام ریڈ مین ہے اور میں ایک بزنس مین ہوں۔ کچھ دیر پہلے کی بات ہے کہ میں اپنے آفس میں بیٹھا ہوا تھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ میں اپنے آدمیوں کے ساتھ اپنی گاڑی میں ہوں۔ اس کے بعد میں اپنے آفس میں پہنچا اور ابھی کرسی پر نہیں بیٹھا تھا کہ میرے ذہن پر ایک بار پھر پردہ سا پھیل گیا اور اب میں خود کو اس کمرے میں دیکھ رہا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ میں یہاں تک کیسے پہنچا ہوں''...... ریڈ مین نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر اس نے کمرے کے چاروں کونوں میں پھونک مار دی۔ اس دوران وہ دل ہی دل میں آیات کریمہ کا ورد کرتا رہا تھا۔

''اچھا۔ تو تم ایکریمیا کے مشہور پیشہ ور قاتل گروپ ریڈ کلرز کے ریڈ مین ہو''...... عمران نے کمرے کے چاروں کونوں میں پھونکیں مارنے کے بعد اس سے کہا تو وہ حیرت سے اچھل پڑا اور آنکھیں جھپکا کر عمران کو دیکھنے لگا۔

''تت۔ تم۔ تم مجھے جانتے ہو۔ لیکن تم ایکریمین تو نہیں ہو۔ تم

تو ایشیائی لگتے ہو۔ پھر تم مجھے کیسے جانتے ہو''...... ریڈ مین نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''تمہاری شہرت تو دنیا کے تمام ممالک تک پہنچ چکی ہے''۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ تم کون ہو''...... ریڈ مین نے پوچھا۔

''میں تو ایک عام سا انسان ہوں۔ معلوم نہیں تم کیوں ایئر پورٹ پر مجھے ختم کرنے کے لئے آئے اور میرے خاتمے کی کوشش میں تم نے کئی بے گناہ لوگوں کو ختم کر دیا اور اب میرے خاتمے کے لئے تم یہاں بھی آ گئے ہو''...... عمران نے کہا۔

''تم عام انسان نہیں ہو۔ تم کوئی خاص انسان ہو۔ سچ سچ بتاؤ کہ تم کون ہو''...... ریڈ مین نے عمران سے پوچھا۔

''میں نے تمہیں بتایا تو ہے کہ میں ایک عام انسان ہوں اور میرا نام علی عمران ہے''...... عمران نے اپنا نام بتاتے ہوئے کہا لیکن ریڈ مین پہلے سے عمران کے نام سے واقف نہیں تھا۔

''علی عمران۔ اچھا یہ بتاؤ کہ میں یہاں کیسے پہنچ گیا''...... ریڈ مین نے پوچھا۔

''یہ تو تم نے مجھے بتانا ہے کہ تم ہمیں کس کے کہنے پر قتل کرنے آئے ہو''...... عمران نے کہا۔

''میں تو خود حیران ہوں کہ میں یہاں کیسے پہنچ گیا''...... ریڈ

مین نے کہا۔

"کیا تمہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ ایئر پورٹ پر تم نے بے گناہ لوگوں کو قتل کیا ہے"...... عمران نے کہا۔

"یہ کارروائی کیسے ہوئی۔ یہ میں نہیں جانتا۔ اس کارروائی کے بعد جب ہم واپس پہنچے تو پھر مجھے میرے آدمیوں نے بتایا کہ ہم نے اتنی بڑی کارروائی کی ہے اور میرے آدمیوں کا کہنا تھا کہ یہ کارروائی انہوں نے میرے حکم پر کی ہے اور یہ کہ یہ کارروائی میں نے اپنی نگرانی میں ہی کرائی ہے"...... ریڈ مین نے کہا۔

"تم نے خود اس کارروائی کی نگرانی کی اور کہتے ہو کہ تمہیں معلوم نہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے"...... عمران نے کہا۔ عمران جانتا تھا کہ یہ سب شیطانی مخلوق کا کام ہے لیکن وہ ریڈ مین کو چیک کرنا چاہتا تھا اس لئے وہ ریڈ مین سے یہ سوالات کر رہا تھا

"تم مجھے بہت ہی خاص آدمی لگتے ہو لیکن اس کے باوجود مجھے تمہیں کوئی صفائی پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو کچھ میں نے بتایا ہے وہ بالکل سچ ہے۔ اب تم یقین کرو یا نہ کرو"...... ریڈ مین نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اگر میری جگہ تم ہوتے تو کیا تم یقین کر لیتے"...... عمران نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"یقین کرنے والی بات تو نہیں ہے لیکن کیا کیا جائے۔ ہے تو یہ سچ"...... ریڈ مین نے کہا۔

"اوکے۔ میں تمہاری بات پر یقین کر کے تمہیں چھوڑ دیتا ہوں لیکن تم میرے ایک سوال کا جواب دو"...... عمران نے کہا تو ریڈ مین نے طنزیہ انداز میں عمران کی طرف دیکھا۔

"تم مجھے جانتے ہو اور پھر اس لہجے میں بات کر رہے ہو"۔ ریڈ مین نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ریڈ مین۔ میں تم جیسے پیشہ ور قاتلوں کو چٹکی میں مسل دیا کرتا ہوں اس لئے کسی خوش فہمی میں مت رہنا"...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں نجانے کیا بات تھی کہ ریڈ مین نے غور سے عمران کے چہرے کی طرف دیکھا۔

"اوکے۔ تم پوچھو۔ کیا پوچھنا چاہتے ہو"...... ریڈ مین نے نرم لہجے میں کہا۔

"تم ڈاکٹر شیان سے واقف ہو جو سفلی علوم کا ماہر ہے"۔ عمران نے اس سے پوچھا۔

"ہاں۔ میں نے اس کا نام سنا ہوا ہے۔ لوگ اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ شیطان کا پجاری ہے اور وہ بہت سے شیطانی علوم جانتا ہے"...... ریڈ مین نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اگر میں یہ کہوں کہ اس ڈاکٹر شیان نے تمہارے دماغ پر قبضہ کر کے آج کی یہ دونوں کارروائیاں کرائی ہیں تو تمہارا ردعمل کیا ہو گا"...... عمران نے کہا تو ریڈ مین کی زبان سے جواب سنے بغیر ہی اسے اپنے سوال کا جواب مل گیا تھا کیونکہ ریڈ مین یکدم ہی

خوفزدہ ہو گیا تھا اور اسے خوفزدہ ہوتے دیکھ کر عمران طنزیہ انداز میں مسکرا دیا۔

''تمہارا نام سن کر تو سارا ایکریمیا تھر تھر کانپتا ہے مگر ڈاکٹر شیان کا نام سن کر تم خوفزدہ ہو گئے ہو''...... عمران نے طنزیہ لہجے میں کہا لیکن ریڈ مین کے تاثرات میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔

''انسان اور شیطان کا کیا مقابلہ۔ ڈاکٹر شیان کے پاس تو بہت سی شیطانی مخلوق ہیں جو دکھائی بھی نہیں دیتیں اور ایک لمحے میں وہ انسان کا خون پی جاتی ہیں۔ انسان کی ہڈیاں چبا جاتی ہیں اور نجانے کس کس طرح سے انسان کا خاتمہ کر دیتی ہیں۔ شیطانی مخلوق انتہا سے بڑھ کر ظالم، سنگدل اور سفاک ہوتی ہیں''...... ریڈ مین نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

''تم شیطانی مخلوق سے بڑھ کر ظالم اور سفاک ہو۔ تم انسان ہو کر انسانوں کو بے دردی سے قتل کرتے ہو''...... عمران نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

''یہ تو میرا پیشہ ہے''...... ریڈ مین نے کہا۔

''تم یہ پیشہ ترک کر دو اور کوئی اور پیشہ اختیار کر لو''...... عمران نے ریڈ مین کو مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

''یہ ممکن نہیں ہے۔ جو پیشہ اپنا لیا سو اپنا لیا''...... ریڈ مین نے کہا۔

''اس کا مطلب ہے کہ اگر تم زندہ رہے تو نجانے کتنے معصوم

اور بے گناہ لوگوں کو مارو گے''...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ریڈ مین کا مشین پسٹل اٹھا لیا۔ عمران مشین پسٹل اٹھا کر سیدھا ہوا ہی تھا کہ ریڈ مین کسی سپرنگ کی مانند اچھلا اور عمران سے جا ٹکرایا۔ عمران اس کی ٹکر سے قالین پر گر گیا اور مشین پسٹل اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ صرف اتنا ہی نہیں اس نے عمران کی پسلیوں پر ایک مکا بھی مار دیا تھا۔ اس میں اس قدر تیزی اور پھرتی تھی کہ عمران دل ہی دل میں اسے داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے پہلے جیسی تیزی سے عمران کے منہ پر مکا مارنے کی کوشش کی لیکن اس کی یہ کوشش ناکام ہوئی۔ عمران نے اس کی کلائی پکڑ لی تھی اور پھر اس نے ریڈ مین کی کلائی کو جھٹکا دیا تو ریڈ مین کے منہ سے چیخ نکل گئی کیونکہ اس کی کلائی کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔

درد کی شدت سے اس کا چہرہ بگڑنے لگا لیکن پھر اس نے خود پر قابو پا لیا اور دوسرے ہاتھ سے اس نے عمران کے بال پکڑ لئے اور زور دار جھٹکا دیا۔ عمران اس کے پہلو میں ہی لڑکھڑا گیا۔ ریڈ مین نے تیزی سے اپنی ٹانگوں کو حرکت دی۔ اس نے ٹانگیں سکیڑ کر عمران کے پیٹ میں مارنے کی کوشش کی لیکن عمران بھی پھرتی سے حرکت میں آ گیا۔ اس نے ایک کروٹ بدلی اور اگلے لمحے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ پھر وہ فضا میں بلند ہوا۔ ریڈ مین بھی تیزی سے اٹھ رہا تھا لیکن عمران اس سے زیادہ پھرتیلا تھا لہٰذا عمران کی دونوں ٹانگیں اس کے سینے پر پڑیں اور اس کی ایک چیخ بلند ہوئی۔ لازماً

اس کی دو پسلیاں ٹوٹ گئی تھیں۔ تکلیف کی شدت سے اس کا چہرہ بگڑ گیا تھا۔ عمران نے اس کا سر پکڑا اور اسے گھما دیا۔ اس بار اس کی جو چیخ بلند ہوئی وہ اس کی آخری چیخ ثابت ہوئی۔ اس کی گردن ٹوٹ چکی تھی اور پھر وہ چند لمحے تڑپا اور پھر ساکت ہو گیا۔

ریڈ مین کے مرنے کے بعد عمران نے جولیا کو ہوش میں لانے کی کوشش کی۔ بے ہوش ہوتے وقت عمران نے گیس کی بو محسوس کر لی تھی اور اس گیس کا توڑ سادہ پانی تھا۔ لہٰذا واش روم سے پانی لا کر عمران نے پہلے جولیا کے منہ پر چھینٹے مارے۔ جب جولیا میں حرکت پیدا ہوئی تو عمران، جوزف کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں ہوش میں آ گئے۔

''یہ کون ہے عمران'' ...... جولیا نے ریڈ مین کی لاش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

''یہ ریڈ مین تھا'' ...... عمران نے کہا اور پھر اس نے جولیا کو اس کے بارے میں مکمل تفصیل بتا دی۔

''ہونہہ۔ اب اس لاش کا کیا کرنا ہے'' ...... جولیا نے پوچھا۔

''ہم نے اس لاش کا کیا کرنا ہے۔ جو کچھ کریں گے ہوٹل والے کریں گے۔ ہم تو فوری طور پر ہوٹل چھوڑ رہے ہیں''۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو جولیا بھی مسکرانے لگی اور پھر واقعی تین منٹ بعد وہ پرنس ہوٹل سے باہر آ چکے تھے۔ تقریباً دس منٹ پیدل چلنے کے بعد انہوں نے ایک ٹیکسی لی اور وہ سٹی ہوٹل پہنچ

گئے۔ سٹی ہوٹل میں انہوں نے دو کمرے حاصل کئے۔ جولیا نے صرف ایک لمحہ اپنے کمرے کا جائزہ لیا اور پھر وہ عمران کے کمرے میں آ گئی۔

''اب تمہارا کیا پروگرام ہے'' ...... عمران کے کمرے میں آ کر جولیا نے اس سے پوچھا۔

''سب سے پہلے تو ڈاکٹر شیان کا پتہ لگانا ہے کہ وہ کہاں ہے اور اس کے لئے مجھے شیان کلب جانا پڑے گا'' ...... عمران نے کہا۔

''تم اکیلے جاؤ گے یا ہم بھی تمہارے ساتھ جائیں گے''۔ جولیا نے پوچھا۔

''میں اکیلا جانا جاتا ہوں اور وہ بھی میک اپ میں'' ...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''میں اکیلی اس ہوٹل میں کیا کروں گی۔ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی'' ...... جولیا نے کہا۔

''فی الحال تم اپنے کمرے میں اور جوزف اس کمرے میں آرام کرے۔ میں تھوڑی دیر میں واپس آتا ہوں'' ...... عمران نے کہا اور پھر وہ اپنے سامان کی طرف بڑھا جس میں چھوٹا سا میک اپ باکس بھی موجود تھا۔ اس نے دس منٹ میں میک اپ کر لیا۔ اس میک اپ میں وہ مقامی نظر آ رہا تھا۔

عمران نے چونکہ اکیلے شیان کلب جانے کا فیصلہ کیا تھا اس لئے

جولیا اس پر زیادہ دباؤ بھی نہیں ڈال رہی تھی کیونکہ وہ عمران کو جانتی تھی۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ اگر عمران نے شیان کلب اکیلے جانے کا فیصلہ کیا ہے تو اس کی بھی کوئی وجہ ہو گی اور یہی سوچ کر وہ خاموشی سے اپنے کمرے میں آ گئی جبکہ عمران بھی کمرے سے باہر نکل گیا۔

شیان کلب کے سامنے ٹیکسی رکی تو عمران ٹیکسی سے نیچے اتر آیا۔ اس نے ٹیکسی ڈرائیور کو بھاری ٹپ کے ساتھ کرایہ بھی ادا کیا اور شیان کلب کے مین گیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ اس نے اپنے ذہن کو بلینک کر لیا تھا اور آیت کریمہ کا ورد کر کے اپنے اوپر دم بھی کر لیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ ذہن کو بلینک کرنے اور آیت کریمہ کا دم کرنے کی وجہ سے اب کوئی شیطانی طاقت اس کے دماغ میں نہیں جھانک سکے گی۔

عمران مین گیٹ سے ہوتا ہوا کاؤنٹر پر پہنچ گیا۔ کاؤنٹر پر ایک نوجوان اور خوبصورت لڑکی موجود تھی۔ اس نے عمران کو دیکھا تو وہ کاروباری انداز میں مسکرانے لگی۔

”یس سر۔ فرمایئے۔ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتی ہوں“۔ کاؤنٹر گرل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”آپ اسی طرح مسکراتی رہیں۔ آپ کی یہی خدمت میرے لئے بہت ہے“...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیا مطلب“...... کاؤنٹر گرل نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

”آپ کا مسکراتا ہوا چہرہ دیکھ کر میرے دل کو خوشی محسوس ہو رہی ہے اور کسی کو خوش کرنا تو سب سے بڑی خدمت ہے“۔ عمران نے کاؤنٹر گرل سے کہا تو اس کی مسکراہٹ میں مزید اضافہ ہو گیا۔

”تھینک یو سر۔ آپ بہت اچھی باتیں کرتے ہیں۔ فرمایئے۔ آپ کس سلسلے میں تشریف لائے ہیں“...... کاؤنٹر گرل نے عمران کا شکریہ ادا کرتے ہوئے پوچھا۔

”میرا نام ڈاکٹر براؤن ہے اور میں ڈاکٹر شیان سے ملنے آیا ہوں“...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”میں معذرت چاہتی ہوں سر۔ آپ کی ملاقات ڈاکٹر صاحب سے نہیں ہو سکتی“...... کاؤنٹر گرل نے کہا۔

”کیوں۔ میں تو بہت دور سے آیا ہوں“...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اس لئے کہ ڈاکٹر صاحب ملک سے باہر گئے ہوئے ہیں“۔ کاؤنٹر گرل نے کہا۔

”اوہ۔ ویری سیڈ۔ میرا ان سے ملنا بہت ضروری ہے“۔ عمران نے مایوس سے لہجے میں کہا۔

”اب کیا کیا جا سکتا ہے سر۔ مجبوری ہے“...... کاؤنٹر گرل نے

ایک مرتبہ پھر مسکراتے ہوئے کہا۔

”اچھا۔ آپ یہ بتائیں کہ وہ کس ملک گئے ہوئے ہیں۔ میں طیارہ چارٹرڈ کرا کے وہاں چلا جاتا ہوں کیونکہ میرا ان سے ملنا بہت ضروری ہے“...... عمران نے کہا۔

”سوری سر۔ یہاں تو کسی کو بھی معلوم نہیں ہے کہ وہ کہاں گئے ہیں“...... کاؤنٹر گرل نے معذرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہونہہ۔ ان کا اسسٹنٹ کون ہے۔ آپ میری ان سے ملاقات کرا دیں“...... عمران نے کہا۔

”مسٹر کنگ ڈاکٹر شیان کے اسسٹنٹ ہیں۔ میں ان سے بات کرتی ہوں“...... کاؤنٹر گرل نے کہا اور پھر اس نے فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے لگی۔ بات کرنے کے بعد اس نے رسیور کریڈل پر رکھا اور ایک ویٹر کو قریب آنے کا اشارہ کیا۔

”یس مس“...... ویٹر نے قریب آ کر مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”سر کو مسٹر کنگ کے آفس تک چھوڑ آؤ“...... کاؤنٹر گرل نے عمران کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”اوکے مس۔ تشریف لایئے جناب“...... ویٹر نے پہلے کاؤنٹر گرل اور پھر عمران سے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو عمران اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ کاؤنٹر کے ساتھ ہی گیلری تھی اور اس گیلری کے اختتام پر تین دروازے نظر آ رہے تھے۔ ان دروازوں کے ساتھ ہی ایک بنچ بھی رکھا ہوا تھا اور بنچ پر ایک مسلح آدمی بیٹھا ہوا

تھا۔ اس مسلح آدمی کے چہرے پر زخموں کے لاتعداد نشان تھے۔ ان نشانات نے اس کے چہرے کو خوفناک بنا دیا تھا۔ ویٹر اس کے قریب پہنچ کر رک گیا جبکہ وہ انہیں دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

''مارشل۔ ان صاحب کو مسٹر کنگ سے ملنا ہے''...... ویٹر نے مسلح آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

''اوکے۔ تم جاؤ''...... مارشل نے کرخت لہجے میں کہا تو ویٹر واپس چلا گیا۔

''آپ کے پاس کوئی اسلحہ تو نہیں ہے''...... مارشل نے عمران کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''میں ڈاکٹر براؤن ہوں۔ مجھے بھلا اسلحے سے کیا لینا دینا''۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''اوکے۔ آپ اندر تشریف لے جا سکتے ہیں''...... مارشل نے کہا اور پھر اس نے ایک دروازہ بھی کھول دیا۔ عمران اندر داخل ہو گیا۔ یہ انتہائی شاندار انداز میں سجا ہوا کمرہ تھا۔ ایک جہازی سائز ٹیبل کے پیچھے ایک بڑی سی ریوالونگ چیئر پر ایک ہاتھی نما انسان بیٹھا ہوا تھا جو سر کے بالوں سے بالکل ہی بے نیاز تھا۔ اس کے چہرے پر بھی زخموں کے نشان تھے اور اس کے چہرے پر کرختگی کے آثار تھے۔

''ہیلو ڈاکٹر براؤن۔ تشریف رکھیئے''...... مسٹر کنگ نے صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''تھینک یو''...... عمران نے اس کا شکریہ ادا کیا اور سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا۔

''جی فرمایئے۔ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں''...... کنگ نے عمران کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ اس دوران عمران قرآنی آیات پڑھ کر اپنے اوپر پھونک مار چکا تھا تاکہ وہاں موجود شیطانی اثرات زائل ہو جائیں۔ عمران نے شیان کلب آ کر یہ بات محسوس کی تھی کہ یہاں اسے شیطانی اثرات نظر نہیں آ رہے تھے لیکن اس کے باوجود وہ اپنے حفاظتی اقدامات کر رہا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ یہاں ہونے والی معمولی سی غفلت بھی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔

''مجھے ڈاکٹر شیان صاحب سے فوری طور پر ملنا ہے''...... عمران نے کنگ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ایسا تو ممکن نہیں ہے ڈاکٹر براؤن کیونکہ ڈاکٹر شیان ایکریمیا سے باہر ہیں''...... کنگ نے کہا۔

''میرا ان سے ملنا بہت ضروری ہے۔ میں ایک سائنسی فارمولے پر کام کر رہا ہوں اور اب ان سے مشورے کے بغیر کام آگے نہیں بڑھ سکتا کیونکہ میرے لئے ایک مسئلہ پیدا ہو گیا ہے اور یہ مسئلہ ڈاکٹر شیان ہی حل کر سکتے ہیں۔ اگر اگلے چند گھنٹوں میں میری ان سے ملاقات نہ ہوئی تو مجھے کروڑوں ڈالرز کا نقصان ہو جائے گا۔ آپ مہربانی کریں اور میری ان سے ملاقات کرا دیں''...... عمران

نے منت بھرے لہجے میں کہا۔

''آپ کی مجبوری بھی ٹھیک ہے لیکن میں بھی مجبور ہوں۔ ڈاکٹر شیان کے بارے میں کوئی بھی نہیں جانتا کہ وہ اس وقت کہاں ہیں''...... کنگ نے کہا۔

''کسی ایمرجنسی کی صورت میں آپ نے ان سے رابطہ تو کرنا ہوتا ہے۔ اب بھی یہی سمجھیں کہ آپ کے لئے ایمرجنسی ہوگئی ہے لہٰذا آپ ان سے رابطہ کیجئے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ میرا نام سن کر مجھ سے ضرور بات کریں گے''...... عمران نے کہا۔

''ہمارے لئے کبھی کوئی ایمرجنسی پیدا نہیں ہوئی اس لئے ہمیں کبھی بھی ان سے رابطہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ اب آپ اپنا اور میرا وقت ضائع نہ کریں اور تشریف لے جائیں''۔ کنگ نے خشک لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

''اگر آپ مجھے ان کا ایڈریس بتا دیں یا فون پر ان سے میری بات کرا دیں تو میں آپ کو پانچ لاکھ ڈالر دے سکتا ہوں''...... عمران نے کہا تو کنگ نے تیز نظروں سے عمران کو گھورا اور پھر اس سے پہلے کہ ان کے درمیان مزید کوئی بات ہوتی یکدم دروازہ کھلا اور تین آدمی اندر آ گئے جو کہ مشین گنوں سے مسلح تھے۔ کنگ انہیں دیکھ کر چونکا اور اس نے کوئی بات کرنے کے لے منہ کھولا ہی تھا کہ ان تینوں نے مشین گنوں کا رخ عمران کی طرف کر کے فائر کھول دیا۔

''اوہ۔ رتولی فنا ہو گئی۔ غضب ہو گیا''...... ڈاکٹر شیان نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔ وہ رتولی کو دیکھ رہا تھا۔ رتولی ریڈ مین کے دماغ میں تھی اور ریڈ مین کے ساتھ پرنس ہوٹل پہنچی تھی۔ ڈاکٹر شیان نے ریڈ مین کی آنکھوں سے ہی عمران اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ لیا تھا جو کمرے میں بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ ریڈ مین کے ہاتھ میں مشین پسٹل تھا جس کا رخ عمران اور اس کے ساتھیوں کی طرف تھا۔

عمران اور اس کے ساتھیوں کو بے ہوشی کی حالت میں دیکھ کر ڈاکٹر شیان کے چہرے پر کامیابی کی چمک پیدا ہو گئی تھی۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ اب عمران اور اس کے ساتھیوں کو کوئی نہیں بچا سکتا۔

''فائر کرو ریڈ مین۔ جلدی فائر کرو''...... ڈاکٹر شیان نے ایسے

لہجے میں کہا جیسے ریڈمین اس کی بات سن رہا ہو۔ لیکن اسی لمحے اس نے حیرت انگیز منظر دیکھا۔ عمران کے منہ سے ایک روشنی سی نکلی تھی اور اگلے ہی لمحے رتولی ریڈمین کے دماغ سے باہر آ گری تھی اور وہ آگ میں جل رہی تھی۔ رتولی کی خوفناک چیخیں ڈاکٹر شیان کے کانوں میں گونج رہی تھیں۔ چند لمحوں بعد وہ چیخیں معدوم ہو گئیں اور ہوٹل کا منظر بھی اس کی نظروں سے غائب ہو گیا۔

ڈاکٹر شیان چند لمحے تو اپنی کرسی پر بت بنا بیٹھا رہا پھر وہ کرسی سے اٹھا۔ اس نے اپنے آفس کا دروازہ کھولا اور قالین پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنی جیب سے شیطان کا چھوٹا سا بت نکالا اور اپنے سامنے رکھ کر اس کے سامنے جھک گیا۔ چند لمحوں بعد وہ سیدھا ہوا اور منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑانے لگا۔ تقریباً تین منٹ بعد اسے کوے کی آواز سنائی دی تو اس نے دروازے کی طرف دیکھا۔ جیسے ہی اس نے دروازے کی طرف دیکھا ایک کوا اندر داخل ہوا۔ اندر آ کر وہ کوا ڈاکٹر شیان کے سامنے بیٹھ گیا اور پھر اگلے ہی لمحے وہ کوا ایک انسانی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ اس کی شکل تو انسانوں جیسی تھی لیکن خدوخال بہت ہی عجیب وغریب تھے۔ چہرہ بندر سے مشابہ تھا اور بال کانٹے دار جھاڑیوں جیسے تھے۔ انسانی شکل میں آتے ہی وہ ڈاکٹر شیان کے سامنے جھک گیا۔

''مگورا اپنے آقا کی خدمت میں حاضر ہے''...... اس عجیب الخلقت انسان نے ڈاکٹر شیان کے سامنے جھکتے ہوئے کہا۔

''سیدھا ہو جا مگورا''...... ڈاکٹر شیان نے تحکمانہ لہجے میں کہا تو مگورا فوراً ہی سیدھا ہو گیا۔

''مگورا۔ اب تو نے مستقل میرے پاس رہنا ہے''...... ڈاکٹر شیان نے بدستور تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''میں تو اپنے آقا کا غلام ہوں۔ جہاں آقا کہے گا میں وہیں رہوں گا''...... مگورا نے سر جھکا کر کہا۔

''میں راوڑی کو بھی بلا رہا ہوں۔ وہ بھی مستقل اب میرے پاس رہے گی''...... ڈاکٹر شیان نے کہا۔

''راوڑی بھی آپ کی غلام ہے آقا۔ وہ بھی آپ کے حکم کی پابند ہے۔ مجھے اور راوڑی کو آپ نے بھینٹ بھی دینی ہے آقا''...... مگورا نے بدستور مؤدبانہ لہجے میں کہا تو ڈاکٹر شیان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''مجھے معلوم ہے۔ راوڑی آ جائے تو میں تم دونوں کو بھینٹ دوں گا''...... ڈاکٹر شیان نے کہا اور پھر وہ منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑانے لگا۔ تقریباً تین منٹ بعد چیل کی آواز سنائی دی تو اس ڈاکٹر شیان نے دروازے کی طرف دیکھا۔ اس مرتبہ ایک چیل اڑتی ہوئی اندر آ گئی۔ اندر داخل ہوتے ہی وہ ڈاکٹر شیان کے سامنے بیٹھی اور پھر اگلے ہی لمحے وہ انسانی شکل میں آ گئی لیکن یہ شکل انتہائی بھیانک اور مکروہ تھی۔ انسانی شکل میں آتے ہی وہ بھی ڈاکٹر شیان کے سامنے جھک گئی۔

"راوڑی اپنے آقا کی خدمت میں حاضر ہے"...... راوڑی نے جھکے جھکے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"سیدھی ہو جا راوڑی"...... ڈاکٹر شیان نے تحکمانہ لہجے میں کہا تو راوڑی سیدھی ہو گئی۔ اس کے بعد ڈاکٹر شیان قالین سے اٹھا اور اس نے شیطان کا بت اٹھا کر جیب میں رکھا اور پھر وہ اپنی کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ اس نے ایک نظر مگورا اور راوڑی کو دیکھا جو سر جھکائے کھڑے تھے۔

"راوڑی۔ اب تو مستقل میرے پاس رہے گی"...... ڈاکٹر شیان نے سخت لہجے میں کہا۔

"میں تو آپ کے حکم کی پابند ہوں آقا۔ بس آپ مجھے میری بھینٹ دے دیں"...... راوڑی نے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

"اوپر چھت پر میرے چار قیمتی کتے موجود ہیں۔ ان میں سے ایک ایک کتا تم دونوں بھینٹ لے لو"...... ڈاکٹر شیان نے کہا تو مگورا اور راوڑی کے چہروں پر مکروہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور پھر وہ دونوں غائب ہو گئے۔ کچھ دیر بعد جب وہ دونوں دوبارہ حاضر ہوئے تو ان کے ہونٹوں پر تازہ خون لگا ہوا تھا۔

"واہ۔ واہ۔ آقا۔ بھینٹ کا مزہ آ گیا"...... راوڑی نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"ایکریمیا میں میرے تین دشمن موجود ہیں اور میری مجبوری یہ ہے کہ میں اس وقت یروشلم نہیں چھوڑ سکتا کیونکہ میں اس وقت

یہاں بہت اہم کام میں مصروف ہوں"...... ڈاکٹر شیان نے ان دونوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آقا۔ آپ فکر نہ کریں۔ ہمیں اپنے دشمنوں کا نام بتائیں اور اجازت دیں۔ ہم ابھی جا کر ان کا خون پی لیتے ہیں"...... مگورا نے اپنی آنکھیں مٹکاتے ہوئے کہا۔

"یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ ابھی کچھ دیر پہلے میرے دشمن نے رتولی کو فنا کر دیا ہے"...... ڈاکٹر شیان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"کیا۔ کیا رتولی ایک انسان کے ہاتھوں فنا ہو گئی ہے"۔ راوڑی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ میرے ان تین دشمنوں میں سے ایک نے اسے فنا کیا ہے"...... ڈاکٹر شیان نے کہا۔

"آقا۔ کیا آپ کے یہ دشمن روشنی کے نمائندے ہیں"...... مگورا نے پوچھا۔

"یہ لوگ روشنی کے نمائندے نہیں ہیں بلکہ عام انسان ہیں لیکن ان کے کام خاص لوگوں والے ہی ہیں"...... ڈاکٹر شیان نے مگورا کی بات کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"آپ کی بات میری سمجھ میں نہیں آئی آقا"...... راوڑی نے کہا۔

"میں تمہیں تفصیل بتاتا ہوں۔ ان تین افراد میں دو مرد اور ایک عورت ہے۔ عورت کا نام جولیا ہے جبکہ ایک مرد کا نام جوزف

ہے جو کہ افریقی حبشی ہے اور افریقہ کے وچ ڈاکٹروں کا چہیتا ہے۔ یہ ہمارے لئے انتہائی خطرناک انسان ہے اور دوسرا مرد تو ایسا ہے کہ تم اس کا نام ہی نہیں لے سکتے۔ اس کا نام ہی ایسا ہے کہ شیطانی ذریات اس کا نام لیں تو وہ فنا ہو جائیں۔ یہ خود تو روشنی کا نمائندہ نہیں ہے لیکن یہ اپنے مضبوط اور اعلیٰ کردار اور ایمانی جذبے کی وجہ سے روشنی کے چند نمائندوں کا پسندیدہ ہے اور اس کے سر پر ان کا ہاتھ ہے۔ اس کے علاوہ اس عمران کی ماں بھی ہر وقت اس کے لئے دعا کرتی رہتی ہے اس لئے یہ بھی ہمارے لئے انتہائی خطرناک ہے اور میں کوشش میں لگا ہوا ہوں کہ میں اس کا خاتمہ کر دوں اور اب دو تین دن کی بات ہے۔ میں اپنے قیدی وحشی بچے کے ذریعے جسے چاہوں گا ہلاک کرا دوں گا چاہے وہ کوئی روشنی کا نمائندہ ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن مجھے ان دو تین دنوں کے لئے ان تینوں کو روکنا ہے''...... ڈاکٹر شیان نے مسلسل بولتے ہوئے کہا تو ان دونوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

''اوہ۔ میگی سے کوئی میرے بارے میں معلومات حاصل کر رہا ہے''...... ڈاکٹر شیان نے اچانک چونکتے ہوئے کہا۔

''کون ہے وہ آقا''...... راوڑی اور مگورا نے بیک وقت پوچھا۔

''وہ مجھے نظر نہیں آ رہا۔ میں صرف میگی کو دیکھ رہا ہوں''۔ ڈاکٹر شیان نے پریشان سے لہجے میں کہا۔

''آقا۔ میں نے اسے دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ میگی مجھے نظر آ

رہی ہے لیکن وہ شخص دکھائی نہیں دے رہا۔ میگی کے مطابق اس شخص کا نام ڈاکٹر براؤن ہے''...... راوڑی نے کہا۔

''ہاں۔ یہ شخص عمران کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ ایک وہی ہے جو مجھے نظر نہیں آیا کرتا''...... ڈاکٹر شیان نے کہا اور پھر ان تینوں کے درمیان خاموشی چھا گئی۔ چند لمحوں تک کسی نے بھی کوئی بات نہ کی۔

''مگورا۔ تو شیان کلب پہنچ جا۔ میں تجھے ہدایت دیتا رہوں گا کہ تو نے کیا کرنا ہے''...... ڈاکٹر شیان نے مگورا سے کہا تو وہ ایک لمحے کے لئے جھکا اور پھر وہ زمین پر گر کر یکدم ہی کوا بن گیا اور پھر وہ کوا اڑا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ ڈاکٹر شیان اور راوڑی اسے باہر جاتا دیکھ رہے تھے۔

''راوڑی تو بھی جا۔ تو جوزف اور جولیا کی نگرانی کر۔ لیکن دور رہ کر۔ میں تجھے بھی وقتاً فوقتاً ہدایت دیتا رہوں گا''...... ڈاکٹر شیان نے راوڑی سے کہا تو وہ بھی ایک لمحے کے لئے جھکی اور پھر زمین پر گر کر چیل میں تبدیل ہو گئی اور وہ چیل اڑ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔ اس کے جانے کے بعد ڈاکٹر شیان نے کرسی کی پشت سے سر ٹکا لیا اور اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ وہ مگورا سے مسلسل رابطہ رکھنا چاہتا تھا۔ وہ کچھ دیر تک آنکھیں بند کئے بیٹھا رہا۔

''مگورا۔ کلب کی سیکورٹی والوں کو ہدایت کر کہ وہ کنگ کے آفس میں جائیں اور اس آفس میں بیٹھے ہوئے شخص کو سنبھلنے سے

پہلے ہی گولیوں سے اڑا دیں"...... ڈاکٹر شیان نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"یہ عمران عام انسان ہے اور عام طریقے سے ہی مارا جا سکتا ہے۔ کلب کی سیکورٹی والے یکلخت اس پر فائرنگ کریں گے تو یہ کیسے بچ سکے گا"...... ڈاکٹر شیان نے ایک مرتبہ پھر بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اب وہ مطمئن نظر آ رہا تھا جیسے اسے یقین ہو کہ اس کے کلب کی سیکورٹی والے عمران کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

فائرنگ کی آواز گونجنے سے پہلے ہی عمران بجلی کی سی تیزی سے کرسی پر سے پھسل کر نیچے گرا اور اسی تیزی سے وہ رولنگ کرتا ہوا ٹیبل کے نیچے گھس گیا اور پھر ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے سے بھی پہلے کنگ کی کرسی تک پہنچ گیا۔ کنگ ابھی ریوالور نکال کر کرسی سے کھڑا ہی ہوا تھا کہ عمران نے اس سے ریوالور چھین لیا اور پھر وہ فضا میں بلند ہوا۔ اس نے اڑتے ہوئے تین فائر کئے جو اندر آنے والے تینوں مسلح افراد کے سروں میں لگے اور وہ قالین پر گر کر تڑپنے لگے۔

یہ سب کچھ اس قدر تیزی سے ہوا تھا کہ کنگ کو تو صورت حال ہی سمجھ نہیں آئی تھی۔ اس ساری کارروائی میں ایک سیکنڈ بھی نہیں لگا تھا اور کنگ کا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا۔ عمران نے اس کے کھلے منہ میں ہی فائر کر دیا اور گولی اس کے حلق کو چیرتی ہوئی گردن

سے نکل گئی اور ہاتھی کے ڈیل ڈول والا کنگ صرف ایک گولی کھا کر ہی تڑپنے لگا۔

عمران نے دو مشین گنیں اٹھا کر دونوں کندھوں پر لٹکائیں اور تیسری ہاتھ میں پکڑ لی۔ اسے معلوم تھا کہ اب اس نے ڈائریکٹ ایکشن کرنا ہے۔ مشین گنوں پر قبضہ کرنے کے بعد وہ دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ دروازہ زور دار دھماکے سے کھلا اور چار پانچ مسلح افراد دکھائی دیئے۔ عمران نے مشین گن کا رخ ان کی طرف کیا اور بے دریغ فائرنگ کرنے لگا۔ مشین گن کی گولیوں نے ان سب کے جسموں میں سوراخ کر دیئے تھے۔

اب چونکہ دروازہ کھلا ہوا تھا اس لئے فائرنگ کی آواز کلب کے ہال تک سنائی دے رہی تھی اور کلب میں چیخ و پکار شروع ہو گئی۔ ہال میں موجود لوگوں نے مین گیٹ کی طرف دوڑنا شروع کر دیا۔ وہ سب اسی کوشش میں تھے کہ دوسرے سے پہلے باہر نکل جائیں لہذا اس افراتفری میں کئی لوگ نیچے گر گئے اور وہ قدموں تلے آ کر کچلے جانے لگے۔ ان کی درد بھری چیخوں نے ماحول کو اور زیادہ دہشت ناک بنا دیا گیا۔

کلب میں موجود کئی سیکورٹی اہلکار اور کلب کے دیگر ملازمین فائرنگ کی آواز سن کر اس طرف بڑھے لیکن ان کا آگے بڑھنا بے کار ثابت ہوا کیونکہ اسی لمحے عمران بھی وہاں آ گیا تھا۔ مسلح افراد نے اس پر فائرنگ شروع کر دی۔ عمران نے خود کو ان کی فائرنگ

سے بچایا اور ان پر جوابی فائرنگ کر دی۔ کئی افراد اس کی فائرنگ کی زد میں آ گئے اور گر کر تڑپنے لگے۔ چیخ و پکار میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا تھا۔ عمران پر بھی مسلسل فائرنگ ہو رہی تھی اور وہ بجلی بنا ہوا تھا۔ جس تیزی سے اس پر فائرنگ ہو رہی تھی اس سے کہیں زیادہ تیزی سے وہ فائرنگ کر رہا تھا جس کی وجہ سے کلب کے اہلکاروں میں تیزی سے کمی آتی جا رہی تھی۔ پھر یکدم ہی وہاں اندھیرا چھا گیا۔ شاید کسی نے کلب کی بجلی بند کر دی تھی۔ اب بھی کئی لوگ مین گیٹ کی طرف بڑھ رہے تھے۔

عمران نے بھی کلب سے نکل جانا ہی بہتر سمجھا۔ اس نے فائرنگ کرتے ہوئے فضا میں ایک جمپ لگایا اور فضا میں ہی اس نے مشین گن نیچے پھینک دی۔ اب اس کے ہاتھ میں صرف ایک ریوالور تھا۔ اندھیرے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ ہال سے باہر نکلنے والے لوگوں کے درمیان میں جا گرا۔ اس کے پیروں کے نیچے دو تین آدمی آئے تھے جن کی دہشت زدہ چیخیں سنائی دیں اور پھر اگلے دو تین سیکنڈ میں ہی وہ شیان کلب سے باہر پہنچ چکا تھا۔ اسی لمحے اسے پولیس سائرن کی آوازیں سنائی دیں۔ باہر بھی کئی لوگ افراتفری کے عالم میں ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ عمران انہی میں شامل ہو گیا۔ ریوالور اس نے جیب میں رکھ لیا تھا۔

شیان کلب سے کافی فاصلے پر پہنچ کر اس نے محسوس کیا کہ اب وہ ہنگامے سے کافی دور آ گیا ہے تو اس نے ایک ہوٹل کا سائن

بورڈ دیکھا۔ وہ اس ہوٹل میں داخل ہو کر اس کے واش روم کی طرف بڑھا۔ سب سے پہلے وہ اس میک اپ سے جان چھڑانا چاہتا تھا اور یہ میک اپ سادہ پانی سے صاف کیا جا سکتا تھا۔ اس نے میک اپ صاف کیا اور پھر ہال میں آ کر بیٹھ گیا۔ جلد ہی ویٹر اس کے قریب آ گیا۔ عمران نے اسے کافی کا آرڈر دیا جو جلد ہی سرو کر دی گئی۔ اس نے آدھا کپ پیا اور پھر ویٹر کو بلا کر بل ادا کرنے کے بعد وہ ہوٹل سے باہر نکل آیا۔ کچھ ہی فاصلے پر ٹیکسی اسٹینڈ تھا۔ عمران ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف بڑھنے لگا۔ چند لمحوں بعد وہ ٹیکسی اسٹینڈ تک پہنچ گیا۔

''سٹی ہوٹل چلو''...... عمران نے نمبر پر لگی ہوئی ٹیکسی کے ڈرائیور سے کہا اور دروازہ کھول کر ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔ کچھ ہی دیر بعد وہ سٹی ہوٹل پہنچ گیا۔ جوزف کمرے میں اس کا منتظر تھا۔

''ڈاکٹر شیطان کا کچھ پتہ چلا باس''...... جیسے ہی عمران کمرے میں داخل ہوا تو جوزف نے اس سے پوچھا۔

''ڈاکٹر شیطان نہیں کالے دیو۔ اس کا نام ڈاکٹر شیان ہے''۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''باس۔ وہ شیطان کا پجاری ہے تو شیطان ہی ہوا۔ نام کچھ بھی ہو اس کا''...... جوزف نے کہا۔

''بات تو تم نے درست کہی ہے۔ شیطان تو شیطان ہوتا ہے چاہے اس کا نام شیان ہو یا انجان ہو''...... عمران نے کہا تو جوزف

اس کی بات سن کر ہنس پڑا۔

''جوزف دی گریٹ ہمیشہ ٹھیک بات کہتا ہے باس''...... جوزف نے سینہ پھلاتے ہوئے کہا۔

''اچھا۔ اچھا۔ ٹھیک ہے۔ جاؤ اور جولیا کو بلا لاؤ''...... عمران نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''باس۔ مس جولیا اپنے کمرے میں نہیں ہے''...... جوزف نے کہا تو عمران نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

''جولیا اپنے کمرے میں نہیں ہے تو پھر کہاں ہے''...... عمران نے چونکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''وہ مارکیٹ کا کہہ کر گئی ہے باس۔ کچھ دیر میں واپس آ جائے گی''...... جوزف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ہونہہ''...... عمران نے ہنکارہ بھرتے ہوئے کہا اور پھر کچھ سوچنے لگا۔

''باس۔ وہ بات تو درمیان میں ہی رہ گئی''...... جوزف نے عمران سے کہا تو عمران نے اس کی طرف دیکھا۔

''کون سی بات''...... عمران نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''ڈاکٹر شیان والی بات باس۔ اس کا کچھ پتہ چلا ہے یا نہیں''۔ جوزف نے پوچھا۔

''نہیں۔ ابھی تک تو اس کا کچھ پتہ نہیں چلا''...... عمران نے کہا۔

''باس۔ مجھے کسی گڑبڑ کا احساس ہو رہا ہے''...... اچانک جوزف نے چونکتے ہوئے کہا تو اس کی بات سن کر عمران چونک پڑا جبکہ جوزف فضا میں کچھ سونگھنے کی کوشش کرنے لگا اور پھر اسی لمحے ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور کمرے کی چھت اڑتی ہوئی ان پر آ گری۔ ان دونوں کو ایسا محسوس ہوا جیسے ان کے سروں پر دھماکے ہوئے ہوں۔ ایک کے بعد اور بھی دھماکے ہوئے لیکن عمران اور جوزف کو دوسرے دھماکوں کا کوئی ہوش نہیں رہا تھا اور ان دونوں کی آنکھوں پر سیاہ چادر سی پھیلتی چلی گئی۔

عمران شیان کلب کی طرف گیا تو جولیا کچھ دیر تک اپنے کمرے میں بیٹھی رہی۔ اسے بھی عمران کی یہ عادت بہت بری لگتی تھی۔ عمران انہیں ہوٹلوں میں چھوڑ کر کئی کئی گھنٹے غائب رہتا تھا اور وہ بور ہو جاتے تھے۔ اب بھی جولیا بوریت محسوس کر رہی تھی۔ وہ کچھ دیر تک تو ضبط کئے بیٹھی رہی لیکن جب اس کی بوریت انتہاء کو پہنچ گئی تو اس نے مارکیٹ کا چکر لگانے کا فیصلہ کیا۔ یہ فیصلہ کر کے وہ عمران کے کمرے میں آئی جہاں جوزف کرسی پر مستعد بیٹھا ہوا تھا۔

''جوزف۔ میں مارکیٹ جا رہی ہوں۔ کچھ دیر بعد واپس آ جاؤں گی۔ اگر اس دوران عمران واپس آ جائے تو اسے بتا دینا''۔ جولیا نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

''او کے مس۔ میں باس کو بتا دوں گا''...... جوزف نے کہا تو جولیا ہوٹل سے باہر آ گئی۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک مارکیٹ تھی۔

جولیا پیدل ہی اس طرف بڑھنے لگی۔ اس نے کوئی خاص خریداری تو کرنی نہیں تھی اس لئے مختلف دکانوں پر جا کر صرف چیزیں دیکھتی اور آگے بڑھ جاتی اور اسی دوران اس نے ایک لڑکی کو چیک کیا۔ جولیا جس دکان میں بھی گئی تھی اس نے اس لڑکی کو وہاں موجود پایا جس کا واضح مطلب یہ تھا کہ یہ لڑکی اس کا تعاقب کر رہی ہے۔

"اب کیا کیا جائے"...... جولیا نے دل میں سوچا۔ جولیا اس لڑکی پر قابو پا کر اس سے پوچھ گچھ کرنا چاہتی تھی لیکن اس جگہ ایسا ہونا ممکن نہ تھا کیونکہ یہ پررونق علاقہ تھا۔ یہاں سے کسی کو اغوا کرنا ممکن نہیں تھا۔ وہ مزید ایک دو دکانوں پر گئی اور اس دوران ترکیب سوچتی رہی لیکن کوئی ترکیب بھی اس کے ذہن میں نہ آئی۔ آخر اس نے شہر سے باہر کسی جنگل میں جانے کا فیصلہ کیا۔ اگر یہ لڑکی اس کے تعاقب میں ہی تھی تو اس نے لازماً اس کے پیچھے جنگل تک بھی جانا تھا اور جولیا اسے جنگل میں قابو کر سکتی تھی۔ اگر اس لڑکی کے ساتھ دو تین آدمی اور بھی ہوتے تو جولیا کو اس کی پرواہ نہیں تھی۔ وہ سیکرٹ ایجنٹ تھی اور بیک وقت کئی آدمیوں سے لڑ سکتی تھی۔ پھر اس کے ہینڈ بیگ میں اس کا ریوالور بھی موجود تھا۔ یہ سب سوچ کر وہ مارکیٹ سے باہر آ گئی۔ باہر آ کر اس نے ایک ٹیکسی روکی۔

"میں کسی جنگل میں جانا چاہتی ہوں۔ کیا قریب ہی کوئی جنگل ہے"...... جولیا نے ٹیکسی ڈرائیور سے پوچھا۔

"یس مس۔ یہاں سے تقریباً پون گھنٹے کی ڈرائیونگ پر ایک

جنگل موجود ہے۔ آپ بیٹھیں میں آپ کو وہاں پہنچا دیتا ہوں"...... ٹیکسی ڈرائیور نے کہا تو جولیا ٹیکسی میں بیٹھ گئی۔ ٹیکسی تیز رفتاری سے آگے بڑھنے لگی۔ تقریباً بیس منٹ بعد ٹیکسی شہری علاقے سے باہر نکل آئی۔ اس سڑک پر ٹریفک بہت کم تھی اور مزید دس منٹ گزرنے کے بعد تو ٹریفک کا نام و نشان ہی نہ رہا۔ ٹیکسی کے پیچھے کوئی کار یا ٹیکسی نہیں آ رہی تھی جس کا مطلب تھا کہ اس کا تعاقب نہیں کیا جا رہا۔ اب اس کا مزید آگے جانا بے کار تھا۔

"ڈرائیور۔ ٹیکسی واپس موڑ لو"...... جولیا نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا لیکن اس نے ان سنی کر دی۔

"میں نے کہا ہے کہ ٹیکسی واپس موڑ لو"...... جولیا نے سخت لہجے میں کہا۔

"مس۔ اب چند منٹ کی تو ساری بات ہے۔ آپ جنگل میں چلیں نا"...... ٹیکسی ڈرائیور نے کہا تو جولیا سمجھ گئی کہ اسے اکیلی اور سنسان جگہ پر دیکھ کر ٹیکسی ڈرائیور کی نیت خراب ہو گئی ہے۔

"بہتر تو یہی ہے کہ تم ٹیکسی واپس موڑ لو۔ ورنہ"...... جولیا نے فقرہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"ورنہ کیا مس"...... ٹیکسی ڈرائیور نے شوخ لہجے میں کہا تو جولیا نے اپنے ہینڈ بیگ سے ریوالور نکال لیا۔

"ورنہ میں تمہاری کھوپڑی میں سوراخ کر دوں گی"...... جولیا نے غراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے ریوالور ٹیکسی ڈرائیور کے سر

سے لگا دیا لیکن ٹیکسی ڈرائیور نے ٹیکسی نہ روکی۔

''اگر اب بھی تم نے ٹیکسی نہ روکی تو میں فائر کر دوں گی''۔ جولیا نے سخت لہجے میں کہا۔

''کر دو فائر۔ میرے ساتھ ساتھ تم بھی مرو گی''...... ٹیکسی ڈرائیور نے لاپرواہی سے جواب دیتے ہوئے کہا۔ جولیا کے ایک ہاتھ میں ریوالور تھا۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے ٹیکسی ڈرائیور کے بال پکڑ کر اس کے سر کو ایک جھٹکا دیا تو لاشعوری طور پر اس کے پیر کا دباؤ بریک پر پڑا جس کے نتیجے میں ٹیکسی لہرائی لیکن فوراً ہی رک گئی۔ ٹیکسی کے رکتے ہی جولیا نے اس کی گردن پر ایک ہلکا سا کراٹے کا وار کیا۔ اس ہلکے سے وار نے بھی اس کی چیخ بلند کرا دی۔ جولیا فوراً ٹیکسی کا دروازہ کھول کر نیچے اتری اور پھر اس نے ڈرائیور کی سائیڈ کا دروازہ کھولا اور ڈرائیور کو گریبان سے پکڑ کر باہر کھینچ لیا اور ایک دھکا دیا تو وہ دور جا گرا۔ جولیا فوراً ہی اس کے قریب پہنچی۔ ڈرائیور اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

جولیا نے اس کے سر پر ٹھوکر ماری تو وہ ایک بار پھر سڑک پر گر گیا اور اس کے ساتھ ہی وہ بے ہوش ہو گیا۔ وہ کوئی بدمعاش یا تربیت یافتہ ایجنٹ نہیں تھا کہ جم کر جولیا کا مقابلہ کرتا۔ وہ تو عام سا ٹیکسی ڈرائیور تھا۔ جولیا کو عام سی لڑکی سمجھ کر اور ویران علاقہ دیکھ کر اس کی نیت خراب ہو گئی تھی۔ جولیا نے اس کے لئے یہی سزا سوچی کہ وہ اس ویران علاقے سے چلتا ہوا واپس شہری علاقے

میں پہنچے۔ اس نے ڈرائیور کی تلاش بھی لی۔ اس کی جیب میں ایک موبائل فون اور کچھ رقم تھی۔ جولیا نے موبائل فون کو ناکارہ کیا اور رقم اپنی جیب میں رکھ لی۔ اب ٹیکسی ڈرائیور بالکل ہی لاچار ہو گیا تھا۔

جولیا اس معاشرے کو اچھی طرح جانتی تھی۔ کسی بھی گاڑی والے نے ٹیکسی ڈرائیور کو لفٹ بھی نہیں دینی تھی۔ البتہ ٹیکسی ڈرائیور کی جگہ کوئی عورت ہوتی تو اسے لفٹ مل جاتی تھی۔ جولیا نے ٹیکسی کی طرف دو قدم ہی بڑھائے تھے کہ اسے رک جانا پڑا کیونکہ اسے ایک طرف سے وہی لڑکی آتی ہوئی دکھائی دی جسے اس نے مارکیٹ کی مختلف دکانوں میں دیکھا تھا۔

''ہیلو سویٹ گرل۔ یہ سب کیا معاملہ ہے''...... اس لڑکی نے جولیا سے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔ وہ لڑکی جولیا کے قریب آئی تو جولیا کو اس کے جسم سے ایک ناگواری سی بو محسوس ہوئی۔ یہ بو محسوس کرتے ہی جولیا نے اپنے ذہن کو بلینک کر لیا۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ یہ لڑکی انسان کے روپ میں شیطانی ذریت ہے۔

''اس ٹیکسی ڈرائیور نے مجھے اکیلا دیکھ کر اس ویران علاقے میں میرے ساتھ بدتمیزی کرنے کی کوشش کی۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ میں کراٹے کی ماہر ہوں۔ نتیجہ تم دیکھ لو کہ اب یہ بے ہوش پڑا ہوا ہے''...... جولیا نے کہا۔

''بے ہوش ہی ہے نا۔ کہیں مر تو نہیں گیا''...... لڑکی نے کہا اور

پھر وہ ٹیکسی ڈرائیور کے قریب بیٹھ کر اس کی نبض دیکھنے لگی۔ نبض دیکھنے کے بعد وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

''یہ واقعی بے ہوش ہے۔ تم نے اسے بہت اچھا سبق دیا ہے''......لڑکی نے کہا۔

''تم کون ہو اور اس ویران علاقے میں کیا کر رہی ہو''...... جولیا نے اس سے پوچھا۔

''میرا نام مس راوڑی ہے ہے اور میں یہاں سے کچھ دور رہتی ہوں''......لڑکی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''مس راوڑی۔ لیکن یہ تو یہاں کا مقامی نام نہیں ہے''...... جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''میں مقامی ہوں بھی نہیں۔ چند سال پہلے میرے والدین یہاں ایکریمیا میں شفٹ ہوئے ہیں''...... راوڑی نے کہا تو جولیا نے اثبات میں سر ہلایا اور ٹیکسی کی طرف بڑھی۔

''میں بھی شہر جانا چاہتی ہوں۔ کیا تم مجھے اپنے ساتھ لے چلو گی''...... راوڑی نے کہا۔

''میرا نام جولیا ہے۔ تم شوق سے میرے ساتھ چل سکتی ہو''۔ جولیا نے خوش اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا اور پھر راوڑی نے دو قدم ہی آگے بڑھائے تھے۔ وہ صرف ایک قدم ہی جولیا سے آگے نکلی تھی کہ جولیا کا ہاتھ برق رفتاری سے حرکت میں آیا اور راوڑی کی گردن پر پڑا۔ یہ بہت ہی جچا تلا ہاتھ تھا۔ صرف ایک

ہاتھ پڑنے سے ہی راوڑی اچھل کر گری اور اگلے ہی لمحے وہ بے ہوش ہو گئی۔ جوزف اور عمران نے شیطانی طاقت کو قابو کرنے کا طریقہ اسے سمجھا دیا تھا۔ اس کے ہینڈ بیگ میں ست رنگی ڈوریاں موجود تھیں جو عمران نے اسے دی تھیں۔ ان ڈوریوں پر کئی گرہیں بھی لگی ہوئی تھیں۔ جولیا نے جلدی سے ایک ڈوری نکال کر راوڑی کے منہ میں ڈال کر اس کا منہ اس ڈوری سے باندھ دیا۔ ڈوری راوڑی کی زبان کے نیچے آئی ہوئی تھی۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ راوڑی کو ہوش آنے لگا۔ پھر وہ ہوش میں آ گئی۔ ہوش میں آتے ہی اس نے بولنے کی کوشش کی لیکن وہ صحیح طریقے سے بول نہیں پا رہی تھی۔

''بولتی رہ۔ بولتی رہ۔ ابھی تو بالکل ٹھیک ہو جائے گی''...... جولیا نے راوڑی سے کہا اور پھر واقعی چند لمحوں بعد راوڑی کی بات جولیا کو سمجھ آنے لگی۔ وہ صحیح بولنے لگی تھی۔

''یہ۔ یہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ تم نے مجھے کیا کر دیا ہے''۔ راوڑی نے جولیا سے کہا۔

''یہ مخصوص ڈوری ہے۔ جب تک یہ ڈوری تیرے منہ میں رہے گی تو کوئی حرکت نہیں کر سکتی۔ تو غائب نہیں ہو سکتی اور نہ کوئی شیطانی عمل کر سکتی ہے اور نہ ہی کسی کو مدد کے لئے بلا سکتی ہے۔ اس ڈوری کے منہ میں ہوتے ہوئے اگر تو نے جھوٹ بولا تو تو فوراً ہی جل جائے گی''...... جولیا نے کہا تو راوڑی خوفزدہ ہو گئی۔ جولیا

نے اس سے جھوٹ نہیں بولا تھا۔ اس ڈوری کی جو خصوصیات عمران نے اسے بتائی تھیں وہی جولیا نے راوڑی کو بتا دی تھیں۔

''تت۔ تت۔ تم کیا چاہتی ہو'' ...... راوڑی نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

''تم میرے چند سوالوں کے جواب دے دو'' ...... جولیا نے راوڑی کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''تم میرے منہ سے ڈوری ہٹا دو۔ میں تمہارے سوالوں کے جواب دوں گی'' ...... راوڑی نے کہا۔

''میں جانتی ہوں کہ تم لاتوں کی بھوت ہو اور باتوں سے نہیں مانو گی'' ...... جولیا نے غراتے ہوئے کہا اور پھر وہ ٹیکسی ڈرائیور کے لائٹر کی طرف بڑھی جو سڑک پر گرا ہوا تھا۔ اس نے لائٹر اٹھا لیا۔ اسی وقت ٹیکسی ڈرائیور کے جسم میں حرکت بھی پیدا ہوئی۔ جولیا نے اپنے ہینڈ بیگ سے ریوالور نکالا اور اس کا دستہ ٹیکسی ڈرائیور کے سر کی پشت پر مارا۔ ہوش میں آتا ہوا ٹیکسی ڈرائیور ایک بار پھر بے ہوش ہو گیا جبکہ جولیا راوڑی کے قریب آ گئی۔ اس نے راوڑی کے قریب آتے ہی لائٹر جلایا۔

''اوہ۔ شیطان کے لئے یہ آگ بند کر دو'' ...... راوڑی نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

''اس شیطان مردود کا تو میرے سامنے نام بھی نہیں لینا''۔ جولیا نے اسے ایک تھپڑ مارتے ہوئے کہا۔ جولیا کا تھپڑ کھا کر اس کی

ایک سسکی بندھ گئی اور وہ مزید خوفزدہ ہو گئی۔

''یہ بتاؤ کہ ڈاکٹر شیان کہاں ہے'' ...... جولیا نے راوڑی سے پوچھا اور لائٹر کا شعلہ اس کے قریب کر دیا۔ لائٹر کے شعلے کو اپنے اتنے قریب دیکھ کر خوف سے اس کا برا حال ہو گیا تھا۔

''ڈاکٹر شیان آقا یروشلم میں ہے'' ...... راوڑی نے فوراً ہی جواب دیتے ہوئے کہا۔

''یروشلم میں اس کا ٹھکانہ کون سا ہے'' ...... جولیا نے پوچھا تو اس نے ایڈریس بتا دیا۔

''ڈاکٹر شیان نے کچھ افراد اغوا کئے ہوئے ہیں۔ تم ڈاکٹر شیان کا مقصد بتاؤ کہ اس نے یہ افراد کیوں اغوا کئے ہیں'' ...... جولیا نے کہا تو راوڑی نے جولیا کو ڈاکٹر شیان کا مقصد بتایا تو اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ مسلمانوں کے دشمن، مسلم دشمنی میں اس حد تک بھی جا سکتے ہیں۔ ایسا تو اس نے سوچا بھی نہیں تھا۔ اسے راوڑی سے مزید کچھ نہیں پوچھنا تھا اور یہ معلومات اس نے جلد از جلد عمران تک پہنچانی تھیں۔ اس لئے اس نے راوڑی کا ہاتھ پکڑا اور آگ کا شعلہ راوڑی کی انگلی کو دکھایا۔ اس نے حرکت کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ حرکت نہ کر پا رہی تھی۔ وہ چیخنا چاہتی تھی لیکن چیخ اس کے حلق سے نکل نہ رہی تھی اور پھر جیسے ہی آگ کے شعلے نے راوڑی کی انگلی کو چھوا اسے آگ لگ گئی۔ اس آگ کے لگتے ہی اس کے منہ سے خوفناک چیخ نکلی۔

جولیا وہاں رک کر راوڑی کا تماشہ نہیں دیکھنا چاہتی تھی اور اس کے پاس وقت بھی نہیں تھا اس لئے وہ تیزی سے ٹیکسی کی طرف بڑھی اور پھر اگلے ہی لمحے ٹیکسی طوفانی رفتار سے شہر کی طرف دوڑنے لگی۔ تیز رفتاری کے باعث وہ بیس منٹ میں ہی شہر پہنچ گئی اور پھر مزید پانچ منٹ بعد وہ سٹی ہوٹل پہنچ گئی لیکن سٹی ہوٹل کے سامنے پہنچتے ہی اس کے حواس معطل ہو گئے کیونکہ کچھ دیر پہلے جہاں شاندار بلڈنگ موجود تھی اب وہاں کھنڈرات دکھائی دے رہے تھے۔ ہوٹل کو آگ لگی ہوئی تھی اور دھویں کے بادل آسمان کو چھو رہے تھے۔

''تو نے میرا دل خوش کر دیا ہے مگورا۔ سٹی ہوٹل کے تباہ ہوتے ہی عمران اور جوزف بھی ہلاک ہو چکے ہیں۔ عمران کا خاتمہ بہت بڑی کامیابی ہے''...... ڈاکٹر شیان نے مگورا سے کہا۔ ڈاکٹر شیان سے اپنی تعریف سن کر مگورا خوش ہو گیا تھا۔

''آقا۔ راوڑی کہاں تک کامیاب ہوئی ہے''...... مگورا نے راوڑی سے پوچھا۔

''وہ جولیا کے تعاقب میں ہے اور چونکہ جولیا شیطانی طاقتوں کے لئے خطرے کا باعث نہیں ہے اس لئے میں نے اس سے کہا کہ وہ موقع ملتے ہی جولیا کو اغوا کر لے''...... ڈاکٹر شیان نے کہا تو مگورا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''ٹھیک ہے آقا۔ میں نے دیکھ لیا تھا۔ آپ کا دشمن نمبر ون اور جوزف ہی ہمارے لئے خطرہ تھے۔ جولیا ہمارے لئے کوئی خطرہ

نہیں ہے۔ آپ نے اچھا کیا کہ راوڑی کو صرف اغوا کا حکم دیا ہے۔ جولیا آپ کے کام آ سکتی ہے''...... مگورا نے خوشامد بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ اسی لئے راوڑی اس کے تعاقب میں ہے اور موقعے کی تلاش میں ہے لیکن ابھی تو میں ڈاکٹر آبیلا سے بھی دو دو ہاتھ نہیں کر سکا کیونکہ وقت ہی نہیں ملا''...... ڈاکٹر شیان نے کہا۔

''آقا۔ آج کی رات تو آپ کی اپنی ہے۔ آج رات ڈاکٹر آبیلا سے دو دو ہاتھ کر لیں''...... مگورا نے مکروہ ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ آج رات تو میں بہت مصروف ہوں۔ آج کی رات میرے عمل کی بہت اہم رات ہے۔ آج کی رات میں نے وحشی بچے پر عمل کر کے اور اس کی روح کو اپنے تابع کرنا ہے اور پھر اس سے پہلا کام بھی لینا ہے''...... ڈاکٹر شیان نے مگورا سے کہا۔

''واقعی آقا۔ یہ تو بہت اہم کام ہے''...... مگورا نے فوراً ہی خوشامد بھرے لہجے میں کہا۔

''اوہ۔ اوہ۔ یہ کیا ہو گیا''...... ڈاکٹر شیان نے یکدم پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

''کیا ہوا آقا۔ آپ پریشان کیوں ہو گئے ہیں''...... مگورا نے بھی پریشان ہوتے ہوئے پوچھا۔

''راوڑی میری نظروں سے اوجھل ہو گئی ہے''...... ڈاکٹر شیان

نے کہا۔

''یہ کیسے ہو گیا آقا۔ راوڑی آپ کی نظروں سے کیسے غائب ہو گئی''...... مگورا نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

''مجھے نہیں معلوم کہ وہ میری نظروں سے کیسے اور کیوں غائب ہو گئی ہے''...... ڈاکٹر شیان نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اب چونکہ ڈاکٹر شیان غصے میں آ گیا تھا اس لئے مگورا کو مزید سوال کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ ڈاکٹر شیان اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا اور پھر وہ کمرے میں ٹہلنے لگا جس سے اس کی پریشانی ظاہر ہو رہی تھی۔ وہ کچھ دیر تک کمرے میں ٹہلتا رہا اور پھر اپنی کرسی کے قریب پہنچ کر وہ دھب سے کرسی پر گر گیا۔ وہ چہرے سے تھکا تھکا محسوس ہو رہا تھا۔

''کیا ہوا آقا۔ آپ بہت پریشان نظر آ رہے ہیں''...... مگورا نے ڈرے ڈرے لہجے میں کہا۔

''ہاں مگورا۔ راوڑی فنا ہو گئی ہے''...... ڈاکٹر شیان نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا۔

''اوہ۔ کیسے۔ کیسے آقا''...... مگورا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''اسے عمران کی ساتھی جولیا نے ہی کسی طریقے سے فنا کیا ہو گا''...... ڈاکٹر شیان نے کہا۔

''ہم تو اسے خطرناک نہیں سمجھ رہے تھے۔ لیکن یہ بھی جوزف کی

طرح خطرناک نکلی“...... مگورا نے کہا۔

”ہاں۔ یہ بھی خطرناک ثابت ہوئی ہے۔ لیکن میں اسے دیکھ لوں گا۔ اگر عمران کا خاتمہ ہو سکتا ہے تو یہ کسی شمار میں ہی نہیں“۔ اس مرتبہ ڈاکٹر شیان نے نارمل لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا کیونکہ وہ فوری شاک سے باہر آ گیا تھا۔

”آقا۔ میں جولیا کی طرف جاتا ہوں اور اس کا خاتمہ کر آتا ہوں“...... مگورا نے کہا۔

”اب وقت نہیں ہے۔ میں نے عمل شروع کرنا ہے اور اس دوران مجھے تمہاری ضرورت پڑ سکتی ہے۔ میں اس عمل سے فارغ ہو جاؤں پھر اس جولیا کا بندوبست بھی کر دوں گا“...... ڈاکٹر شیان نے کہا تو مگورا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”میرے عمل کی وجہ سے تہہ خانے میں موجود قیدیوں کو روشنی کا کلام یاد نہیں آ رہا اس لئے اب تمہیں ان چاروں سے کوئی خطرہ نہیں۔ تم غیبی حالت میں وہاں آ جانا۔ میں خاص عمل کرنے کے لئے تہہ خانے میں جا رہا ہوں۔ عمل کا وقت ہونے والا ہے“۔ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد ڈاکٹر شیان نے کہا اور پھر وہ اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ کچھ دیر بعد وہ تہہ خانے میں پہنچ گیا۔

”کیسے ہو تم لوگ“...... ڈاکٹر شیان نے مکروہ ہنسی ہنستے ہوئے ان سے پوچھا لیکن ان چاروں نے اس کی بات کا جواب نہ دیا بلکہ ان چاروں کے چہروں پر نفرت کے تاثرات پھیل گئے۔ ان کی

نفرت کو محسوس کر کے ڈاکٹر شیان کے چہرے پر موجود مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی۔

”بس۔ اب تمہاری قید ختم ہونے والی ہے بلکہ ایک آدمی کو تو آج ہی قید سے رہائی مل جائے گی“...... ڈاکٹر شیان نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے ان چاروں سے کہا۔ اس کا لہجہ اتنا سرد تھا کہ سوائے کرنل زید کے باقی تینوں نے اپنے جسموں میں سرد لہر سی دوڑتی ہوئی محسوس کی۔

ڈاکٹر شیان کی اس بات کے جواب میں بھی ان چاروں میں سے کوئی نہ بولا تو اس نے وحشی بچے کی طرف دیکھا۔ بچہ اب ہوش میں تھا اور اس کی حالت کافی بہتر تھی۔ ڈرپ اور طاقت کے انجکشن نے اس کی حالت بہتر کر دی تھی۔ وحشی بچے کو دیکھنے کے بعد ڈاکٹر شیان تہہ خانے میں ہی موجود ایک الماری کی طرف بڑھا۔ اس نے الماری سے مختلف چیزیں باہر نکالیں اور الماری بند کر دی۔

ان چیزوں میں ایک تیز دھار خنجر، شیشے کا جار، شیشے کی ایک بوتل اور چند چھوٹی چھوٹی شیشیاں تھیں جن میں مختلف رنگوں کے محلول نظر آ رہے تھے۔ یہ سامان اٹھا کر وہ وحشی بچے کے قریب آ گیا۔ اس نے سامان فرش پر رکھا اور بچے کے قریب بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد اس نے آنکھیں بند کیں اور پھر منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑانے لگا۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک وہ شیطانی علوم پڑھتا رہا اور پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ آنکھیں کھول کر اس نے اپنا ہاتھ

فضا میں بلند کیا تو اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی اور لوہے کا ڈبہ آ گیا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور اس نے چھڑی سے فرش پر ایک بڑا سا دائرہ کھینچا اور پھر اس نے ڈبہ کھولا۔ ڈبہ کھلتے ہی تہہ خانے میں تیز بو پھیل گئی۔ اس ڈبے میں کالے رنگ کا سفوف تھا۔ ڈاکٹر شیان نے سفوف مٹھی میں لیا اور جیسے جیسے چھڑی سے دائرہ کھینچا تھا ویسے ویسے اس کالے سفوف سے دائرہ بناتا چلا گیا۔ چند لمحوں میں ہی اس نے دائرہ بنا لیا۔

دائرہ بنانے کے بعد ڈاکٹر شیان نے سوپر فیاض، کرنل زید، مقبول اور عادل کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔ وہ چند لمحوں تک ان چاروں کو دیکھتا رہا اور پھر وہ عادل کی طرف بڑھا۔ اس نے زنجیر سمیت عادل کو اٹھایا اور واپس دائرے میں آ گیا۔ ڈاکٹر شیان نے عادل کو دائرے میں لٹا دیا۔ اس کے بعد اس نے چھوٹی شیشیوں کے ڈھکن اتار لئے اور کالے سفوف پر محلول گرانے لگا۔ اس دوران اس کے ہونٹ بھی ہلنے لگے تھے۔

"یہ کیا کرنے لگے ہو شیطان"...... کرنل زید نے غراتے ہوئے کہا لیکن ڈاکٹر شیان نے کوئی جواب نہ دیا۔ یوں لگتا تھا جیسے اس نے کرنل زید کی آواز ہی نہ سنی ہو۔ ڈاکٹر شیان اپنے کام میں مگن تھا۔

محلول سفوف پر گرانے کے بعد ڈاکٹر شیان دائرے میں ہی

ایک جگہ بیٹھ گیا اور اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ ان تینوں نے اسے بہت آوازیں دیں لیکن ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ بہرہ ہو گیا ہو۔ ان کی آواز اس تک پہنچ ہی نہیں رہی تھی۔ آنکھیں بند ہوتے ہی اس کے ہونٹ ہلنے لگے۔ تقریباً آٹھ گھنٹے بعد تہہ خانے میں کتے کی غراہٹ سنائی دی۔ ان تینوں نے گردن گھما کر ادھر ادھر دیکھا لیکن انہیں کتا کہیں نظر نہ آیا۔ اس کتے کی غراہٹ بہت ہی خوفناک تھی اور پھر پانچ منٹ بعد ایک اور کتے کی آواز سنائی دی۔ لیکن یہ غراہٹ نہیں تھی بلکہ کتے کے رونے کی آواز تھی۔ ان دونوں آوازوں نے ماحول کو خوفناک بنا دیا تھا۔ پھر ابھی پانچ منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ ان میں گیدڑ کے رونے کی آواز بھی شامل ہو گئی۔ مزید پانچ منٹ بعد ان آوازوں میں کئی جانوروں کی آواز شامل ہو گئیں۔ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے بہت سے جانور مل کر اب تہہ خانے میں غرا رہے ہوں۔

سوپر فیاض، کرنل زید اور مقبول تربیت یافتہ تھے۔ مشکل سے مشکل اور خوفناک سے خوفناک حالات میں بھی انہیں ہوش و حواس میں رہنے کی تربیت دی گئی تھی اس لئے وہ یہ آوازیں برداشت کر رہے تھے۔ اگر ان کی جگہ عام لوگ ہوتے تو ان کا ہارٹ فیل ہو جاتا۔ چونکہ ان کی آوازیں ڈاکٹر شیان تک نہیں پہنچ رہی تھیں اس لئے انہوں نے ڈاکٹر شیان کو آوازیں دینا بھی بند کر دی تھیں۔ انہوں نے ایک دو بار عادل کو بھی مخاطب کیا لیکن عادل تک بھی

ان کی آواز نہیں پہنچ رہی تھی اس لئے انہوں نے اب خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا۔ اتنا وہ سمجھ گئے تھے کہ ڈاکٹر شیان کوئی خوفناک عمل کر رہا ہے اور عادل کی زندگی کو شدید خطرہ ہے لیکن وہ کچھ کر نہیں سکتے تھے۔ وہ زنجیروں میں اس طرح جکڑے ہوئے تھے کہ سوائے سر کے ان کے جسم کا کوئی حصہ حرکت نہ کر رہا تھا اور ایسی بے بسی انہوں نے زندگی میں پہلی بار محسوس کی تھی۔

اس دوران بھی انہوں نے بہت کوشش کی کہ ان کی زبان یا دل میں ہی کلام پاک آ جائے لیکن وہ اپنی اس کوشش میں ناکام رہے۔ پھر اچانک ہی تہہ خانے میں ایک شیطانی قہقہہ گونجا اور ایک عورت ظاہر ہو گئی جو کہ انتہائی خوفناک شکل کی تھی۔ اس عورت کے ظاہر ہونے کے چند لمحوں بعد ایک آدمی بھی ظاہر ہو گیا۔ یہ بھی شکل و صورت میں اس خوفناک عورت سے کم نہیں تھا۔ ان دونوں کی رنگت کالے کوّے سے بھی زیادہ سیاہ تھی اور وہ دونوں ہنس رہے تھے۔

ان کے ظاہر ہونے کے بعد انہی جیسے چند اور مرد اور عورتیں بھی ظاہر ہو گئے۔ وہ سب بھی ہنس رہے تھے۔ تہہ خانے میں قہقہے بلند ہو رہے تھے۔ ان کی آوازیں جانوروں کی آوازوں میں ضم ہو گئی تھیں اور ماحول نہایت ہی بھیانک ہو گیا تھا۔ کرنل زید اور اس کے ساتھی سمجھ چکے تھے کہ یہ انسان نہیں بلکہ شیطانی مخلوق ہے جو کہ کسی خاص وجہ سے تہہ خانے میں ظاہر ہوئی ہے۔

ڈاکٹر شیان نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ اس کی آنکھیں لہو کی مانند سرخ ہو رہی تھیں۔ اس کے چہرے پر بھی بھیانک مسکراہٹ آ گئی تھی۔ اس نے اس بھیانک مسکراہٹ کے ساتھ تہہ خانے میں موجود شیطانی مخلوق کا جائزہ لیا اور پھر اس نے کرنل زید، سوپر فیاض اور مقبول کی طرف دیکھا اور خنجر اٹھا لیا۔ ڈاکٹر شیان نے جیسے ہی خنجر اٹھایا تہہ خانے میں موجود شیطانی مخلوق یکدم ساکت ہو گئی جبکہ ڈاکٹر شیان وحشی بچے کے قریب پہنچ گیا جو کہ اس وقت بے ہوش تھا۔

کرنل زید اور سوپر فیاض سمجھ گئے کہ ڈاکٹر شیان کیا کرنے لگا ہے۔ ان کی آنکھوں سے نفرت کے شعلے نکلنے لگے۔ انہوں نے چیخ کر ڈاکٹر شیان کو منع کرنا چاہا لیکن ان کی آواز ان کے حلق میں ہی دب کر رہ گئی۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے وہ قوت گویائی سے محروم ہو چکے ہوں۔ ڈاکٹر شیان نے خنجر کی دھار پر اپنی انگلی پھیری۔ پھر اس نے چھوٹی شیشیوں میں موجود محلول اس وحشی بچے پر انڈیل دیا اور پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر ایک شیطانی مخلوق کو گردن سے پکڑا اور اس کی شہ رگ پر خنجر پھیر دیا۔ وہ مخلوق تڑپی تو ڈاکٹر شیان نے اسے قابو کر لیا۔ پھر اس نے شیشے کی بوتل اٹھائی اور اسے ہاتھ میں پکڑ کر اپنا منہ اس مخلوق کی شہ رگ سے لگا دیا اور اس کا خون پینے لگا۔

ان تینوں نے یہ منظر دیکھ کر اپنی آنکھیں بند کر لیں جبکہ ڈاکٹر

شیان نے جلد ہی اپنا منہ اس کی شہ رگ سے ہٹایا اور پھر ڈبے میں سے کالا سفوف لے کر اس مخلوق پر چھڑکنے لگا۔ چند لمحوں بعد اس مخلوق کے حلق سے بنفشی رنگ کا دھواں نکلنے لگا اور پھر یہ دھواں بوتل میں داخل ہو گیا۔ ڈاکٹر شیان کے چہرے پر مکروہ مسکراہٹ پھیل گئی جبکہ تہہ خانے میں موجود شیطانی مخلوق بھی خوشی سے چیخنے چلانے لگی تھی اور پھر شیطانی مخلوق نے ناچنا شروع کر دیا۔ مختلف جانوروں کی آوازیں جو یکدم بند ہو گئی تھیں اب دوبارہ سنائی دینے لگی تھیں۔

''میں کامیاب ہو گیا''...... ڈاکٹر شیان نے خوشی سے چلاتے ہوئے کہا تو شیطانی مخلوق کا جوش بڑھ گیا۔

''جشن مناؤ۔ خوشیاں مناؤ۔ میری کامیابی پر ناچو''...... ڈاکٹر شیان نے بدستور چیختے ہوئے کہا تو شیطانی مخلوق کے جوش میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا۔ ان کا ناچنا تیز ہو گیا تھا۔ کرنل زید، سوپر فیاض اور مقبول نے آنکھیں کھول کر ان سب کو دیکھا تو وہ سب ناچ رہے تھے اور رقص بھی بالکل شیطانی انداز میں کر رہے تھے۔ انہوں نے شیطانی مخلوق کی طرف سے نظریں پھیریں اور ڈاکٹر شیان کی طرف دیکھا جو اب عادل کے قریب بیٹھ چکا تھا۔ وہ سمجھ گئے کہ ڈاکٹر شیان اب کیا کرنے والا ہے۔ ان سب نے اپنی اپنی زنجیروں پر زور لگایا لیکن یہ زنجیریں ان سے ٹوٹنے والی نہیں تھیں۔ ڈاکٹر شیان کے ارادے کو بھانپتے ہوئے وہ لرز رہے تھے۔

ڈاکٹر شیان نے اب مقبول کے قریب بیٹھ کر ان تینوں کی طرف دیکھا۔ ڈاکٹر شیان کے چہرے پر موجود مکروہ مسکراہٹ اب بڑھ چکی تھی۔ پھر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے ڈاکٹر شیان نے مقبول کی شہ رگ پر بھی خنجر چلا گیا۔ مقبول کی شہ رگ سے خون کا فوارہ جاری ہو گیا۔ ڈاکٹر شیان نے شیشے کا جار مقبول کی شہ رگ سے لگا دیا۔ چند لمحوں میں جار خون سے بھر گیا۔ جب جار خون سے بھر گیا تو ڈاکٹر شیان نے مقبول کی گردن پر بھی اپنا منہ لگایا اور خون پینے لگا۔ یہ دہشت ناک منظر ان تینوں کی برداشت سے باہر تھا اس لئے انہوں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

ڈاکٹر شیان کو مقبول کا خون پیتے دیکھ کر شیطانی مخلوق خوشی سے پاگل ہو گئی تھی۔ ہا، ہا، ہی، ہی، ہو، ہو کی خوفناک آوازوں کے ساتھ وہ دیوانہ وار رقص کر رہے تھے۔ مقبول کا خون پینے کے بعد ڈاکٹر شیان نے اپنی جیب سے شیطان کا بت نکال کر وہیں زمین پر رکھا اور اس کے سامنے جھک گیا۔ کچھ دیر بعد وہ سیدھا ہوا اور اس نے شیشے کی بوتل پر پھونکیں ماریں اور ڈبے میں موجود کالا سفوف بوتل پر چھڑکنے لگا۔

''بس''...... ڈاکٹر شیان نے یکدم غراتے ہوئے کہا تو شیطانی مخلوق کا رقص رک گیا اور ان کی آوازیں بھی بند ہو گئیں۔ کرنل زید، سوپر فیاض اور مقبول نے ایک بار پھر اپنی آنکھیں کھولیں اور ڈاکٹر شیان کو دیکھنے لگے۔

''دفع ہو جاؤ تم سب''...... ڈاکٹر شیان نے غراتے ہوئے کہا تو شیطانی مخلوق یکدم غائب ہو گئی۔

''بوتل سے باہر آؤ''...... شیطانی مخلوق کے غائب ہوتے ہی ڈاکٹر شیان نے شیشے کی بوتل کی طرف منہ کر کے کہا اور بوتل کا ڈھکن کھول دیا۔ ڈھکن کھلتے ہی بوتل میں سے بنفشی رنگ کا دھواں باہر نکلا۔ کرنل زید، سوپر فیاض اور مقبول کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں جب انہوں نے اس بنفشی رنگ کے دھویں کو انتہائی مکروہ انسانی شکل اختیار کرتے ہوئے دیکھا۔

''تجھے معلوم ہے کہ تو میرا غلام ہے''...... ڈاکٹر شیان نے سخت لہجے میں اس سے کہا جو دراصل وحشی بچے کی روح تھی اور جسے ڈاکٹر شیان نے شیطانی عمل سے قابو کر لیا تھا۔

''مجھے پیاس لگی ہے۔ مجھے پانی پلاؤ''...... اس مکروہ شکل کے انسانی ہیولے نے بے چین لہجے میں کہا۔

''تو ڈولڈو کے جسم میں واپس داخل ہو جا۔ میں تجھے پانی کی جگہ خون پلاتا ہوں تا کہ تیری پیاس بجھے اور تجھے سکون حاصل ہو''۔ ڈاکٹر شیان نے غراتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں اپنے اس ڈولڈو کے جسم میں چلا جاتا ہوں۔ تم مجھے خون پلاؤ''...... اس مکروہ شکل کے انسانی ہیولے نے کہا۔

''لیکن میں تجھے خون ایک شرط پر پلاؤں گا''...... ڈاکٹر شیان نے ایک بار پھر سخت لہجے میں کہا۔

''میں بے چین ہوں۔ میں پیاسا ہوں۔ مجھے خون پلاؤ۔ مجھے تمہاری ہر شرط منظور ہے''...... مکروہ شکل ہیولے نے بے چین ہوتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر شیان کے چہرے پر دوبارہ شیطانی مسکراہٹ پھیل گئی۔

''تجھے میرا غلام بن کر رہنا ہو گا۔ بول۔ منظور ہے تجھے''۔ ڈاکٹر شیان نے شیطانی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔

''میں نے کہا نا کہ مجھے تمہاری ہر شرط منظور ہے۔ بس تم مجھے جلدی سے خون پلاؤ''...... مکروہ شکل ہیولے نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ اب تو اس بچے کے جسم میں داخل ہو جا''۔ ڈاکٹر شیان نے تحکمانہ لہجے میں کہا تو وہ ہیولا لہرانے لگا اور پھر وہ بنفشی رنگ کے دھویں میں تبدیل ہو گیا اور پھر یہ دھواں وحشی بچے کی ناک میں داخل ہونے لگا اور پھر چند لمحوں بعد وحشی بچے کے بے حس جسم میں حرکت پیدا ہوئی تو ڈاکٹر شیان نے شیشے کا جار جس میں اس نے عادل کا خون بھرا تھا وحشی بچے کے ہونٹوں سے لگا دیا۔ خون کو جار میں ڈالے ہوئے کافی دیر ہو گئی تھی لیکن اس کے باوجود خون نہیں جما تھا۔ خون آہستہ آہستہ وحشی بچے کے منہ میں جانے لگا اور پھر کچھ دیر بعد جار خالی ہو گیا۔ جار خالی ہونے کے کچھ دیر بعد وحشی بچے نے ایک انگڑائی لی اور وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''ڈولڈو۔ میں نے تجھے طاقتور بنا دیا ہے اس لئے اب تو میرا غلام ہے''...... ڈاکٹر شیان نے کہا۔

''جب مجھے پیاس لگے گی تو تم مجھے خون پلاؤ گے''...... ڈولڈو نے کہا۔

''ہاں۔ جب جب مجھے محسوس ہوا کہ تجھے خون کی اشد ضرورت ہے تو میں تجھے خون پلاؤں گا''...... ڈاکٹر شیان نے کہا۔

''پھر تو میں بھی تمہارا غلام بن کر رہوں گا''...... ڈولڈو نے کہا اور اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''کیا تو میرا ہر حکم مانے گا''...... ڈاکٹر شیان نے مکروہ ہنسی ہنستے ہوئے پوچھا۔

''ہاں۔تم میرے آقا ہو۔ میں تمہارا ہر حکم مانوں گا''...... ڈولڈو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ابھی تم نے جس آدمی کا خون پیا ہے اس کا نام عادل ہے اور اس کے ایک عزیز کا نام طلال بن جلال ہے۔تم نے ابھی جا کر اس طلال بن جلال کا خون پینا ہے اور فوراً واپس آنا ہے''۔ ڈاکٹر شیان نے کہا۔

''حکم کی تعمیل ہو گی آقا''...... ڈولڈو نے کہا اور پھر وہ تہہ خانے سے غائب ہو گیا۔ اس کے غائب ہوتے ہی ڈاکٹر شیان نے سوپر فیاض، کرنل زید اور مقبول کی طرف دیکھا جن کے چہرے غصے اور بے بسی کی وجہ سے سرخ ہو رہے تھے۔ انہیں اس حالت میں دیکھ کر ڈاکٹر شیان اس انداز میں قہقہے لگانے لگا جیسے وہ پاگل ہو گیا ہو۔

طلال بن جلال اپنے آفس میں موجود تھا۔ وہ اپنی آج کی تقریر کے بارے میں سوچ رہا تھا جو اب سے ایک گھنٹے بعد اس نے کرنی تھی۔ یہ تقریر انہوں نے ایک بہت بڑے جلسے میں کرنی تھی اور مصر ٹی وی نیٹ ورک نے اسے براہ راست نشر کرنا تھا۔ مصر کے علاوہ بھی ان کی اس تقریر کو کئی مسلم ممالک نے براہ راست نشر کرنا تھا کیونکہ ان کی یہ تقریر اتحاد بین المسلمین کے موضوع پر تھی اور اس موضوع پر طلال بن جلال کی تقاریر مسلمانوں میں پسند کی جا رہی تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے طلال بن جلال کو فن خطابت سے نوازا تھا اور انہوں نے اس کا فائدہ اٹھایا تھا۔ دنیا بھر کے مسلمانوں میں وہ اتحاد کا جذبہ پیدا کر رہے تھے اور دنیا بھر کے مسلمان ان کی تقاریر

سے متاثر ہو رہے تھے۔ کچھ ہی دن پہلے چند عالمی رہنماؤں نے مسلمانوں کے مابین اتحاد کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے فیصلہ کیا تھا کہ وہ اس مقصد کے لئے دن رات ایک کر دیں۔ ان مسلمان رہنماؤں میں پاکیشیا کے پرائم منسٹر، اردن کے پرائم منسٹر منصور بن عادل، فلسطین کے رہنما ذوق ترازی اور مصری رہنما طلال بن جلال پیش پیش تھے۔ ان کی آپس میں تین میٹنگز ہو چکی تھیں اور انہوں نے اتحاد کی کوشش شروع بھی کر دی تھیں۔

وہ چاروں کئی مسلم ممالک کا دورہ کر چکے تھے جہاں انہوں نے عوامی جلسوں سے خطاب بھی کئے۔ مسلم ملکوں کا الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا بھی ان کا بھرپور ساتھ دے رہا تھا۔ اسی سلسلے میں پاکیشیا میں ہونے والی اسلامی سربراہ کانفرنس کی تیاریاں بھی زور و شور اور جذبے سے ہو رہی تھیں۔ تمام مسلم سربراہ نئے جوش اور جذبے سے اس کانفرنس کی تاریخوں کا انتظار کر رہے تھے۔ اس کانفرنس میں مسلم رہنماؤں نے بہت سے فیصلے کرنے تھے اور پھر ان فیصلوں پر عمل کے لئے اقدامات بھی کرنے تھے۔

طلال بن جلال کی نظریں بار بار دیوار پر موجود گھڑی کی طرف اٹھ رہی تھیں لیکن جلسہ شروع ہونے میں ابھی ایک گھنٹہ باقی تھا۔ وہ ایک گھنٹہ اپنے آفس میں ہی گزارنا چاہتا تھا۔ وہ وقت گزرنے کا انتظار کر رہا تھا کہ اس کے آفس کا دروازہ کھلا اور مصری وزیر داخلہ اس کے آفس میں داخل ہوئے۔ انہیں دیکھ کر طلال بن جلال اپنی

کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''السلام علیکم''...... وزیر داخلہ نے طلال بن جلال کے قریب پہنچتے ہوئے کہا۔

''وعلیکم السلام''...... طلال بن جلال نے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر ان سے مصافحہ کیا۔

''تشریف رکھیئے سر''...... طلال بن جلال نے وزیر داخلہ سے کہا تو وہ کرسی پر بیٹھ گئے۔

''آپ کو اپنے مشن میں کامیابی مل رہی ہے یا نہیں''...... وزیر داخلہ نے کرسی پر بیٹھنے کے بعد طلال بن جلال سے پوچھا تو طلال بن جلال کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''سر۔ مقصد نیک اور نیت صاف ہو تو کامیابی ضرور ملتی ہے''۔ طلال بن جلال نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اس میں کوئی شک نہیں۔ اللہ تعالیٰ نیک نیت لوگوں کو کامیابی سے ہمکنار کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نیتوں کو جانتا ہے''...... وزیر داخلہ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''بے شک۔ اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید جانتا ہے''...... طلال بن جلال نے مصری وزیر داخلہ سے کہا۔

''میں نے آپ کی تقاریر سنی ہیں۔ آپ روح کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتے ہیں''...... وزیر داخلہ نے کہا۔

''یہ سب اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے ورنہ میں کیا چیز ہوں''۔ طلال

بن جلال نے انکساری سے کہا۔

''میں آج جلسے میں آپ کے ساتھ شریک ہونا چاہتا ہوں۔ آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں''...... وزیر داخلہ نے پوچھا۔

''یہ تو میرے لئے خوشی کی بات ہے''...... طلال بن جلال نے جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر انہوں نے ایک نظر وال کلاک پر ڈالی۔

''جلسہ شروع ہونے میں ابھی پینتالیس منٹ باقی ہیں۔ اس دوران آپ کو قہوہ پلایا جائے''...... طلال بن جلال نے کہا تو وزیر داخلہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ طلال بن جلال نے میز پر موجود گھنٹی بجائی تو ایک نوجوان فوراً اندر آ گیا۔

''فواد۔ دو کپ قہوے کے بنا لاؤ''...... طلال بن جلال نے آنے والے سے کہا۔

''او کے سر''......فواد نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور واپس چلا گیا۔

''مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کر دے گا''...... وزیر داخلہ نے کہا۔

''انشاء اللہ۔ بس آپ دعا کریں''...... طلال بن جلال نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اگر ایسا ہو گیا تو آپ کا نام تاریخ میں ہمیشہ کے لئے زندہ رہے گا''...... وزیر داخلہ نے کہا۔

''ہمیں اپنے نام سے کچھ نہیں لینا دینا۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ

دنیا بھر کے مسلمان متحد ہو جائیں۔ وہ ایک جسم کی طرح ہوں۔ اگر مصری قوم کو کانٹا چبھے تو اس کا درد پاکیشیائی قوم کو محسوس ہو۔ ایک عربی کو چوٹ لگے تو عجمی کو تکلیف محسوس ہو''...... طلال بن جلال نے کہا۔

''انشاء اللہ۔ ایسا ہی ہو گا۔ وہ دن دور نہیں جب آپ کی کوششیں رنگ لائیں گی''...... وزیر داخلہ نے کہا۔

''اللہ آپ کی زبان مبارک کرے''...... طلال بن جلال نے دعائیہ لہجے میں کہا اور اسی لمحے فواد قہوے کے دو کپ لے آیا۔ اس نے مؤدبانہ انداز میں ان دونوں کے سامنے قہوے کے کپ رکھے اور پھر خاموشی سے واپس چلا گیا۔ طلال بن جلال نے کپ اٹھا کر ہونٹوں سے لگا لیا۔

''آپ کا رابطہ دیگر رہنماؤں سے بھی ہے نا۔ میرا مطلب ہے کہ پاکیشیا اور اردن کے پرائم منسٹر صاحبان اور ذوق خرازی سے''۔ وزیر داخلہ نے پوچھا اور قہوے کا کپ اٹھا لیا۔

''جی ہاں۔ فون پر میری ان سے بات ہوتی رہتی ہے''۔ طلال بن جلال نے جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر انہی باتوں کے دوران انہوں نے قہوہ پی لیا۔ طلال بن جلال نے ایک بار پھر گھڑی کی طرف دیکھا تو جلسے شروع ہونے میں صرف نصف گھنٹہ باقی رہ گیا تھا۔ اس نے اٹھنے کا فیصلہ کیا کیونکہ جلسہ گاہ تک پہنچنے میں انہیں بیس منٹ لگ جانے تھے۔

''سر۔ جلسے کا وقت ہو رہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اب ہمیں چلنا چاہئے''...... طلال بن جلال نے کہا۔

''جی ہاں۔ ضرور''...... وزیر داخلہ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر وہ دونوں ہی ساتھ ساتھ چلتے ہوئے آفس کی پارکنگ تک پہنچ گئے جہاں ان کی کاریں موجود تھیں۔ وزیر داخلہ کی کار میں ڈرائیور موجود تھا جبکہ طلال بن جلال کو اپنی گاڑی خود ڈرائیور کرنا تھی۔ وہ دونوں اپنی اپنی کاروں میں بیٹھے اور کاریں سٹارٹ ہو کر آگے بڑھنے لگیں۔

ان کی کاریں جلسہ گاہ تک پہنچیں تو لوگوں کے جوش و خروش میں اضافہ ہو گیا۔ رات کا وقت ہونے کے باوجود جلسہ گاہ میں لوگوں کی بڑی تعداد موجود تھی۔ وہ سب جوش و جذبے کے ساتھ جلسہ گاہ میں آ رہے تھے۔ دیئے گئے وقت پر طلال بن جلال نے اپنا خطاب شروع کیا۔ اس کا لہجہ بہت ہی پرجوش اور انداز بہت دلکش تھا۔ اس نے تقریباً پینتالیس منٹ خطاب کیا اور پھر جلسے کا اختتام کر کے وہ واپس اپنے گھر آ گیا۔

اس کا سارا دن انتہائی مصروفیت میں گزرا تھا۔ سارا دن وہ اتنا مصروف رہا تھا کہ اسے سر کھجانے کی فرصت بھی نہیں ملی تھی اور اب اس کی آنکھوں میں نیند بھری ہوئی تھی اس لئے وہ اپنے کمرے میں پہنچتے ہی بیڈ پر لیٹ گیا۔ اسے بیڈ پر لیٹے چند لمحے ہی گزرے تھے کہ اس نے سر اٹھا کر دروازے کی طرف دیکھا کیونکہ اسے دروازہ

کھلنے کی آواز سنائی دی تھی۔ دروازے کی طرف دیکھتے ہی وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا اور اس کی آنکھوں میں حیرت امڈ آئی کیونکہ اس کے سامنے نو دس سال کا ایک وحشی بچہ موجود تھا جس کی آنکھوں میں ویرانی سی چھائی ہوئی تھی۔

طلال بن جلال نے اس بچے کو جلسہ گاہ میں بھی دیکھا تھا۔ یہ بچہ اچھل اچھل کر طلال بن جلال کو داد دے رہا تھا۔

''کون ہو تم بیٹا''...... طلال بن جلال نے اس وحشی بچے سے نہایت ہی نرم لہجے میں پوچھا۔

''میرا نام ڈولڈو ہے''...... وحشی بچے نے سرد لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''بیٹا۔ تم کہاں سے آئے ہو اور میرے پاس کس لئے آئے ہو''...... طلال بن جلال نے کہا۔

''میں افریقہ سے آیا ہوں اور مجھے بھوک پیاس لگی ہوئی ہے''۔ ڈولڈو نے کہا۔

''اچھا۔ میں تمہارے لئے کچن سے کھانا اور پانی لے کر آتا ہوں''۔ طلال بن جلال نے کہا۔

''میں افریقہ سے آیا ہوں اس لئے مجھے پانی کی پیاس نہیں ہے''۔ ڈولڈو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تو پھر تم نے کیا پینا ہے۔ مجھے بتاؤ۔ میں تمہیں لا دیتا ہوں''۔ طلال بن جلال نے کہا۔

"میں نے انسانی خون پینا ہے۔ انسانی خون سے میری پیاس اور بھوک مٹ سکتی ہے"...... ڈولڈو نے پراسرار لہجے میں کہا تو طلال بن جلال نے اسے حیرت سے دیکھا۔

"غلط بات ہے بیٹا۔ ایسے نہیں کہتے"...... طلال بن جلال نے اسے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"کیا غلط ہے اور کیا صحیح یہ میں نہیں جانتا۔ مجھے تو بس اپنی بھوک اور پیاس مٹانی ہے"...... ڈولڈو نے کہا اور پھر وہ یکدم اچھلا اور اس کے دونوں پاؤں طلال بن جلال کے سینے پر لگے اور وہ الٹ کر نیچے گر پڑے۔ جیسے ہی وہ فرش پر گرے ڈولڈو اس کے اوپر آ گرا اور اس نے طلال بن جلال کو قابو کر لیا۔

اس لمحے کمرے کا ماحول یکدم خوفناک ہو گیا تھا۔ انتہائی سرد ہوائیں چلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں اور ان ہواؤں میں مختلف جانوروں کی آوازیں شامل تھیں۔ چڑیلوں کے قہقہے، شیر کی گرج، کتوں کا رونا، ہاتھیوں کی چنگھاڑ اور بیوہ عورتوں کے بین سرد ہواؤں میں سے آتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ طلال بن جلال وحشی بچے کے نیچے آ کر دب گیا تھا اور وہ کوشش کر رہا تھا کہ کسی طرح اس وحشی بچے کے نیچے سے نکل آئے لیکن ایسا ممکن نظر نہ آ رہا تھا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس پر کئی من وزن آن پڑا ہو اور پھر یکدم ہی اس وحشی بچے نے غراتے ہوئے طلال بن جلال کی گردن سے اپنا منہ لگا دیا۔ اس کے دو بڑے دانت طلال بن

جلال کی شہ رگ میں پیوست ہو گئے اور پھر ایسی آوازیں سنائی دینے لگیں جیسے کوئی پیاسا جانور غٹا غٹ پانی پی رہا ہو۔

طلال بن جلال زبردست مزاحمت کر رہا تھا لیکن پھر آہستہ آہستہ اس کی مزاحمت کم ہوتی چلی گئی اور اس کا سر ڈھلک گیا۔ وہ دم توڑ چکا تھا۔

ڈاکٹر شیان، کرنل زید، سوپر فیاض اور مقبول کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ عادل کی لاش تہہ خانے سے غائب ہو چکی تھی۔ ان چاروں کے علاوہ کمرے میں کوئی نہیں تھا۔ ڈاکٹر شیان کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ تھی اور وہ بار بار ان تینوں کے چہروں کا جائزہ لے رہا تھا۔ کچھ دیر بعد تہہ خانے میں سرد ہوا اور تیز بو محسوس ہوئی تو ڈاکٹر شیان چونک پڑا اور اگلے ہی لمحے ڈولڈو ان کے سامنے ظاہر ہو گیا۔

''آقا۔ میں طلال بن جلال کا خون پی آیا ہوں''...... ڈولڈو نے ڈاکٹر شیان کے سامنے جھکتے ہوئے کہا۔

''میں جانتا ہوں ڈولڈو۔ میں یہاں بیٹھ کر تمہیں دیکھ رہا تھا''۔ ڈاکٹر شیان نے کہا۔

''دیکھا تم نے۔ یہ وحشی بچہ طلال بن جلال کا خون پی آیا ہے''۔ ڈاکٹر شیان نے ان تینوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی

اس نے زور دار قہقہہ لگایا۔

''مسلم اُمہ کا رہنما بن رہا تھا۔ ان میں اتحاد پیدا کرنے چلا تھا۔ پاگل، احمق''...... ڈاکٹر شیان نے طنزیہ لہجے میں کہا اور ایک بار پھر اس نے زور دار قہقہہ لگایا جبکہ وہ تینوں ڈاکٹر شیان کو غصیلی نظروں سے گھور رہے تھے۔

''طلال بن جلال کے بعد باری ہے ذوق خرازی کی۔ آنے والی رات کو یہ وحشی بچہ پہلے مقبول کا خون پیئے گا اور پھر ذوق خرازی کا''...... ڈاکٹر شیان نے مکروہ ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔

''تم یہودی ہو اس لئے مسلمانوں کے دشمن بن رہے ہو۔ تمہیں مسلمانوں کا اتحاد پسند نہیں ہے''...... کرنل زید نے نفرت بھرے لہجے میں کہا تو ڈاکٹر شیان نے ایک بار پھر زور دار قہقہہ لگایا۔

''میں نہ یہودی ہوں نہ عیسائی۔ نہ ہندو ہوں اور نہ سکھ''۔ ڈاکٹر شیان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''پھر تم کون ہو اور مسلمانوں کے دشمن کیوں ہو''...... کرنل زید نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

''میں شیطان کا پیروکار ہوں اور میرا آقا شیطان بھی مسلمانوں کو اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھتا ہے''...... ڈاکٹر شیان نے کہا مگر ان تینوں نے کوئی جواب نہ دیا۔

''کرنل زید۔ تمہیں تو میں نے ایک تحفہ بھی دینا ہے''...... ڈاکٹر شیان نے کرنل زید سے مخاطب ہو کر کہا۔

''تحفہ۔ کیسا تحفہ''...... کرنل زید نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

''میرا خیال ہے کہ اب تمہیں بتانے میں کوئی حرج نہیں ہے''۔ ڈاکٹر شیان نے کہا اور پھر وہ خاموش ہو گیا جبکہ کرنل زید اس کے بولنے کا انتظار کرنے لگا۔ ڈاکٹر شیان کی توجہ کرنل زید سے ہٹ کر وحشی بچے ڈولڈو کی طرف ہو گئی تھی جو ایک طرف کھڑا اب جھومنے لگا تھا۔ اس کی آنکھیں بار بار بند ہو رہی تھیں۔

''ڈولڈو۔ تو اس دائرے کے اندر چلا جا''...... ڈاکٹر شیان نے سخت لہجے میں کہا تو ڈولڈو ڈاکٹر شیان کا حکم سنتے ہی دائرے کے اندر چلا گیا اور فرش پر لیٹ گیا۔

''تم نے بتایا نہیں۔ تم کس تحفے کی بات کر رہے تھے''...... کرنل زید نے بے چین لہجے میں پوچھا۔

''تمہاری منگیتر ڈاکٹر آبیلا تمہارے پیچھے ایکریمیا آئی تھی اور اب وہ میرے بیڈ روم میں موجود ہے''...... ڈاکٹر شیان نے شیطانی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔

''ڈاکٹر شیان''...... کرنل زید نے غراتے ہوئے کہا اور اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔

''نہ۔ نہ۔ کرنل زید۔ اب تم کچھ نہیں کر سکتے۔ تم تو حقیر کیڑے کی مانند بے بس اور کمزور ہو''...... ڈاکٹر شیان نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''اگر تم نے ڈاکٹر آبیلا کے ساتھ کوئی بدتمیزی کی تو تجھے اس کے سنگین نتائج بھگتنے پڑیں گے''...... کرنل زید نے غراتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر شیان نے ایک بار پھر قہقہہ لگایا۔

''وہ کیا کہتے ہیں کہ رسی جل گئی بل نہیں گئے۔ کرنل زید۔ تمہارا بھی وہی حال ہے۔ تم ایک بے بس کیڑے کی مانند پڑے ہوئے ہو۔ اپنی مرضی سے کچھ کھا بھی نہیں سکتے اور نہ ہی اپنے منہ پر بیٹھی ہوئی مکھی اڑا سکتے ہو اور غرا رہے ہو مجھ پر۔ ڈاکٹر شیان پر''۔ ڈاکٹر شیان نے متکبرانہ لہجے میں کہا۔

''تیرا یہ سارا غرور اور ساری طاقت میں خاک میں ملا دوں گا''...... کرنل زید نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''خواب دیکھنے پر کوئی پابندی نہیں۔ احمق انسان، تجھے نوالے تو میرا ملازم توڑ توڑ کر کھلاتا ہے۔ تو میرا کیا مقابلہ کرے گا۔ تو نے دیکھا نہیں کہ میں تو بدروحوں کو قید کر لیتا ہوں۔ میرے سامنے انسانوں کی بھلا کیا حیثیت ہے''...... ڈاکٹر شیان نے بدستور متکبرانہ لہجے میں کہا۔

''تیرا یہی غرور تیری تباہی کا سبب بنے گا''...... کرنل زید نے غراتے ہوئے کہا۔

''ایک بات میں بھی کہنا چاہتا ہوں''...... سوپر فیاض نے کہا تو کرنل زید اور ڈاکٹر شیان نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

''ایک بات کیا تو بھی سو باتیں کہہ لے۔ کہنے سے کیا فرق

پڑتا ہے''...... ڈاکٹر شیان نے کہا۔

''ڈاکٹر شیان۔ تم نے اگر جھگڑنا ہے تو ہم سے جھگڑو۔ خواتین سے بدتمیزی کرنا تو اخلاق سے گری ہوئی حرکت ہے''...... سوپر فیاض نے کہا۔

''اخلاق۔ ہا۔ ہا۔ ہا۔ اخلاق''...... ڈاکٹر شیان نے پاگلوں کی طرح قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

''میں تو شیطان کا پیروکار ہوں۔ اخلاق، تہذیب، ادب اور احترام یہ سب تو تمہاری دنیا کی باتیں ہیں۔ ہماری دنیا میں ان باتوں کو برا سمجھا جاتا ہے''...... ڈاکٹر شیان نے کہا۔

''میں تجھے راہ راست پر آنے کی دعوت دیتا ہوں۔ تو سیدھے راستے پر آ جا اور توبہ کر لے۔ تو جانتا ہے کہ یہ شیطان ازل سے انسان کا دشمن ہے۔ پھر تو کیوں اس کا پیروکار بن گیا ہے''۔ خاموش بیٹھے ہوئے مقبول نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''بکواس بند کر مبلغ کی اولاد''...... ڈاکٹر شیان نے غصیلے لہجے میں کہا اور اس نے آگے بڑھ کر مقبول کے منہ پر تھپڑ مار دیا۔ چٹاخ کی آواز سے تہہ خانہ گونج اٹھا اور مقبول کے سرخ و سفید چہرے پر ڈاکٹر شیان کی انگلیوں کے نشان بن گئے۔

''اس تھپڑ کا حساب تجھے دینا ہو گا''...... کرنل زید نے غراتے ہوئے کہا۔

''ابھی میں نے تیرے ایک ساتھی کا خون اس وحشی بچے کو پلایا

ہے اور یہی وحشی بچہ طلال بن جلال کا بھی خون پی کر آیا ہے۔ کیا تو ان کا بدلہ نہیں لے گا۔ صرف ایک تھپڑ کا حساب لے گا''۔ ڈاکٹر شیان نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''مگورا''...... اس سے پہلے کہ کرنل زید اس کی بات کا جواب دیتا ڈاکٹر شیان نے چیختے ہوئے لہجے میں کہا تو فوراً ہی ایک بندر کی شکل کا انسان تہہ خانے میں حاضر ہو گیا۔ اس نے حاضر ہوتے ہی ڈاکٹر شیان کے سامنے سر جھکا دیا۔

''غلام حاضر ہے آقا۔ حکم دیجئے''...... مگورا نے سر جھکائے ہوئے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''ایکریمیا میں سٹی ہوٹل کی تباہی کے ساتھ ہی جوزف اور عمران کے جسم ٹکڑوں میں تبدیل ہو چکے ہوں گے۔ تو ان دونوں کے سر اٹھا کر یہاں لے آ۔ میں ان دونوں کی کھوپڑیوں کے چراغ بناؤں گا''...... ڈاکٹر شیان نے تحکمانہ لہجے میں کہا تو سوپر فیاض اور کرنل زید نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

''کک۔ کک۔ کیا عمران۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو''...... سوپر فیاض نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ عمران تیرا دوست۔ وہ اپنے ساتھی جوزف اور جولیا کے ساتھ یہاں تیری تلاش میں آیا تھا مگر وہ اب اپنے ساتھیوں سمیت ٹکڑوں میں تبدیل ہو چکا ہے''...... ڈاکٹر شیان نے نفرت بھرے لہجے میں کہا تو سوپر فیاض کا رنگ زرد پڑ گیا اور اس کی آنکھوں کے

سامنے اندھیرا سا چھانے لگا۔

"عمران تجھ جیسے شیطان کے ہاتھوں کبھی نہیں مارا جا سکتا"۔ کرنل زید نے پریقین لہجے میں کہا۔

"وہ جس ہوٹل میں ٹھہرا ہوا تھا وہ ہوٹل میزائل کی برسات سے ختم ہو چکا ہے۔ ابھی تمہیں یقین نہیں آ رہا لیکن جب مگورا ان کے سر لے کر آئے گا تو پھر تمہیں یقین کرنا پڑے گا"...... ڈاکٹر شیان نے طنزیہ لہجے میں کہا اور پھر ان کے درمیان کافی دیر تک خاموشی رہی اور ڈاکٹر شیان، مگورا کا انتظار کرنے لگا۔

ڈاکٹر شیان کو یقین تھا کہ عمران اور جوزف مارے جا چکے ہیں جبکہ کرنل زید کو یقین تھا کہ شیطانی طاقتیں عمران اور جوزف کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں کیونکہ کرنل زید ایک مشن کے دوران جوزف سے مل چکا تھا اور عمران نے اسے بتایا تھا کہ جوزف کے سر پر بڑے بڑے وچ ڈاکٹروں کا ہاتھ ہے اور جوزف پراسرار صلاحیتوں کا مالک ہے۔ اس نے جوزف کی صلاحیتیں اپنی آنکھوں سے دیکھی تھیں اس لئے اسے یقین تھا کہ ڈاکٹر شیان جو کچھ بھی کہہ رہا ہے غلط کہہ رہا ہے۔ عمران اور جوزف، ڈاکٹر شیان کے ہاتھوں مرنے والے نہیں تھے۔ پھر اسی لمحے تہہ خانے میں کوّے کی آواز سنائی دی اور ایک کوّا اڑتا ہوا تہہ خانے میں آ گیا۔ اگلے ہی لمحے وہ کوّا بندر کی شکل والے مگورا میں تبدیل ہوا تو وہ سب چونک پڑے۔

کئی دھماکے ہوئے تھے اور چھت ٹکڑوں کی صورت میں گر رہی تھی۔ ایک ٹکڑا عمران کے سر پر بھی گرا تھا۔ عمران لاشعوری طور پر اچھلا تھا اور اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا گیا۔ وہ اچھل کر قالین پر گرا تھا اور رول ہوتا ہوا بھاری بھرکم بیڈ کے نیچے چلا گیا۔

جوزف کو بھی چھت کا ایک ٹکڑا لگا تھا اور اس کی آنکھوں کے سامنے بھی اندھیرا چھانے لگا تھا۔ اسی لمحے اس نے عمران کے جسم کو رول ہو کر بیڈ کے نیچے جاتے ہوئے دیکھا تو اس نے بھی قلابازی لگائی اور وہ بھی بیڈ کے نیچے چلا گیا۔ یہ سب کچھ ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں ہو گیا تھا۔ جوزف بیڈ کے نیچے پہنچ کر بے ہوش ہو چکا تھا۔

چھت کا ملبہ بہت تیزی سے کمرے اور بیڈ پر گر رہا تھا۔ بیڈ

بہت ہی بڑا، مضبوط اور بھاری تھا۔ بہت سا ملبہ بیڈ پر گرا اور پھر بیڈ بھی ٹوٹ گیا اور وہ دونوں بیڈ کے نیچے ہی دب گئے۔ کچھ ہی دیر بعد سائرن بجنے لگے۔ سائرن کی آوازیں عمران کے ذہن سے ٹکرائیں تو اس کا ذہن بیدار ہونے لگا اور چند لمحوں بعد وہ ہوش میں آ گیا۔ اسے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے اس کے اوپر سینکڑوں من وزن ہو۔

بے ہوش ہونے سے پہلے کے واقعات اس کے ذہن میں ابھر رہے تھے۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھنا چاہا لیکن اسے کچھ نظر نہ آ رہا تھا۔ اردگرد اندھیرا چھایا ہوا تھا اور اسے اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے دھواں محسوس کر لیا تھا۔

"جوزف۔ جوزف۔ کہاں ہو تم"...... عمران نے جوزف کو آوازیں دیتے ہوئے کہا۔ اسے معلوم تھا کہ جوزف بھی بے ہوش ہو گا۔ وہ اس لئے جوزف کو آوازیں دے رہا تھا تاکہ وہ ہوش میں آ جائے اور پھر چند لمحوں بعد واقعی جوزف کی کراہ سنائی دی۔

"باس۔ کہاں ہو تم"...... چند لمحوں بعد جوزف کی آواز سنائی دی جو عمران کو پکار رہا تھا۔

"ہم دونوں بیڈ کے نیچے ہیں اور بیڈ پر کئی من وزنی ملبہ ہے۔ بیڈ ٹوٹ چکا ہے اور ہم دونوں بیڈ کے نیچے دبے ہوئے ہیں۔ اگر ہم جلد ہی باہر نہ نکلے تو ہمارا دم گھٹ جائے گا"...... عمران نے کہا۔

"باس۔ جوزف دی گریٹ کے ہوتے ہوئے اس کا باس مر

نہیں سکتا"...... جوزف کی آواز سنائی دی اور پھر جوزف نے زور لگانا شروع کر دیا اور پھر اس نے بہت جلد بیڈ کو ملبے سمیت دوسری طرف الٹ دیا اور پھر تھوڑی سی کوشش کے بعد وہ دونوں ملبے کے نیچے سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ ان کے جسموں میں درد تو ہو رہا تھا لیکن یہ درد اتنا شدید نہیں تھا کہ انہیں کوئی فکر لاحق ہوتی۔ البتہ ان دونوں کے سر پھوڑے کی مانند دکھ رہے تھے۔

ملبے سے نکلنے کے بعد ان دونوں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اردگرد کا جائزہ لیا۔ انہیں دھندلا دھندلا سا نظر آ رہا تھا اور یہ کمرہ مکمل طور پر تباہ ہو گیا تھا اور ہوٹل کے مختلف حصوں میں آگ لگی ہوئی تھی جس کی وجہ سے چاروں طرف دھواں پھیلا ہوا تھا۔ سائرن کی آوازیں اور زخمیوں کی چیخ و پکار بھی سنائی دے رہی تھی۔ امدادی کارروائیاں جاری تھیں۔

عمران اور جوزف محتاط انداز میں آگے بڑھے۔ دھویں کی وجہ سے انہیں بار بار کھانسی آ رہی تھی اور سانس لینے میں دقت محسوس ہو رہی تھی۔ وہ نیچے جانے کا راستہ تلاش کر رہے تھے لیکن سیڑھیاں اور لفٹ تباہ ہو چکی تھی۔ نیچے جانے کا کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس طرف سے مایوس ہو کر وہ چھت کی طرف بڑھنے لگے۔ چھت کی طرف جانے والی سیڑھیاں بھی کافی حد تک تباہ ہو چکی تھیں لیکن ان سے اوپر پہنچا جا سکتا تھا۔ لہٰذا وہ احتیاط سے چلتے ہوئے چھت پر پہنچ گئے۔ یہاں انہیں سانس لینے میں تھوڑی سی آسانی پیدا ہو

گئی۔ انہیں ایک ایمبولینس ہیلی کاپٹر وہاں چکراتا ہوا نظر آیا۔ ہیلی کاپٹر سے روشنی بھی چھت پر ڈالی جا رہی تھی۔ عمران اور جوزف ہیلی کاپٹر والوں کو نظر آ گئے تھے اس لئے ہیلی کاپٹر ان کے سروں کے اوپر آ کر رک گیا اور اوپر سے ایک سیڑھی نیچے لٹکائی گئی اور ہسپتال کا عملہ ہیلی کاپٹر سے نیچے اترا۔ وہ عمران اور جوزف کی مدد کرنا چاہتے تھے۔

''ہم زیادہ زخمی نہیں ہیں۔ ہم خود ہی ہیلی کاپٹر پر سوار ہو جائیں گے۔ آپ دیگر زخمیوں کو تلاش کریں''...... عمران نے کہا اور پھر وہ دونوں خود ہی سیڑھی کے ذریعے اوپر چڑھ کر ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گئے جہاں ایک لیڈی ڈاکٹر اور نرس موجود تھی۔ لیڈی ڈاکٹر ان کا معائنہ کرنے لگی۔ اسی لمحے دو مزید ہیلی کاپٹر بھی وہاں پہنچ گئے۔ ہیلی کاپٹر میں زخمیوں کو تلاش کرنے والا تربیت یافتہ عملہ بھی موجود تھا لہذا وہ لوگ اپنی تربیت کے مطابق کارروائی کرنے لگے جبکہ لیڈی ڈاکٹر نرس کی مدد سے عمران کی ٹریٹمنٹ کرنے لگی۔ عمران کے بعد اس نے جوزف کی بھی ٹریٹمنٹ کی اور پھر انہیں انجکشن لگائے۔

''بہت خوفناک حادثہ تھا یہ۔ مبارک ہو آپ کی جانیں بچ گئیں''۔ لیڈی ڈاکٹر نے عمران اور جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

''شکریہ۔ یہ سب اللہ کا کرم ہے''...... عمران نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

''نیچے کیمپ میں چلو''...... لیڈی ڈاکٹر نے پائلٹ سے کہا تو پائلٹ نے ہیلی کاپٹر نیچے اتار لیا۔ ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھلتے ہی دو افراد جلدی سے وہاں پہنچ گئے اور انہوں نے اسٹریچر اٹھایا ہوا تھا لیکن عمران اور جوزف کو ان کی ضرورت نہیں تھی اس لئے وہ خود ہی ہیلی کاپٹر سے نیچے اتر آئے اور چلتے ہوئے اس طرف بڑھنے لگے جہاں ایک کیمپ لگا ہوا تھا۔ کیمپ میں کرسیوں پر ہسپتال کا سٹاف موجود تھا اور ساتھ ہی پولیس والے بھی بیٹھے ہوئے تھے۔

عمران اور جوزف کے کیمپ کی طرف بڑھنے کے بعد ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو گیا تھا۔ عمران نے پولیس افسران کے پاس پہنچ کر اپنا بیان ریکارڈ کرایا۔ بیان کے بعد انہیں اجازت دے دی گئی تو وہ آگے بڑھ گئے۔ اس دوران انہوں نے ایک نظر ہوٹل کی طرف دیکھا۔ ہوٹل کی کئی منزلوں پر آگ لگی ہوئی تھی اور فائر بریگیڈ کا عملہ آگ بجھانے کی کوششوں میں مصروف تھا۔ دیگر سرکاری اور غیر سرکاری اداروں کے لوگ بھی امدادی کارروائیوں میں مصروف تھے۔

''جولیا نجانے کہاں اور کس حال میں ہو گی''...... کچھ فاصلے پر آ کر عمران نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

''باس۔ جس طرح ہم ٹھیک ہے مس جولیا بھی ٹھیک ہو گی''۔ جوزف نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں جوزف۔ اللہ تعالیٰ کا ہم پر خاص کرم ہے وہ ہمیں دشمنوں سے صاف بچا لیتا ہے اور ہمارے دشمن یہ سمجھتے ہیں کہ ہم کوئی

چھلاوہ ہیں''...... عمران نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

''بالکل باس۔ یہ گاڈ کی ہم پر خاص مہربانی ہے ورنہ ہ انسانوں کی کیا اوقات ہے''...... جوزف نے کہا اور پھر وہ دونو خاموشی سے آگے بڑھنے لگے۔ عمران کا ذہن الجھا ہوا تھا۔ اس ابھی تک ڈاکٹر شیان کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو سکا تھا کہ و کہاں ہے۔ اب ہوٹل کی تباہی کے بعد اسے جولیا کی فکر ہو رہی تھ کہ نجانے وہ کہاں تھی۔ وہ انہی سوچوں میں گم آگے بڑھا چلا جار تھا۔

''باس۔ وہ دیکھیں مس جولیا''...... اچانک جوزف نے کہا ت عمران نے چونک کر سامنے دیکھا۔ وہ واقعی جولیا ہی تھی جو انہیں دیکھ کر تیزی سے ان کی طرف بڑھ رہی تھی۔

''شکر ہے تم دونوں زندہ ہو۔ ہوٹل میں تو بہت زبردست تباہی ہوئی ہے''...... جولیا نے ان کے قریب پہنچ کر تیز لہجے میں کہا۔ چند لمحوں پہلے اس کے چہرے پر جو پریشانی کے آثار تھے اب وہ غائب ہو گئے تھے۔

''ہاں۔ زبردست تباہی ہوئی ہے اور اس مرتبہ اصل ٹارگٹ ہم لوگ ہی تھے''...... عمران نے کہا۔

''تم بچ کیسے گئے''...... جولیا نے عمران سے پوچھا تو عمران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''جس طرح ہم ہر بار اللہ تعالیٰ کے خاص کرم سے بچ جاتے

ہیں اور مجھے یقین ہے کہ جب تک ہم پر اللہ تعالیٰ کی خاص کرم نوازی ہے ہم اسی طرح بچتے رہیں گے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے جولیا کو تفصیل بتا دی۔

''عمران۔ میرے پاس تمہارے لئے ایک اچھی خبر ہے''۔ جولیا نے کہا تو عمران نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

''جب سے ہم اس مشن پر آئے ہیں میں نے کوئی اچھی خبر نہیں سنی۔ اب جلدی سے یہ اچھی خبر سنا دو''...... عمران نے بے چین لہجے میں کہا۔

''میں نے ڈاکٹر شیان کا کھوج لگا لیا ہے''...... جولیا نے کہا تو عمران یکدم اچھل پڑا۔

''یہ خبر تو تمہیں فوراً ہی سنانی چاہئے تھی اور تم ہو کہ مزے لے لے کر سنا رہی ہو''...... عمران نے کہا۔

''ڈاکٹر شیان ایکریمیا میں نہیں ہے بلکہ وہ یروشلم میں ہے اور اس کے ارادے بہت ہی خطرناک ہیں''...... جولیا نے کہا اور پھر اس نے راوڑی سے حاصل ہونے والی معلومات عمران کو تفصیل سے بتا دیں۔ جولیا سے تفصیل سننے کے بعد عمران کے چہرے پر پتھریلی سنجیدگی آ گئی تھی۔

''ہمیں فوری طور پر اسرائیل روانہ ہونا ہو گا''...... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''عمران۔ تمہارا لباس خراب ہو چکا ہے۔ تم دونوں نیا لباس

خرید لو اس کے بعد ہم ایئر پورٹ چلیں گے اور پہلی فلائٹ سے اسرائیل کے لئے روانہ ہو جائیں گے''...... جولیا نے کہا اور پھر اس نے اپنے ہینڈ بیگ سے کچھ رقم نکال کر عمران کو دے دی۔

''ہمارا سارا سامان بھی ہوٹل میں تباہ ہو گیا ہے۔ ہم نے سامان بھی دوبارہ حاصل کرنا ہے۔ تم پاکیشیا سیکرٹ سروس کے فارن ایجنٹ ڈیوڈ کو کال کر کے اسے سامان کے بارے میں ہدایات دے دو''...... عمران نے کہا تو جولیا نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر اس نے اپنے ہینڈ بیگ سے اپنا موبائل فون نکالا اور ڈیوڈ کو کال کرنے لگی۔

مگورا کے ہاتھ خالی تھے اور اس کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات تھے۔ اسے خالی ہاتھ اور پریشان دیکھ کر سوپر فیاض اور کرنل زید مطمئن نظر آ رہے تھے جبکہ ڈاکٹر شیان کا چہرہ غصے سے سیاہ ہو گیا تھا۔

''کہاں ہیں ان دونوں کے سر''...... ڈاکٹر شیان نے غصے کی شدت سے چیختے ہوئے کہا۔ اسے غصے میں دیکھ کر مگورا کا جسم خوف سے لرزنے لگا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اس پر رعشہ طاری ہو گیا ہو۔

''آقا۔ نہ ہی مجھے ان کے سر نظر آئے اور نہ ہی وہ خود نظر آئے''...... مگورا نے لرزتے ہوئے کہا۔

''کیوں نظر نہیں آئے۔ کیا تو اندھا ہو گیا ہے''...... ڈاکٹر شیان نے بدستور چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔

''آقا۔ آپ ان کے سر دیکھ کر مجھے بتا دیں کہ وہ کہاں ہیں۔

میں ابھی جا کر لے آتا ہوں“...... مگورا نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”بکواس کرتا ہے۔ میرے سامنے زبان چلاتا ہے۔ میں تجھے زندہ جلا دوں گا“...... ڈاکٹر شیان نے غصے سے چیختے ہوئے کہا اور پھر اس نے جیب سے ماچس کی ڈبیہ نکال لی۔ ماچس کی ڈبیہ دیکھ کر مگورا اور زیادہ خوفزدہ ہو گیا۔

”آقا رحم۔ معاف کر دو آقا۔ معاف کر دو“...... مگورا نے بری طرح سے لرزتے ہوئے کہا لیکن معافی کا لفظ ڈاکٹر شیان کی ڈکشنری میں نہیں تھا۔ وہ مگورا کو کیسے معاف کر سکتا تھا۔ ڈاکٹر شیان قدم بڑھاتا ہوا مگورا کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے ماچس کی ڈبیہ کھول کر ایک تیلی نکالی اور جلا کر مگورا پر پھینک دی۔ جس طرح پٹرول آگ کو پکڑ لیتا ہے اسی طرح مگورا کے جسم کو بھی آگ لگ گئی۔ بھک کی آواز سنائی دی اور پھر مگورا کا سارا جسم آگ کے شعلوں میں لپٹا ہوا دکھائی دیا۔ تہہ خانے میں اس کی دل دہلا دینے والی چیخیں بلند ہونے لگیں۔

کرنل زید، سوپر فیاض اور مقبول خاموشی سے اس منظر کو دیکھ رہے تھے جبکہ ڈاکٹر شیان کا غصہ ابھی تک ٹھنڈا نہیں ہوا تھا۔ وہ جلتے ہوئے مگورا کو ابھی تک غصیلی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ کچھ ہی دیر میں مگورا مکمل طور پر جل کر راکھ میں تبدیل ہو گیا۔ تہہ خانے کے فرش پر اس کی راکھ دکھائی دی اور پھر وہ راکھ بھی غائب ہو گئی۔

”دیکھا۔ دیکھا تم نے۔ جب میں غصے میں ہوتا ہوں تو اپنی

غلام طاقتوں کو بھی فنا کر دیتا ہوں۔ ایسی غلام طاقتیں جن سے میں بے شمار فائدے حاصل کرتا ہوں اور جو مجھے بڑے شیطان آقا نے دی ہیں میں انہیں فنا کر دیتا ہوں تو تم لوگ میرے سامنے کیا حیثیت رکھتے ہو“...... ڈاکٹر شیان نے غراتے ہوئے کہا۔ سوپر فیاض اور مقبول تو دل ہی دل میں خوفزدہ ہو گئے تھے اس لئے انہوں نے ڈاکٹر شیان کے سامنے بولنے سے گریز کیا جبکہ کرنل زید مصلحتاً خاموش رہا۔ اس وقت وہ بری طرح زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اور ان سے چھٹکارے کی کوئی صورت انہیں نظر نہ آ رہی تھی اس لئے اس وقت ڈاکٹر شیان کے سامنے بولنا مصلحت کے خلاف تھا اس لئے کرنل زید بھی خاموش رہا۔

ڈاکٹر شیان ان تینوں کو غصے سے گھور رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے چنگاریاں سی نکل رہی تھیں اور پھر آہستہ آہستہ اس کے چہرے کے تاثرات نارمل ہونے لگے اور کچھ دیر بعد اس کا غصہ سرد ہو گیا۔

”اب میرے عمل کا وقت ہو گیا ہے۔ میں اپنا عمل کروں گا۔ صبح میں اپنے کسی اور غلام کو بھیج کر عمران اور جوزف کے سر اٹھوا لوں گا۔ تم لوگوں کے مرنے سے پہلے میں تمہیں وہ سر ضرور دکھاؤں گا“...... ڈاکٹر شیان نے ان تینوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو ان تینوں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ کچھ دیر بعد ڈاکٹر شیان اپنے کھینچے ہوئے دائرے میں چلا گیا جہاں پہلے سے وحشی ڈولڈو پڑا

ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ مردہ دکھائی دے رہا تھا۔ ڈاکٹر شیان اس کے قریب ہی زمین پر بیٹھ گیا اور اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور کچھ دیر بعد اس کے ہونٹ ہلنے لگے۔ رات نصف سے زیادہ گزر چکی تھی اور کہتے ہیں کہ نیند کانٹوں پر بھی آ جاتی ہے۔ سو کرنل زید، سوپر فیاض اور مقبول کو بھی نیند آ گئی۔

کہنے کو تو یہ تہہ خانہ تھا لیکن ڈاکٹر شیان نے نجانے یہاں کیا انتظام کیا ہوا تھا کہ یہاں دن اور رات کا پتہ چل جاتا تھا۔ جب صبح ہوتی تو یہاں اجالا ہو جاتا اور جب رات ہوتی تو یہاں اندھیرا چھا جاتا اور رات کے وقت تہہ خانے میں لائٹس جل جاتیں۔ جب ڈاکٹر شیان اپنا عمل کرنے بیٹھا تو تیز لائٹس خود بخود بجھ گئیں اور زیرو پاور کا ایک بلب روشن ہو گیا۔ اس کی زرد اور بیمار روشنی اتنے بڑے تہہ خانے کے لئے ناکافی تھی۔ اس کم روشنی میں ڈاکٹر شیان کسی عفریت سے کم نہیں لگ رہا تھا اور اسے دیکھتے ہوئے ان تینوں کو نیند آ گئی تھی۔

کرنل زید، سوپر فیاض اور مقبول کی آنکھیں اس وقت کھلیں جب تہہ خانے میں صبح کی روشنی پھیل رہی تھی۔ پہلے کرنل زید، پھر مقبول اور سب سے آخر میں سوپر فیاض بیدار ہوا تھا۔ ان کے بیدار ہوتے ہی ڈاکٹر شیان نے بھی آنکھیں کھول دیں۔ اس کا آج کا عمل پورا ہو چکا تھا اور پھر وہ دائرے سے باہر نکل آیا۔ اس نے ایک اچٹتی نظر ان تینوں پر ڈالی اور پھر وہ تہہ خانے سے باہر

نکل گیا۔ چند لمحوں بعد وہ اپنے آفس میں پہنچ چکا تھا۔ وہ ابھی کرسی پر بیٹھا ہی تھا کہ ابو جرار کمرے میں داخل ہوا۔

"سر۔ میں نے قیدیوں کے لئے ناشتہ تیار کر لیا ہے"...... ابو جرار نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"قیدی اب تمہارے ہاتھ کا بنا ہوا کھانا نہیں کھائیں گے"۔ ابو جرار نے کہا۔

"اوہ۔ وہ کیوں سر"...... ابو جرار نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"میں نے انہیں بتا دیا ہے کہ ہم نے ان کے کھانے میں شراب کے چند قطرے ملائے تھے"...... ڈاکٹر شیان نے کہا۔

"واقعی سر۔ اب تو قیدی ہرگز کھانا نہیں کھائیں گے"...... ابو جرار نے کہا۔

"اگر وہ کھانا نہیں کھائیں گے تو وہ کمزور ہو جائیں گے اور میں نہیں چاہتا کہ قیدی کمزور ہوں۔ تم ایسا کرو کہ اپنے ساتھ ایک دو اور آدمی لے جاؤ اور ان تینوں قیدیوں کو ڈرپس لگا دو۔ ڈرپس میں طاقت کے انجکشن ملا دینا۔ کل شام تک انہیں کمزور نہیں ہونا چاہئے"...... ڈاکٹر شیان نے اسے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"اوکے سر۔ میں قیدیوں کو ڈرپس لگوا دیتا ہوں"...... ابو جرار نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر وہ ڈاکٹر شیان کا اشارہ پاتے ہی کمرے سے باہر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد ڈاکٹر شیان اٹھا

اور وہ شیطان کے بت والے کمرے میں آ گیا۔ اس کمرے میں موجود الماری سے اس نے شراب کی ایک بوتل نکالی اور اس کا ڈھکن کھول کر بوتل شیطان کے منہ سے لگا دی۔ شراب کے چند قطرے نیچے گرے تو اس نے بوتل اپنے منہ سے لگا لی۔ بوتل خالی کرنے کے بعد اس نے بوتل ایک طرف اچھال دی اور خود شیطان کے بت کے سامنے جھک گیا۔

ڈاکٹر شیان کافی دیر تک بت کے سامنے جھکا رہا اور پھر وہ سیدھا ہوا اور ایک بار پھر الماری کی طرف بڑھ گیا۔ الماری سے اس نے ایک تصویر نکالی۔ یہ تصویر ایک عمر رسیدہ عورت کی تھی جس کا چہرہ جھریوں سے بھرا ہوا تھا۔ اس کے سر کے بال، بھنویں اور پلکیں تک سفید تھیں۔ ڈاکٹر شیان نے اس تصویر کو بت کے قدموں میں رکھ دیا اور خود بت کے سامنے زمین پر بیٹھ گیا اور منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑانے لگا۔ کافی دیر بعد اسے ایک چیخ سنائی دی۔ یہ چیخ ہرنی کی اس چیخ سے مشابہ تھی جس کے سامنے اچانک ہی کوئی درندہ آ گیا ہو۔ اس چیخ کے ساتھ ہی کمرے میں تصویر والی بوڑھی عورت ظاہر ہوئی۔ کمرے میں ظاہر ہوتے ہی وہ بوڑھی عورت پہلے تو شیطان کے بت کے سامنے جھکی اور پھر وہ ڈاکٹر شیان کے سامنے جھک گئی۔

''شلپی حاضر ہے آقا۔ مجھے بڑے آقا نے خاص طور پر تمہارے پاس بھیجا ہے۔ حکم دو''...... اس بوڑھی عورت نے ڈاکٹر

شیان سے کہا۔ اس کی آواز لرز رہی تھی اور اس کے ہاتھ اور سر کانپ رہا تھا۔

''شلپی۔ میں نے شیطان آقا سے تجھے مانگ لیا ہے۔ اب تو مستقل میرے پاس رہے گی''...... ڈاکٹر شیان نے کہا۔ شلپی شیطان کی خاص طاقت تھی اور اس کی عمر ہزار سال تھی۔

''مجھے تو کوئی اعتراض نہیں ہے آقا۔ بس میری بھینٹ مجھے دے دو۔ اس کے بعد میں تمہاری غلام ہوں''...... شلپی نے ڈاکٹر شیان سے بھینٹ مانگتے ہوئے کہا۔

''اس چھت پر دو سیاہ کتے موجود ہیں۔ میرے کتے بہت قیمتی ہیں۔ ان میں سے ایک کتا میں تجھے بھینٹ میں دیتا ہوں۔ جا اپنی بھینٹ لے لے''...... ڈاکٹر شیان نے کہا تو شلپی یکدم غائب ہو گئی اور کچھ دیر بعد جب وہ دوبارہ نمودار ہوئی تو اس کے ہونٹوں پر خون لگا ہوا تھا اور وہ اپنے ہونٹوں کو اس طرح چاٹ رہی تھی جیسے بہت ہی لذیذ شے کھا کر آئی ہو۔ اس کی آنکھوں میں بھی چمک پیدا ہو گئی تھی۔

''اب حکم دو آقا۔ مجھے کیا کرنا ہے''...... شلپی نے اپنے ہونٹوں کو اچھی طرح صاف کرتے ہوئے کہا۔

''سب سے پہلے تجھے ایک حسین دوشیزہ کا روپ اپنانا ہے''۔ ڈاکٹر شیان نے کہا۔

''میں ابھی حسین دوشیزہ بن جاتی ہوں آقا۔ یہ لو''...... شلپی

نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا تو اس کے سامنے عمر رسیدہ شلپی کی جگہ پندرہ سولہ سال کی خوبصورت لڑکی موجود تھی۔ اس کا سراپا اتنا حسین تھا کہ نظر نہیں ٹک رہی تھی۔ ڈاکٹر شیان بھوکی نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

''آقا۔ یہ جوانی، یہ حسن، یہ روپ سب تمہارے لئے ہے۔ چاہو تو یہ سب کچھ ابھی حاصل کر لو''...... شلپی نے شوخ لہجے میں کہا۔

''ابھی تو میں بہت مصروف ہوں شلپی۔ میں اس مصروفیت سے نکل آؤں تو ہم دونوں ڈیول ہاؤس میں ایک شاندار جشن منائیں گے۔ میں وہاں سب کو دعوت دوں گا''...... ڈاکٹر شیان نے کہا تو شلپی نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''تمہاری مرضی ہے آقا''...... شلپی نے کہا۔

''اسرائیل میں شیطانی مذہب پھیلانے کے لئے میں نے اسرائیلی حکومت سے معاہدہ کیا ہے''...... ڈاکٹر شیان نے کہا اور پھر اس نے شلپی کو تمام تفصیلات بتا دیں۔

''آقا۔ کیا اب مجھے جوزف اور اس کے باس کا سر تلاش کرنا ہے''...... تفصیلات سننے کے بعد شلپی نے پوچھا۔

''جوزف اور اس کا باس عمران بچ گئے ہیں۔ میں جوزف اور جولیا کو دیکھ رہا ہوں۔ جوزف اور جولیا کچھ دیر کے لئے میری نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے لیکن اب وہ مجھے نظر آ رہے ہیں۔ میں ان

کی باتیں بھی سن رہا ہوں اور ان کی باتوں سے مجھے معلوم ہو رہا ہے وہ تینوں اسرائیل پہنچنے والے ہیں''...... ڈاکٹر شیان نے کہا۔

''آقا۔ میں نے انہیں دیکھ لیا ہے۔ مگر یہ میری اور تمہاری نظروں سے اوجھل کیوں ہو جاتے ہیں''...... چند لمحوں تک آنکھیں بند رکھنے کے بعد شلپی نے آنکھیں کھولتے ہوئے پوچھا۔

''جوزف اپنی پراسرار خصوصیات کی وجہ سے اور عمران اور جولیا روشن کلام کی وجہ سے۔ اس کے علاوہ اگر عمران پاکیزہ حالت میں نہ ہو تو ہمیں نظر آنے لگ جاتا ہے''...... ڈاکٹر شیان نے کہا۔

''آقا۔ یہ تو کچھ دیر بعد اسرائیل پہنچ جائیں گے۔ اب ان کا کیا کرنا ہے''...... شلپی نے پوچھا۔

''کل رات تک تو انہیں ہر حال میں روکنا ہوگا۔ کل رات وحشی ڈولڈو پر میرا عمل مکمل ہو جائے گا اور ڈولڈو دس سال کے لئے انتہائی طاقتور ہو جائے گا۔ پھر ایک عمران تو کیا ایک ہزار عمران بھی مل کر اس کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ ڈولڈو ان سب کا خون پی جائے گا''...... ڈاکٹر شیان نے کہا۔

''آقا۔ اب میرے لئے کیا حکم ہے۔ میں انہیں کیسے روکوں''۔ شلپی نے پوچھا۔

''کل رات سے پہلے میں تجھے بھی ان کے قریب نہیں جانے دوں گا''...... ڈاکٹر شیان نے کہا۔

''آقا۔ انہیں یہاں آنے سے روکنا بھی تو بہت ضروری ہے۔

یہ یہاں آ گئے تو ہمیں بہت نقصان پہنچ سکتا ہے''...... شلپی نے گھبرائے ہوئے کہا۔

''یروشلم کا ایک مشہور گروپ ہے سائمنڈ۔ سائمنڈ گروپ کی دہشت پورے یروشلم میں ہے۔ تو اس کے پاس سائمنڈ کا دماغ اپنے قبضے میں لے لے اور پھر جیسے ہی یہ لوگ یروشلم ایئر پورٹ سے باہر نکلیں تو نے ان پر بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کرانی ہے اور جب یہ بے ہوش ہو جائیں تو تو نے انہیں سائمنڈ کے کسی ٹھکانے پر رکھنا ہے کل رات تک اسی بے ہوشی کی حالت میں''۔ ڈاکٹر شیان نے شلپی کو ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

''آقا۔ ان کی بے ہوشی کے دوران ان کا خاتمہ کیوں نہ کر دیا جائے''...... شلپی نے کہا۔

''نہیں۔نہیں۔ ان کے خاتمے کا سوچنا بھی نہیں۔ جب بھی ان کے خاتمے کا سوچا جاتا ہے یہ بچ جاتے ہیں اور سوچنے والے مارے جاتے ہیں۔ لہٰذا انہیں صرف بے ہوش رکھنا ہے''...... ڈاکٹر شیان نے تیز لہجے میں کہا تو شلپی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''ٹھیک ہے آقا۔ میں اب سائمنڈ کے پاس جاتی ہوں۔ تھوڑی ہی دیر میں تمہارے دشمن یروشلم میں پہنچنے والے ہیں''...... شلپی نے کہا تو ڈاکٹر شیان نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر شلپی ڈاکٹر شیان کے سامنے جھکی اور اس کے حلق سے تیز چیخ نکلی اور اگلے ہی لمحے شلپی وہاں سے غائب ہو گئی۔

سائمنڈ کلب یروشلم کا بدنام ترین کلب تھا۔ یہ ہر قسم کی غیر قانونی سرگرمیوں کا مرکز تھا۔ اس کلب کا مالک سائمنڈ تھا جو کہ ہاتھی جیسے ڈیل ڈول کا مالک تھا۔ وہ غصے کا بہت ہی تیز تھا۔ وہ ہر وقت غصے میں رہتا تھا اور چیخ کر بولنا اس کی عادت بن چکی تھی۔ اس نے تربیت یافتہ افراد کا ایک پورا گروپ بنا رکھا تھا جس کی دہشت پورے یروشلم میں پھیلی ہوئی تھی۔ لوگ سائمنڈ گروپ کا نام سنتے ہی لرزنے لگتے تھے۔

صبح کا وقت تھا اور سائمنڈ اپنی شاندار کوٹھی کے بیڈ روم میں سویا ہوا تھا کہ اس کے فون کی گھنٹی بج اٹھی اور پھر متواتر بجتی چلی گئی۔ گھنٹی کی آواز سن کر اس کی آنکھ کھل گئی اور اس نے غصے سے فون کی طرف دیکھا اور پھر ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''کیا کوئی طوفان آ گیا ہے''...... سائمنڈ نے غصیلے لہجے میں

کہا۔

''باس۔ گیٹ پر ایک انتہائی حسین وجمیل دوشیزہ آئی ہے اور وہ آپ سے فوری ملنا چاہتی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اگر آپ اس سے نہ ملے تو آپ کو لاکھوں ڈالر کا نقصان ہو جائے گا''...... دوسری طرف سے سیکورٹی انچارج کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''اوکے۔ اسے میرے بیڈ روم میں بھیج دو''...... سائمنڈ نے نرم لہجے میں کہا اور رسیور رکھ دیا۔ حسین وجمیل اور کم سن لڑکیاں ہی تھیں جنہیں دیکھ کر سائمنڈ کا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ جاتا تھا۔ پھر کچھ دیر بعد اس کے بیڈ روم کا دروازہ کھلا تو سائمنڈ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں ہوس اور حیرت کے ملے جلے تاثرات تھے کیونکہ بیڈ روم میں داخل ہونے والی لڑکی حسن میں اپنی مثال آپ تھی۔

''کیا اسی طرح دیکھتے ہی رہو گے یا مجھے بیٹھنے کا بھی کہو گے''...... لڑکی نے شیریں آواز میں کہا۔ لڑکی کی آواز سن کر سائمنڈ کو جیسے ہوش آ گیا اور وہ چونک کر سیدھا ہو گیا۔

''بیٹھو۔ بیٹھو''...... سائمنڈ نے کہا تو لڑکی مسکراتی ہوئی اس کے قریب بیٹھ گئی۔

''تت۔ تمہارا نام کیا ہے''...... سائمنڈ نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

''میرا نام شلپانا ہے''...... لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''شلپانا۔ بہت ہی خوبصورت نام ہے''...... سائمنڈ نے اس کی

تعریف کرتے ہوئے کہا۔

''میں تمہارے پاس ایک کام سے آئی ہوں سائمنڈ اور کام بھی فوری نوعیت کا ہے''...... شلپانا نے کہا تو سائمنڈ اس کا اعتماد دیکھ کر بہت متاثر ہوا کیونکہ بڑے بڑے اس کا نام سن کر تھر تھر کانپنے لگتے تھے جبکہ شلپانا اس سے نظریں ملا کر بات کر رہی تھی۔

''ہاں۔ ہاں۔ بتاؤ۔ کیا کام ہے۔ تمہارا کام فوری طور پر ہو جائے گا''...... سائمنڈ نے کہا۔

''اب سے کچھ دیر بعد ایئر پورٹ پر جو فلائٹ پہنچنے والی ہے اس فلائٹ میں میرے تین دشمن آ رہے ہیں۔ تم نے انہیں بے ہوش کر کے اپنے کسی ٹھکانے پر رکھنا ہے تاکہ وہ وہاں سے فرار نہ ہو سکیں''...... شلپانا نے سائمنڈ سے کہا تو اسے بہت حیرت ہوئی کیونکہ یہ اس کے لئے بہت ہی چھوٹا کام تھا اور ایسے چھوٹے چھوٹے کام وہ نہیں کیا کرتا تھا۔

''میں ایسے چھوٹے چھوٹے کام نہیں کیا کرتا لیکن تمہاری خاطر میں یہ کام بھی کروں گا''...... سائمنڈ نے منہ بناتے ہوئے کہا تو شلپانا کے چہرے پر ایک دلکش مسکراہٹ نمودار ہو گئی۔

''میں اس چھوٹے سے کام کا معاوضہ تمہیں پانچ لاکھ ڈالر دوں گی''...... شلپانا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''پپ۔ پپ۔ پانچ لاکھ ڈالر۔ کیا تمہارے پاس پانچ لاکھ ڈالر ہیں''...... سائمنڈ نے ہکلاتے ہوئے کہا تو شلپانا نے طنزیہ انداز

میں سائمنڈ کی طرف دیکھا اور پھر اس نے اپنے پرس سے ایک چیک نکال کر سائمنڈ کی طرف بڑھا دیا۔ سائمنڈ نے غور سے چیک کو دیکھا تو یہ چیک یروشلم کے سٹی بینک کا گارینٹڈ چیک تھا۔

''ٹھیک ہے۔ بتاؤ مجھے وہ کون لوگ ہیں''...... سائمنڈ نے چیک جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔

''میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔ جب وہ لوگ ایئر پورٹ سے باہر آئیں گے تو میں ان کی نشاندہی کر دوں گی۔ اب تم اپنے آدمیوں کو جلدی سے تیار ہونے کا حکم دو۔ تمہارے پاس بے ہوش کر دینے والے گیس پسٹل ہونے چاہئیں''...... شلپانا نے تحکمانہ لہجے میں کہا جس پر سائمنڈ کو غصہ آنا چاہئے تھا لیکن حیرت انگیز طور پر سائمنڈ کو بالکل غصہ نہیں آیا تھا۔ اس نے فوراً ہی فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے کے بعد وہ کسی کو ہدایات دینے لگا۔ اس کے بعد اس نے فون کا رسیور کریڈل پر رکھ دیا اور پھر تین منٹ بعد وہ سب ایک وین میں بیٹھ رہے تھے جس کے شیشے اندھے تھے۔ باہر سے اندر کا منظر بالکل نظر نہیں آتا تھا۔

سائمنڈ کے چار آدمی اس کے ساتھ بیٹھ گئے اور وین ایک جھٹکے سے آگے بڑھ گئی۔ ڈرائیونگ سیٹ کے ساتھ سائمنڈ اور اس کے ساتھ شلپانا بیٹھی ہوئی تھی جبکہ سائمنڈ کے چار آدمی آخری سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وین انتہائی تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہی تھی اور پھر جلد ہی وہ ایئر پورٹ پر پہنچ گئی۔ ایکریمیا سے آئی ہوئی فلائٹ

کو پانچ منٹ ہو چکے تھے لیکن ابھی تک کوئی مسافر ایئر پورٹ سے باہر نہیں آیا تھا۔ سب مسافر ابھی امیگریشن کی کارروائی میں مصروف تھے۔ انہیں وہاں رکے ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ مسافر ایئر پورٹ سے باہر آنے لگے۔ شلپانا بہت غور سے مسافروں کو دیکھ رہی تھی۔ تقریباً تین منٹ بعد شلپانا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی اور سائمنڈ سمجھ گیا کہ شلپانا کے دشمن اسے نظر آ گئے ہیں۔

''وہ دیکھو۔ وہ تین افراد ہیں۔ ایک افریقی حبشی، دوسرا ایشیائی اور تیسری سوئس نژاد لڑکی۔ یہ میرے دشمن ہیں اور ہم نے انہیں اغوا کرنا ہے''...... شلپانا نے کہا تو سائمنڈ انہیں دیکھ کر مسکرانے لگا۔

''اب تم بے فکر ہو جاؤ۔ اب یہ ہمارا شکار ہیں''...... سائمنڈ نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ اپنے ساتھیوں کو ہدایات دینے لگا۔ اس کے ساتھیوں نے گیس پسٹل سنبھال لئے۔ اس کے بعد سائمنڈ نے فائر کا حکم دیا تو اس کے ساتھیوں نے ٹیکسی میں بیٹھتے ہوئے تین افراد پر فائر کرنا شروع کر دیئے۔ جو گیس سائمنڈ کے ساتھی استعمال کر رہے تھے وہ بہت ہی زود اثر تھی۔ سائمنڈ نے ان تینوں کو بے ہوش ہو کر گرتے دیکھ لیا تھا۔ انہیں بے ہوش ہو کر گرتے دیکھ کر سائمنڈ کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ان کے ارد گرد موجود اور افراد بھی بے ہوش ہو کر سڑک پر گر گئے تھے۔

سائمنڈ کے ڈرائیور نے تیزی سے وین ان بے ہوش افراد کے قریب پہنچائی۔ سائمنڈ کے آدمیوں نے فوری طور پر ان تین افراد کو

اٹھا کر وین میں ڈالا جن کا نشانہ لے کر انہوں نے گیس فائر کی تھی۔ اس تمام کارروائی کو بمشکل پانچ سیکنڈ گزرے تھے اور اس کے بعد وین ایک جھٹکے سے آگے بڑھ گئی۔ شلپانا کے چہرے پر کامیابی کی مسکراہٹ تھی۔

''شلپانا۔ تمہارے دشمن اس وقت بے ہوش پڑے ہیں۔ کیوں نا ہم اسی حالت میں انہیں گولی مار دیں'' ...... سائمنڈ نے کہا۔

''نہیں۔ فی الحال ایسا نہیں کرنا۔ جب انہیں گولی مارنے کا وقت آئے گا میں تمہیں بتا دوں گی'' ...... شلپانا نے سخت لہجے میں سائمنڈ سے کہا۔ شلپانا کے لہجے پر سائمنڈ کو غصہ تو بہت آیا لیکن وہ کچھ نہ بولا کیونکہ ابھی اس نے شلپانا کا قرب حاصل کرنا تھا اس لئے وہ اتنی حسین لڑکی کو وہ ابھی قتل نہیں کرنا چاہتا تھا۔

''تیرا وقت اب بہت ہی کم رہ گیا ہے مس شلپانا'' ...... سائمنڈ نے بڑبڑاتے ہوئے کہا جبکہ شلپانا کے چہرے پر پراسرار سی مسکراہٹ نمودار ہو گئی تھی اور اس نے معنی خیز انداز میں سائمنڈ کی طرف دیکھا۔ اس کی نظروں میں نجانے کیا بات تھی کہ سائمنڈ بے چینی سی محسوس کرنے لگا۔ اسے اپنی اس بے چینی کی کوئی وجہ سمجھ میں نہ آ رہی تھی جبکہ بے چینی تھی کہ بڑھتی ہی جا رہی تھی اور شلپانا کے چہرے پر موجود مسکراہٹ مزید گہری ہوتی جا رہی تھی۔

عمران، جولیا اور جوزف ایئر پورٹ کی عمارت باہر سے نکل کر ایک ٹیکسی کی طرف بڑھنے لگے۔ جیسے ہی وہ ٹیکسی کے قریب پہنچے ان کے قدموں میں سٹک سٹک کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی ان کے ذہن تاریک ہو گئے۔ پھر اچانک جولیا کے ذہن میں روشنی کا ایک نقطہ سا چمکا جو آہستہ آہستہ بڑھنے لگا اور پھر وہ مکمل طور پر ہوش میں آ گئی۔ اس کے بازو میں سوئی چبھنے کا درد ہو رہا تھا جس سے وہ سمجھ گئی کہ اسے اینٹی گیس انجکشن لگایا گیا ہے۔ ہوش میں آتے ہی اس نے دیکھا کہ اس کے سامنے ہاتھی جیسے ڈیل ڈول والا ایک آدمی کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ جولیا نے اس کی آنکھوں میں ہوس دیکھ لی تھی۔

''کیا نام ہے تمہارا'' ...... اس بدمعاش ٹائپ آدمی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"میرا نام جولیا ہے لیکن تم کون ہو اور میرے ساتھی کہاں ہیں"...... جولیا نے اس سے پوچھا۔

"تمہیں تمہارے ساتھیوں سے بھی ملوا دیا جائے گا۔ پہلے مجھ سے تو مل لو"...... اس شخص نے کہا۔

"تم سے ملنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن پہلے اپنا تعارف تو کراؤ"...... جولیا نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"میرا نام سائمنڈ ہے اور میں اسرائیل کا سب سے بڑا گینگسٹر ہوں۔ لوگ میرا نام سن کر کانپنے لگ جاتے ہیں۔ لوگ ہی کہتے ہیں کہ میں بہت ہی ظالم اور سنگدل ہوں"...... سائمنڈ نے غرور بھرے لہجے میں اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"تم نے ہمیں اغوا کیوں کیا ہے۔ ہماری تمہاری کوئی دشمنی تو نہیں ہے"...... جولیا نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے تمہیں اغوا کرنے کا معاوضہ لیا ہے۔ پورے پانچ لاکھ ڈالرز"...... سائمنڈ نے کہا۔

"اوہ۔ تم تو انسانوں کو اغوا کرتے ہو۔ پھر تو تم معمولی غنڈے ہوئے"...... جولیا نے کہا تو اس کی بات سن کر سائمنڈ کو غصہ آ گیا اور اس کی آنکھوں سے چنگاریاں سی نکلنے لگیں۔

"سارا اسرائیل مجھ سے ڈرتا ہے اور تم مجھے معمولی غنڈہ کہہ رہی ہو"...... سائمنڈ نے غصیلے لہجے میں کہا تو جولیا کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ جولیا کو طنزیہ انداز میں مسکراتے دیکھ کر سائمنڈ کا

غصہ اور تیز ہو گیا۔

"میں کیسے مان لوں کہ تم بہت بڑے گینگسٹر ہو۔ کیا تم مجھ سے فائٹ کر لو گے"...... جولیا نے کہا۔

"کیا۔ کیا تم مجھ سے فائٹ کرنا چاہتی ہو۔ تم ہوش میں تو ہو"...... سائمنڈ نے چونکتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ تم مجھ سے فائٹ کرو۔ اگر تم نے مجھے ہرا دیا تو تم میرے آقا میں تمہاری کنیز"...... جولیا نے کہا تو سائمنڈ جولیا کو ایسی نظروں سے دیکھنے لگا جیسے وہ پاگل ہو گئی ہو۔

"اوہ۔ تمہاری یہ جرأت کہ تم جیسی حقیر لڑکی مجھے للکارے۔ میں تو تمہیں چٹکی میں مسل کر رکھ دوں گا"...... سائمنڈ نے غراتے ہوئے کہا۔

"یہ تو تب ہی پتہ چلے گا جب تم میرے مقابل آؤ گے"۔ جولیا نے اس کی طرف دیکھ کر نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

"کیا بہت گھمنڈ ہے تمہیں اپنی طاقت پر"...... سائمنڈ نے غراتے ہوئے کہا اور پھر وہ جیب سے ریوالور نکال کر جولیا کی طرف بڑھنے لگا۔

سائمنڈ کسی بپھرتے ہوئے سانڈ کی مانند جولیا کی طرف بڑھ رہا تھا اور پھر قریب پہنچ کر جیسے ہی اس نے ریوالور والا ہاتھ اوپر کیا جولیا کسی سپرنگ کی مانند اچھلی اور اس کی ایک ٹانگ سائمنڈ کے ریوالور والے ہاتھ پر پڑی اور ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر دور

جا گرا۔ سائمنڈ نے گھورتے ہوئے جولیا کی طرف دیکھا اور پھر وہ جولیا سے بھی زیادہ تیزی سے اچھلا اور اس نے اپنی دونوں ٹانگیں جولیا کے پہلو پر مارنی چاہیں لیکن جولیا فوراً ہی ایک طرف ہٹ گئی اور سائمنڈ اپنے ہی زور میں دھڑام سے زمین پر جا گرا۔

جولیا تیزی سے ریوالور کی طرف لپکی مگر سائمنڈ نے اپنی ایک ٹانگ جولیا کے آگے کر دی اور وہ منہ کے بل فرش پر گرتی چلی گئی جبکہ سائمنڈ نے جلدی سے اٹھ کر ریوالور اٹھایا اور اس کا رخ جولیا کی طرف کر دیا۔

''میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا''...... سائمنڈ نے غراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے جولیا پر فائرنگ شروع کر دی۔ کمرہ فائرنگ کی آواز سے گونج اٹھا۔ فائرنگ ہوتے ہی جولیا بجلی کی سی تیزی سے گھومنے لگی۔ وہ چھلاوہ بنی ہوئی تھی جبکہ سائمنڈ اس وقت تک فائرنگ کرتا رہا جب تک کہ ریوالور کی گولیاں ختم نہیں ہو گئیں۔

''تمہیں شرم آنی چاہئے ایک عورت پر گولیاں چلاتے ہوئے''۔ جولیا نے طنزیہ لہجے میں کہا تو اس کی بات سن کر سائمنڈ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ اپنی جگہ سے اچھلا اور اڑتا ہوا جولیا کے سر تک پہنچ گیا۔ اس نے دونوں پیر جوڑ کر جولیا کے سر پر مارنے کی کوشش کی لیکن جولیا نے جھکائی دی اور پھر قلابازی کھاتی ہوئی سپرنگ کی مانند اچھلی اور اس کے دونوں پیر سائمنڈ کے منہ پر پڑے اور وہ الٹ کر فرش پر جا گرا۔

سائمنڈ کے نیچے گرتے ہی جولیا نے اس کے پہلو میں ٹھوکریں مارنی شروع کر دیں اور سائمنڈ کے منہ سے کراہیں نکلنے لگیں۔ ٹھوکریں کھاتے ہی سائمنڈ نے کروٹ بدلی اور پھر وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ زمین سے اٹھتے ہوئے اس نے اپنا زور دار مکا جولیا کی ٹھوڑی پر مارنا چاہا لیکن جولیا فوراً ہی ایک طرف ہٹ گئی اور سائمنڈ کا یہ وار خالی گیا۔ سائمنڈ نے اسے دوسرا مکا مارنے کی کوشش کی لیکن جولیا نے جلدی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر زور دار جھٹکا دیا اور سائمنڈ کے منہ سے ایک بار پھر کراہیں نکلنے لگیں۔ شاید اس کی کلائی کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی اور وہ درد کی شدت سے کراہتا ہوا دوہرا ہوتا چلا گیا۔

سائمنڈ کے دوہرے ہوتے ہی جولیا نے اپنی ایک ٹانگ گھمائی اور اس کے پیٹ میں ماری اور سائمنڈ اوغ کی آواز نکالتا ہوا سیدھا ہو گیا۔ جیسے ہی وہ سیدھا ہوا جولیا کی ٹانگ ایک بار پھر حرکت میں آئی اور سائمنڈ کے منہ پر پڑی۔ یہ ضرب اس قدر زور دار تھی کہ اس کے دانت ہل کر رہ گئے اور اس کے دانتوں سے خون بہنے لگا۔ جولیا نے اسی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ ایک زور دار مکا اس کی ناک پر مار دیا اور سائمنڈ کی ناک سے بھی خون بہنے لگا۔ ان تابڑ توڑ حملوں کی وجہ سے سائمنڈ کے حواس جاتے رہے۔

جولیا نے کراٹے کا وار کرتے ہوئے ایک زور دار مکا سائمنڈ کی گردن پر مارا اور چٹک کی آواز کے ساتھ ہی سائمنڈ کی گردن

ڈھلک گئی اور زمین پر گر کر تڑپنے لگا اور پھر کچھ دیر تک تڑپنے کے بعد وہ ساکت ہو گیا۔ جولیا نے کراٹے کا بھرپور وار کر کے اس کی گردن کی ہڈی توڑ دی تھی۔ سائمنڈ کے ہلاک ہوتے ہی جولیا نے جلدی سے دروازہ کھولا اور باہر جھانکنے لگی۔

باہر ایک راہداری تھی جس کے دونوں جانب کمرے دکھائی دے رہے تھے۔ راہداری ایک طرف سے بند تھی جبکہ دوسری طرف راہداری کے بعد وسیع و عریض برآمدہ نظر آ رہا تھا۔ جولیا کمرے سے باہر نکلی اور اس نے اگلے دروازے کا ہینڈل گھما کر دروازے پر دباؤ ڈالا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔ اس نے اس کمرے میں جھانکا تو اسے خوشی محسوس ہوئی کیونکہ عمران اور جوزف اس کمرے میں کرسیوں پر جکڑے ہوئے تھے۔ انہیں زنجیروں سے اس انداز میں باندھا گیا تھا کہ ان کا صرف سر ہی حرکت کر سکتا تھا۔ زنجیریں بہت موٹی تھیں۔ جولیا فوراً ہی کمرے میں داخل ہو گئی۔ عمران ہوش میں جبکہ جوزف بے ہوش تھا۔

''ہم یہاں بندھے ہوئے ہیں اور تم گھوم پھر رہی ہو''۔ عمران نے جولیا سے ناراض لہجے میں کہا۔

''ہمیں جس گروپ نے اغوا کیا ہے میں اس کے چیف سائمنڈ کو ہلاک کر کے آ رہی ہوں''...... جولیا نے منہ بنا کر کہا اور پھر وہ عمران کی کرسی کی پچھلی طرف چلی گئی۔ زنجیر کو ایک موٹا سا تالا لگا ہوا تھا۔ ابھی وہ تالے کو چیک ہی کر رہی تھی کہ دروازہ کھلا اور جولیا

لاشعوری طور پر فوراً ہی بیٹھ گئی کیونکہ وہ کرسی کے پیچھے تھی اس لئے اندر آنے والے کو نظر نہیں آ رہی تھی۔ اندر آنے والا لمبے قد اور دبلے پتلے جسم کا مالک تھا۔

''ارے تمہیں ہوش آ گیا۔ کیسے۔ تمہیں تو ابھی اینٹی گیس انجکشن بھی نہیں لگا''...... اندر آنے والے نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''پہلے انجکشن نہیں لگا تو اب لگا لو''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ویری سیڈ۔ باس سائمنڈ کو اطلاع دینی پڑے گی لیکن باس سائمنڈ تو ساتھ والے کمرے میں تمہاری ساتھی لڑکی کے ساتھ مصروف ہیں''...... اس آدمی نے پریشان لہجے میں کہا تو اس کی بات سن کر جولیا کو غصہ آ گیا اور وہ یکدم کھڑی ہوئی اور کرسی کے پیچھے سے نکل کر اس آدمی کے سامنے آ گئی۔ جولیا کو اپنے سامنے دیکھ کر اس آدمی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

''تت۔ تت۔ تم یہاں۔ وہ۔ وہ باس''...... اس آدمی نے حیرت کی شدت سے ہکلاتے ہوئے کہا۔

''تمہارا باس جہنم میں پہنچ چکا ہے۔ اب تم نے بھی جہنم جانا ہے لیکن روانگی سے پہلے یہ بتاؤ کہ ان زنجیروں پر لگے ہوئے تالوں کی چابیاں کہاں ہیں''...... جولیا نے طنزیہ لہجے میں اس آدمی سے کہا جو ابھی تک حیرت زدہ کھڑا تھا۔

''چابیاں میری جیب میں ہیں''...... اس آدمی نے جلدی سے

کہا اور پھر وہ چونکا اور اس کے بعد اس نے جلدی سے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ جب اس کا ہاتھ جیب سے باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں چابیوں کی بجائے مشین پسٹل تھا۔ ابھی وہ مشین پسٹل سیدھا کر ہی رہا تھا کہ جولیا کی ٹانگ حرکت میں آئی اور مشین پسٹل اس آدمی کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا۔ اس کے ساتھ ہی جولیا کا ایک پنچ بھی اس آدمی کے منہ پر لگا اور وہ الٹ گیا۔ جولیا نے اس سے الجھنا مناسب نہ سمجھا اس لئے اس نے اپنی جیب سے مشین پسٹل نکالا اور وہ آدمی جو اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا اس کے سر پر فائر کر دیا۔ ایک دھماکہ ہوا اور اس آدمی کا سر فرش سے ٹکرایا اور وہ تڑپنے لگا۔

جولیا اس کے گرے ہوئے مشین پسٹل کی طرف بڑھی۔ اس نے مشین پسٹل اٹھا لیا۔ اس کے بعد وہ اس تڑپتے ہوئے آدمی کے قریب پہنچ گئی اور اسے دیکھنے لگی۔ کچھ دیر تڑپنے کے بعد اس آدمی کا جسم ساکت ہو گیا تو جولیا اس کی تلاشی لینے لگی۔ اس کی جیب سے دو چابیاں نکلیں۔ جولیا نے وہ چابیاں زنجیر کے تالوں میں لگائیں تو تالے کھل گئے۔ عمران زنجیر سے آزاد ہونے کے بعد کمرے میں موجود الماری کی طرف بڑھ گیا۔ الماری میں اینٹی گیس انجکشن موجود تھے۔ اس نے ایک انجکشن تیار کر کے جوزف کو لگا دیا۔ خود وہ اپنی ذہنی ورزشوں کی وجہ سے خودبخود ہوش میں آ گیا تھا لیکن دوسروں کو ہوش میں لانے کے لئے اسے باقاعدہ کارروائی

کرنی پڑتی تھی۔ جوزف کے ہوش میں آنے تک جولیا نے عمران کو اپنی سائمنڈ سے فائٹ کے متعلق بھی تفصیل سے بتا دیا اور ایک مشین پسٹل بھی عمران کے حوالے کر دیا۔ کچھ ہی دیر میں جوزف بھی ہوش میں آ گیا۔

''عمران۔ حالات بہت ہی گھمبیر ہیں''...... جولیا نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو عمران نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

''تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ حالات بہت گھمبیر ہیں''...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں اس سے پوچھا۔

''اس عمارت سے باہر نکلو پھر میں تمہیں تفصیل سے بتاتی ہوں''۔ جولیا نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو عمران ایک بار پھر الماری کی طرف بڑھا کیونکہ اس نے الماری میں تشدد کے آلات، جدید اسلحہ اور گیس فائر کرنے والے پسٹل بھی دیکھے تھے۔ اس نے ایک گیس فائر کرنے والا پسٹل اٹھایا اور اسے چیک کیا۔

''مار دھاڑ اور فائرنگ سے بچنے کے لئے میں یہ گیس باہر جا کر فائر کر دیتا ہوں تاکہ اس بلڈنگ میں موجود تمام جاندار بے ہوش ہو جائیں اور ہم کسی سے ٹکرائے بغیر باہر نکل جائیں۔ تم دونوں کچھ دیر کے لئے اپنے سانس روک لو''...... عمران نے جولیا اور جوزف سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔ وہ کمرے سے باہر نکلا تو جولیا اور جوزف نے اپنے سانس روک لئے۔ ایک منٹ بعد عمران کمرے میں واپس آ گیا۔ اس نے بھی اپنا سانس روک

رکھا تھا۔ پھر مزید دو منٹ بعد اس نے آہستہ سے سانس لیا تو جولیا اور جوزف نے بھی سانس لیا۔

"ہاں۔ اب تم بتاؤ کہ حالات کیسے گھمبیر ہیں"...... ایک دو گہرے سانس لینے کے بعد عمران نے جولیا سے پوچھا۔

"کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ ہم اس عمارت سے باہر جا کر باتیں کریں۔ کہیں دشمن آ کر ہمیں نقصان نہ پہنچا دیں"...... جولیا نے اپنے خدشے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"یہ عام گینگسٹر کی عمارت ہے۔ ہمیں فوری طور پر کوئی خطرہ نہیں ہے"......عمران نے کہا۔

"اور اگر شیطانی طاقت آ گئی تو"...... جولیا نے عمران سے سوالیہ انداز میں کہا۔

"ہم پہلے کبھی شیطانی طاقتوں سے ڈرے ہیں جو اب ڈریں"۔ عمران نے جولیا سے کہا۔

"ہونہہ۔ میں پہلے آیت کریمہ پڑھ کر دم کر لوں پھر تم سے بات کرتی ہوں"...... جولیا نے کہا اور پھر وہ آیت کریمہ کا ورد کرنے لگی۔ ورد کرنے کے بعد اس نے چاروں طرف پھونک مار دی۔

"عمران۔ ڈاکٹر شیان کی قید میں سوپر فیاض اور کرنل زید کے علاوہ دو اور بھی مسلمان تھے۔ وہ دونوں ہلاک کئے جا چکے ہیں"۔ جولیا نے کہا تو عمران اسے حیرت بھری نظروں سے دیکھنے لگا۔

"کیا تم میری بات کو جھوٹ سمجھ رہے ہو"...... جولیا نے عمران کو س انداز میں اپنی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ میں تمہاری بات کو جھوٹ نہیں سمجھ رہا لیکن حیران ضرور ہو رہا ہوں کہ تمہیں کیسے معلوم ہو گیا۔ کیا یہ بات تمہیں سائمنڈ نے بتائی ہے"......عمران نے جولیا سے پوچھا۔

"سائمنڈ نے نہیں بتایا۔ بے ہوشی کی حالت میں مجھے بہت سے مناظر نظر آئے ہیں اور میرا دل یہ کہہ رہا ہے کہ جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہ سچ ہے جیسا کہ پہلے میں سچے خواب دیکھ چکی ہوں"...... جولیا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"عمران۔ میں نے دیکھا کہ ڈاکٹر شیان نے ان دو آدمیوں جن کے نام عادل اور مقبول ہیں، کی گردن کاٹ کر باری باری ان کا لہو ایک حبشی بچے کو پلایا ہے جس سے وہ حبشی بچہ عفریت بن گیا ہے اور پھر اس بچے نے ایک فلسطینی رہنما اور ایک مصری رہنما کا خون پیا ہے"...... جولیا نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"بس یہی کچھ دیکھا ہے یا اور کچھ بھی دیکھا ہے"...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

"میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ جب ڈاکٹر شیان شیطانی عمل کر رہا ہوتا ہے تو پھر اسے کوئی آواز سنائی نہیں دیتی اور وہ اپنا عمل ادھورا چھوڑ کر اٹھ بھی نہیں سکتا"...... جولیا نے جواب دیتے ہوئے

کہا۔

''ہاں۔ عمل کے دوران ایسا ہی ہوتا ہے۔ اچھا اور کیا دیکھا ہے تم نے''...... عمران نے اس سے پوچھا۔

''میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ تم نے ایک خنجر پر کلام پاک کی آخری دو سورتیں پڑھ کر دم کیا اور اس خنجر کو اس وحشی بچے کے عین دل میں اتارا ہے جس سے وہ بچہ جو کہ عفریت بن چکا ہے مارا جاتا ہے''...... جولیا نے کہا تو عمران ایک بار پھر اثبات میں سر ہلا دیا۔

''ہونہہ۔ یہ ہمیں اشارہ ملا ہے کہ ہم نے اس عفریت کو کیسے ہلاک کرنا ہے''...... عمران نے کچھ سوچتے ہوئے جولیا سے کہا۔

''ہاں۔ اب ہمیں ایک خنجر حاصل کرنا ہے''...... جولیا نے کہا۔

''خنجر اس الماری میں موجود ہیں۔ میں ایک خنجر اٹھا لیتا ہوں''۔ عمران نے کہا اور پھر وہ الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری سے ایک خنجر اٹھایا اور پھر وہ تینوں کمرے سے باہر نکل گئے۔

کرنل زید اور سوپر فیاض کے چہروں پر پتھروں جیسی سختی تھی۔ ڈاکٹر شیان نے عادل کی طرح مقبول کا بھی گلا کاٹ کر وحشی بچے ڈولڈو کو اس کا خون پلا دیا تھا اور باقی ماندہ خون خود پی لیا تھا۔ اس کے بعد وحشی بچہ تہہ خانے سے غائب ہو گیا تھا اور پھر واپس آ کر اس نے بتایا تھا کہ وہ فلسطینی رہنما ذوق فرازی کا خون بھی پی آیا ہے۔ طلال بن جلال اور ذوق فرازی مسلم دنیا کے بہت بڑے رہنما تھے اور ان دنوں وہ بین الاقوامی شہرت حاصل کر چکے تھے کیونکہ وہ مسلمانوں میں اتحاد کے جذبے کو بیدار کر رہے تھے۔

ان دونوں کی موت مسلمانوں کے لئے ناقابل تلافی نقصان تھا۔ کرنل زید نے خود کو زندگی میں کبھی اتنا بے بس محسوس نہیں کیا تھا۔ اس شیطان کے پیروکار نے اسے اس انداز میں جکڑ رکھا تھا

کہ وہ معمولی سی حرکت سے بھی قاصر تھا اور پھر نجانے اس شیطان کے پیروکار نے ان کے ذہنوں پر کیا کیا تھا کہ ان کی یادداشت سے کلام پاک بھی محو ہو گیا تھا اور لاکھ کوشش کے باوجود بھی انہیں کلام پاک یاد نہیں آ رہا تھا۔

گزشتہ شب عادل اور آج مقبول شیطانی عوامل کی بھینٹ چڑھ چکے تھے اور آنے والی شب اس کی اور سوپر فیاض کی باری تھی اور کرنل زید کو بچ نکلنے کا کوئی بھی راستہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس کے اور سوپر فیاض کے خاتمے کے بعد وحشی بچے کے جسم میں موجود بدروح نے اردن کے پرائم منسٹر اور پاکیشیا کے پرائم منسٹر کا خون پینا تھا اور یہ دونوں بھی مسلم دنیا کے بہت بڑے رہنما تھے۔ اگر یہ دونوں مارے جاتے تو مسلم دنیا کے لئے یہ ایسا نقصان تھا کہ جس کا ازالہ ممکن ہی نہیں تھا۔

کرنل زید سوچ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا۔ وحشی بچہ ڈولڈو ڈاکٹر شیان کے کھینچے ہوئے دائرے میں ساکت پڑا ہوا تھا جبکہ ڈاکٹر شیان خود دائرے میں آنکھیں بند کئے ہوئے بیٹھا تھا اور عمل پڑھ رہا تھا۔ جب وہ عمل کرنے بیٹھتا تھا تو دنیا جہان سے اس کا رابطہ کٹ جاتا تھا۔ اسے اس حالت میں بیٹھے ہوئے نجانے کتنی دیر گزری تھی کہ تہہ خانے میں ایک تیز چیخ ابھری۔ کرنل زید اور سوپر فیاض اس چیخ کو سن کر چونکے لیکن ڈاکٹر شیان پر اس چیخ کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا اور اس کی آنکھیں بدستو بند تھیں۔ اس چیخ کے اگلے

ہی لمحے شلپی تہہ خانے میں ظاہر ہو گئی۔ وہ انتہائی بدحواس نظر آ رہی تھی۔

''اوہ۔ آقا تم شیطانی عمل میں مصروف ہو اور یہاں قیامت برپا ہونے والی ہے''...... شلپی نے چیختے ہوئے کہا لیکن اس کے اس طرح چیخنے کا بھی ڈاکٹر شیان پر کوئی اثر نہ ہوا جبکہ کرنل زید اور سوپر فیاض اس کی بات سن کر حیران ہو گئے اور سوچنے لگے کہ وہ کون سی قیامت ہے جس کا ذکر شلپی کر رہی ہے۔

اس کے بعد تہہ خانے میں ہواؤں کا شور سنائی دیا اور پھر درندوں کی غراہٹیں سنائی دینے لگیں۔ ان غراہٹوں میں کتوں کے رونے کی آوازیں بھی شامل تھیں۔ پھر چند لمحوں بعد ان آوازوں میں عورتوں کے بین کرنے کی آوازیں بھی شامل ہو گئیں۔ تہہ خانے کا ماحول یکدم خوفناک ہو گیا تھا۔

سوپر فیاض تربیت یافتہ اور اعلیٰ افسر تھا لیکن اس کے باوجود وہ ان آوازوں کو سن کر خوف محسوس کر رہا تھا جبکہ کرنل زید کے چہرے پر بھی پریشانی کے تاثرات ابھر آئے تھے۔ یہ شور وغل بہت زیادہ بڑھ گیا اور پھر یکدم تہہ خانے کی سیڑھیوں میں قدموں کی آواز گونجی تو انہوں نے سر اٹھا کر سیڑھیوں کی طرف دیکھا اور وہ حیرت زدہ رہ گئے۔ اگر وہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے نہ ہوتے تو وہ یقیناً کئی فٹ اچھل پڑتے۔

سیڑھیوں پر انہوں نے عمران، جولیا اور جوزف کو دیکھا تھا جو

سیڑھیاں اتر کر نیچے آ رہے تھے۔ اس شور و غل کے ساتھ ساتھ اب تہہ خانے میں تیز ہوا کے جھونکے بھی محسوس ہو رہے تھے۔ جیسے ہی وہ سیڑھیاں اتر کر نیچے پہنچے شلپی چیختی ہوئی ان کی طرف بڑھی اور پھر جیسے ہی وہ ان کے قریب پہنچی جوزف کا بازو حرکت میں آیا اور شلپی اچھل کر فرش سے ٹکرائی اور تڑپ کر بے ہوش ہو گئی۔ جوزف نے فوراً ہی جیب سے لائٹر نکالا اور اس نے بے ہوش شلپی کو آگ کا شعلہ دکھایا اور جس طرح پٹرول کو آگ لگتی ہے اسی طرح شلپی کے جسم کو بھی آگ لگ گئی۔ شلپی کے جسم کو آگ لگتے ہی شور وغل میں کئی گنا اضافہ ہو گیا۔ ان میں عورتوں کے بین کرنے کی آوازیں نمایاں تھیں۔

اس کے ساتھ ہی تہہ خانے میں کئی بھیانک چہرے دکھائی دینے لگے۔ یہ بھیانک چہرے دل دہلا دینے والی آوازیں نکال رہے تھے۔ کئی بوڑھی عورتیں بھی تہہ خانے میں ظاہر ہو گئی تھیں جن کی شکلیں انتہائی ڈراؤنی تھیں۔ وہ لٹی پٹی بیواؤں کے انداز میں بین کر رہی تھیں۔ ان سب چہروں کو دیکھ کر عمران نے دل ہی دل میں قرآنی آیات کا ورد شروع کر دیا اور پھر اپنے چاروں طرف پھونک ماری۔ اس کے پھونک مارتے ہی چاروں طرف آگ لگ گئی اور انتہائی خوفناک و اذیت ناک چیخیں سنائی دینے لگیں۔ تہہ خانے میں موجود تمام شیطانی مخلوق کو آگ لگ گئی تھی اور ان کی چیخ و پکار سے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے قیامت برپا ہو گئی ہو۔ قیامت خیز شور کے

باوجود ڈاکٹر شیان آنکھیں بند کئے بیٹھا ہوا تھا۔ اسی لمحے کرنل زید اور سوپر فیاض کو اپنے ذہن روشن ہوتے ہوئے محسوس ہوئے اور ان دونوں کو کلام پاک یاد آنے لگا۔ وہ دونوں دل ہی دل میں قرآنی آیات کا ورد کرنے لگے۔

عمران آیت کریمہ کا ورد کرتے ہوئے دائرے کی طرف بڑھا۔ جیسے ہی اس نے دائرے میں قدم رکھا اسے ایک زبردست جھٹکا لگا اور وہ اچھل کر دور جا گرا۔ مگر اس نے پیراٹروپنگ کے انداز میں اپنے ہاتھوں کو آگے کی طرف بڑھایا اور قلابازی کھا کر ہوا میں اڑتا ہوا دائرے کے اندر جا گرا۔ اس دوران تمام شیطانی مخلوق آگ میں جل کر فنا ہو چکی تھی اور ایک سکوت سا چھا گیا تھا لیکن چند لمحوں بعد دوبارہ شور وغل ہونے لگا۔ ایسے لگتا تھا کہ پہلے موجود شیطانی مخلوق کے فنا ہونے پر اور شیطانی مخلوق آ گئی ہو کیونکہ اب پھر پہلے جیسا شور سنائی دے رہا تھا۔ عمران نے دائرے میں آتے ہی جیب سے خنجر نکال لیا اور اس خنجر پر پاک کلام کی آخری دو سورتیں پڑھ کر پھونک ماری۔ عمران کے دائرے میں گرتے ہی ڈاکٹر شیان کی بھی آنکھیں کھل گئیں لیکن اس کی آنکھیں کھلنے کا عمل سست تھا۔ جب تک اس کی آنکھیں مکمل طور پر کھلتیں عمران کا خنجر والا ہاتھ بلند ہو چکا تھا اور پھر اگلے لمحے خنجر ساکت پڑے وحشی بچے کے عین دل میں اتر گیا۔ جیسے ہی خنجر وحشی بچے کے دل میں اترا ڈاکٹر شیان کی آنکھیں مکمل طور پر کھل گئیں۔ اس کی آنکھوں سے غضب کی

چنگاریاں نکلنے لگیں تھیں اور اس کے ساتھ ہی اس نے دائرے میں لیٹ کر اپنی دونوں ٹانگیں عمران کے سینے پر ماریں۔ عمران اڑتا ہوا دائرے سے باہر جا گرا۔

"تو نے میری محنت برباد کر دی ہے۔ میں تجھے برباد کر دوں گا۔ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا"...... ڈاکٹر شیان نے غضبناک لہجے میں دھاڑتے ہوئے کہا اور پھر اچانک ہی اس کے ہاتھ میں مشین پسٹل نظر آنے لگا۔

"یہ مشین پسٹل شیطانی ذرائع سے نہیں بنا ہوا ہے بلکہ سائنسی بنیادوں پر بنا ہے۔ یہ تیرے سینے میں سوراخ کر دے گا"...... ڈاکٹر شیان نے بدستور دھاڑتے ہوئے کہا اور پھر اس نے عمران پر فائرنگ شروع کر دی۔ تہہ خانہ فائرنگ کی آواز سے گونج اٹھا۔ اس فائرنگ کے ساتھ ہی عمران بھی بجلی کی سی تیزی سے سنگ آرٹ کا مظاہرہ کرنے لگا۔ وہ چھلاوہ بنا ہوا تھا۔ ڈاکٹر شیان عمران پر اس وقت تک فائرنگ کرتا رہا جب تک کہ مشین پسٹل سے فائرنگ ہوتی رہی۔ جیسے ہی فائرنگ رکی ڈاکٹر شیان نے مشین پسٹل ہی عمران کو دے مارا۔ عمران نے خود کو اس مشین پسٹل سے بچایا لیا تھا۔

"بس یا ابھی حسرت باقی ہے"...... عمران نے طنزیہ لہجے میں مسکراتے ہوئے کہا تو عمران کی بات سن کر ڈاکٹر شیان کا غصہ اور بڑھ گیا۔ وہ اپنی جگہ سے اچھلا اور اڑتا ہوا عمران کے سر تک پہنچ گیا۔ اس نے دونوں پیر جوڑ کر عمران کے سر پر مارنے کی کوشش کی

لیکن عمران نے جھکائی دی اور پھر عمران نے قلابازی کھائی اور سپرنگ کی مانند اچھلا اور اس کے دونوں پیر ڈاکٹر شیان کی ٹھوڑی پر لگے اور وہ الٹ کر فرش پر گر گیا۔

اس کے ساتھ ہی عمران نے اس کے پہلو میں ٹھوکر ماری تو اس کے منہ سے کراہ سی نکل گئی۔ ٹھوکر کھاتے ہی ڈاکٹر شیان نے کروٹ بدلی اور پھر وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی عمران بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ اٹھتے ہی عمران نے فولادی مکا ڈاکٹر شیان کی کنپٹی پر مار دیا۔ ڈاکٹر شیان کی آنکھوں کے سامنے ستارے سے جھلملانے لگے۔ عمران نے اسے دوسرا مکا بھی مارنے کی کوشش کی لیکن اس نے عمران کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے ایک جھٹکا دیا۔

ڈاکٹر شیان کا خیال تھا کہ عمران یہ جھٹکا کھا کر دور جا گرے گا لیکن اس کا یہ خیال غلط ثابت ہوا اور عمران اپنی جگہ پر ہی کھڑا رہا۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس نے ایک اور مکا اس کے پیٹ میں مار دیا۔ ڈاکٹر شیان ادغ کی آواز نکالتا ہوا دوہرا ہو گیا۔ جیسے ہی وہ دوہرا ہوا عمران کی لات حرکت میں آئی اور ڈاکٹر شیان کے دانت ہل کر رہ گئے۔ اس کے دانتوں سے خون بہہ رہا تھا۔ اس کے بعد عمران کا ایک اور مکا ڈاکٹر شیان کی ناک پر پڑا اور اس کی ناک سے بھی خون بہنے لگا۔ ان تابڑ توڑ حملوں کی وجہ سے ڈاکٹر شیان کے حواس معطل ہونے لگے۔ عمران نے اس کی گردن اپنے بازو کے حلقے میں لے لی۔ ڈاکٹر نے مزاحمت کرنے کی کوشش کی لیکن اس کی

کوشش ناکام ثابت ہوئی۔ عمران نے اپنے بازو کو مخصوص انداز میں جھٹکا دیا اور پھر ڈاکٹر شیان کو چھوڑ دیا۔ ڈاکٹر شیان فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔

شیطانی مخلوق کے شور وغل میں کئی گنا اضافہ ہو چکا تھا۔ عمران نے ایک بار پھر قرآنی آیات کا ورد کر کے فضا میں چاروں طرف پھونک ماری اور پہلے کی طرح تہہ خانے میں ایک بار پھر آگ لگ گئی اور کئی بھیانک چہرے جلتے ہوئے دکھائی دینے لگے تھے۔ پھر کچھ دیر بعد تہہ خانے میں مکمل سکوت طاری ہو گیا۔ ڈاکٹر شیان مردہ حالت میں زمین پر پڑا ہوا تھا لیکن اب اس کی شکل کتے جیسی ہو گئی تھی۔

عمران نے کرنل زید اور سوپر فیاض کو زنجیروں سے آزاد کرایا اور پھر وہ تہہ خانے سے نکل کر اوپر عمارت میں آ گئے۔ اوپر آتے ہوئے انہوں نے ڈاکٹر شیان کے ملازمین کا بھی خاتمہ کر دیا تھا۔ عمارت کی تلاشی کے دوران انہیں ایک کمرے میں ڈاکٹر آبیلا بھی مل گئی جو بے ہوشی کی حالت میں ایک بیڈ پر موجود تھی۔ عمران نے اسے بھی ہوش دلا دیا۔

"دیکھا جولیا۔ اسے کہتے ہیں محبت۔ ڈاکٹر آبیلا اپنے منگیتر کی خاطر شیطانی طاقتوں سے ٹکرانے اسرائیل تک پہنچ گئی ہے"۔ عمران نے جولیا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تم میرے منگیتر بنو تو سہی پھر میں تمہاری خاطر سورج تک بھی

پہنچ جاؤں گی"...... جولیا نے کہا تو عمران اپنے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا جبکہ کرنل زید اور ڈاکٹر آبیلا کے ہونٹوں پر دلآویز مسکراہٹ پھیل گئی۔

ختم شد